

فہرست کا خانم

لیکچر نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
1	ایمان	1-7
2	تقوا	8-12
3	خدا کی اطاعت	13-16
4	انبیاء اور عمل کی اطاعت اقتدار	17-20
5	اخلاص (اخلاص)	21-24
6	اخلاق نبوی	25-28
7	عملی قانون (عبادت)	29-31
8	اسلامی طرز عمل	32-36
9	علم اور اس کا اسلامی تصور	37-42
10	علم اور اس کا اسلامی تصور	43-48
11	اسلامی سماجی نظام	49-56
12	کھانے اور بات کرنے کے آداب	57-61
13	والدین کا احترام	62-70
14	بھائی چارہ	71-76
15	ایمانداری اور ذمہ داری	77-83
16	معافی	84-88
17	علوم القرآن I -	89-98
18	العلوم القرآن - دوم	99-107
19	العلوم القرآن III -	108-113
20	علوم الحديث I -	114-119
21	علوم الحديث - دوم	120-125
22	علوم الحديث III	126-130
23	سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم I -	131-138

24	سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم - دوم	139-145
25	سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم - III	146-155
26	سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم - IV	156-161
27	اسلام کی تاریخ - I	162-165
28	اسلام کی تاریخ - دوم	166-169
29	اسلام کی تاریخ - سوم	170-172
30	اسلام کی تاریخ - چہارم	173-175

لیکچر نمبر: 01

ایمان

1. ایمان کی تعریف

2. ایمان کے بنیادی اصول

3. ایمان کا پہل

ایمان کے بنیادی اصول

1. اللہ پر ایمان

(توحید / اللہ کی وحدانیت)

2. انبیاء پر ایمان

(نبوت و رسالت)

3. آخرت کی زندگی

(قیامت کا دن)

ایمان کی تعریف

اسلام کی مخصوص اصطلاحات پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے انبیاء کو اس طرح ماننا، یعنی یہ تسلیم کرنا کہ ہماری رہنمائی کے لیے خدا نے ان کو وہ علم عطا کیا تھا جو ہماری عقل و فہم کی حد سے باہر تھا، اور اس کی بنیاد پر یہ اس بات کی تصدیق کرنا کہ جو کچھ ان کے ذریعہ ہم تک پہنچایا گیا ہے جیسا کہ خدا کی طرف سے ہے، اور ان کے لائے ہوئے مذہب کو خدائی مذہب کے طور پر قبول کرنا ہے۔

ایمان کے بنیادی اصول

العیلیٰ علیہم

اقمہل بل واحد ۱0 اہل الصمد ۰ لم یلد ۰ ولم یولد ۰ ولم یکن لہ کفوا احد ۰

املیلیم ایکمائی بنیاد چار بنیادوں پر ہے۔

1. اللہ موجود ہے اور اسے کسی نے پیدا نہیں کیا۔

2. وہ اکیلا پوری کائنات کا رب ہے۔

3. وہ اکیلا ہے مالک ہے اور وہی اپنی مرضی کے مطابق کائنات میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے کا مجاز ہے۔

4. صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

اکلام وجود

قرآن نے ہمیں واضح طور پر بتایا ہے کہ اللہ کے وجود کا ثبوت ہمارے اندر ہے۔ پھر ہم کس طرح اس چیز کا انکار کر سکتے ہیں جو ہمارے ماتھے پر لکھا ہوا ہے اس کی سچائی کی دلیل اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وفي انفسكم افال تبصرون

"جو یقین رکھتے ہیں اور اپنے اندر بھی، تو کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟"

ہمارے دلوں کی گہرائیوں میں یہ نقش ہے کہ اللہ موجود ہے۔ جب مشکلات اور بدبختی کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو ہم اپنی وفادار فطرت اور مذہبی جبلت کی وجہ سے اس کی پناہ تلاش کرتے ہیں۔ ہمارے اندر اور ہمارے چاروں طرف اس کے وجود کے بے شمار ثبوت موجود ہیں۔ ہمارا شعور جو ہمارا دل ہے، لاشعوری طور پر اس میں، لیکن ہمارا شعوری نفس، جو ہماری وجہ ہے، اس کے وجود کو قبول کرتا ہے۔

وہ اکیلا پوری کائنات کا رب ہے۔

ایمان کا دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تمام کائنات کا پالنے والا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ دل کی گہرائیوں سے یقین رکھنا چاہیے کہ ساری دنیا کا خالق صرف اللہ ہے۔ وہ اکیلا

پیدا کیا، بغیر کسی چیز کے، جانداروں، آسمانی اجسام اور پوری مریٹی اور غیر مریٹی دنیا۔ اس نے ان تمام جہانوں کے لیے ایسے شاندار اصول وضع کیے کہ علم طب، کیمیا، طبیعیات اور فلکیات کے ماہرین ان میں سے صرف چند ایک دریافت کر سکے۔ ان تمام جہانوں کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا مکمل علم صرف اسی کو ہے۔ اس کے پاس لکھا ہے کہ درخت کے کتنے پتے ہیں، ایک پتی کی شکل کیا ہے، یا اس دنیا میں کتنے جراثیم تیرتے ہیں اور ان کا حجم اور حجم کیا ہے اور ان کے اجزاء کیا ہیں۔ وہ صرف اتنا جانتا ہے کہ ایک ایٹم میں کتنے گھومنے والے الیکٹران ہوتے ہیں، ان میں کیا عارضی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں، ان کے سٹینڈس اور ڈائنامکس کی نوعیت کیا ہے، وہ کیا شکلیں لیتے ہیں اور ان کی تبدیلی کی خصوصیت کیا ہے۔

کواخاسٹکٹیرلا ہومریے۔ کسی کے مطابق ترمیم کرنے کا اختیار صرف وہی ہے۔

اکوس کی مرضی۔

اس طرح وہ دنیا کا پالنے والا ہے۔ اس نے سب کچھ دیا اور وہ ان کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ وہ ان کے حالات اور کردار میں ردوبدل اور تبدیلیاں کرتا ہے۔ اس نے ہر تفصیل کو پہلے سے متعین کر رکھا ہے اور اس کائنات کے ہر ایٹم میں ایسی دلیلیں رکھ دی ہیں کہ ہر شخص اس کا سراغ لگا سکتا ہے اور اس سے رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔ یہ ایمان کا دوسرا عقیدہ ہے اور اسے ماننا اور ماننا واجب ہے۔

لیکن، کیا صرف اس کو ایمان کا مضمون مان لینے سے کوئی مومن بن جاتا ہے؟ کوئی آپ کے سامنے اعلان کرے کہ اللہ ہی اس کائنات کا خالق ہے اور وہی ہر چیز کا پالنے والا ہے۔ کیا آپ صرف اس کے اعلان کی وجہ سے اسے مومن تسلیم کریں گے؟ بلکہ صرف یہ اعلان مومن ہونے کے لیے کافی نہیں ہے، کیونکہ زمانہ قدیم کی بہت سی قوموں نے یہ اعلان کیا تھا۔ قریش کے بت پرستوں نے، جن کی فتنہ پرستی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رد کیا اور جن کے خلاف آپ نے جہاد کیا، انہوں نے بھی اللہ کو خدا کا خدا قرار دیا اور اس کے وجود سے کبھی انکار نہیں کیا۔

صرف اسی کی عبادت کی جاتی ہے اور اس کا کوئی تعلق نہیں۔ کو

جب آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ موجود ہے، تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، بے مثال سلطنت کا مالک ہے، تو یہ لازم آتا ہے کہ عبادت میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہ ہو اور نہ ہی اس کے سوا کسی کی عبادت کسی شکل و صورت میں کی جائے۔ اس کا مخالف سمجھا جائے۔ اللہ کے فضل سے مجھے سورہ ناس (114) کی تفسیر میں ایک ایسے مقام پر پہنچنے کی سعادت نصیب ہوئی جس کی کوئی دوسری تفسیر ان لوگوں کی رہنمائی کے لیے نہیں ہے جو اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ موجود ہے اور سب کا مالک ہے۔ تمام جہانوں کا رب ہے پھر بھی اللہ کی وحدانیت پر اس سے جا اعتقاد کا اظہار نہیں کیا جو درحقیقت اللہ کی الوہیت کا تقاضا ہے یہ سورہ کہتی ہے:

قل اعوذ برب الناس 0ملك الناس 0اله الناس 0

”تم کہتے ہو کہ میں انسانوں کے رب، انسانوں کے بادشاہ، انسانوں کے خدا کی پناہ میں آیا ہوں۔“ (3:114)

انبیاء پر ایمان

نبی کی تعریف:

انبیاء بھی انسان ہیں۔ وہ الوہیت سے نوازے نہیں گئے کیونکہ الوہیت صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔ تاہم انبیاء کی ایک خاص خصوصیت ہے کہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما ارسلنا قبلك من المرسلين الا انهم لياكلون الطعام ويمشون في الأسواق

”اور ہم تم سے پہلے رسول نہیں بھیجے مگر یہ کہ وہ کھانا کھانے اور بازاروں میں چلتے پھرتے۔“

انبیاء پر ایمان کی بنیاد تین بنیادوں پر ہے۔

1. اسلام انبیاء کے درمیان امتیاز نہیں کرتا۔

2. تمام انبیاء انسان ہیں۔

3. انبیاء کے معجزات پر ایمان۔

اسلام انبیاء کے درمیان تفریق نہیں کرتا۔

دوسرے انبیاء کے پیروکاروں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے پیروکاروں کے علاوہ دوسرے انبیاء کے بارے میں توہین آمیز باتیں کرتے ہیں، لیکن اسلام نے اس بات کو لازم قرار دیا ہے کہ تمام انبیاء کرام

یکساں طور پر احترام کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی نبی کی شان میں گستاخی کرتا ہے یا اسے گالی دیتا ہے تو وہ اسلام کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

امِنَ الرَّسُولِ بِمَا اَنْزَلَ اِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ اِمْنٌ بِمَا هَلَلَ وَمَلَكْنَهُ

وكتبه ورسله النفرق بين احد من رسله وقالوا سمعنا واطعنا غفرانك ربنا واليك المصير

"رسول نے اس کو قبول کیا جو ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا اور مسلمانوں نے بھی۔ یہ سب خدا پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور کہتے ہیں کہ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور بولے "ہم نے سنا اور قبول کیا ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب تم ہماری واپسی ہو"

دوسرے لفظوں میں، ایک مسلمان موسیٰ اور عیسیٰ سے اسی طرح محبت اور احترام کرتا ہے جس طرح وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور احترام کرتا ہے۔ وہ ان سب کی تعظیم کرتا ہے، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح، بلا تفریق۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی یہودی عیسائی ہو جاتا ہے تو اسے موسیٰ پر ایمان نہ لانے کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ موسیٰ اور عیسیٰ دونوں پر ایمان لانے سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اگر اس کے بعد یہ عیسائی مسلمان ہو جاتا ہے تو اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ رکھنے کے ساتھ ساتھ تمام انبیاء اور رسولوں پر ایمان لانے کا کوئی نقصان نہیں ہے۔

تمام انبیاء انسان ہیں۔

تمام انبیاء انسان ہیں۔ وہ دوسرے انسانوں کی طرح پیدا ہوئے ہیں اور ان کی طرح مرتے ہیں۔ وہ دوسرے انسانوں کی طرح بیمار پڑتے ہیں اور ان کی طرح صحت یاب بھی ہوتے ہیں۔ جہاں تک ان کے جسم کی ساخت، ان کے اعضاء و اعضاء کی ظاہری شکل، خون کی گردش اور دل کے کام کا تعلق ہے تو وہ دوسرے انسانوں سے بالکل بھی مختلف نہیں ہیں۔ وہ دوسرے انسانوں کی طرح کھاتے پیتے ہیں۔

یہ صرف اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان میں الوہیت کی کوئی خصوصیت نہیں ہے جو صرف اللہ کے ساتھ برتاؤ کرتا ہے اور اس کے لیے مخصوص ہے۔ تاہم انسان ہونے کے باوجود ان میں ایک امتیاز یہ ہے کہ ان پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔

اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ اس سے پہلے کی امتیں اس وقت بھڑک اٹھیں جب اللہ کی طرف سے انسان پر وحی نازل ہوئی، جس پر اللہ نے ان کی پریشانی کو نامعقول قرار دیا اور فرمایا۔

اكان للناس عجا ان اوحينا الي رجل منهم انذر الناس وبشرالذ ين امنوا ان لهم صدق قدم عند ربهم

"کیا لوگوں کے لیے یہ تعجب کی بات تھی کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کی طرف وحی کی کہ 'لوگوں کو ڈراؤ اور اہل ایمان کو خوشخبری دو کہ ان کے رب کے ہاں ان کا مقام سچا ہے'۔"

قل انما انا بشر مثلكم يوحى الي انما الهكم اله واحد

آپ کہتے ہیں: میں بھی آپ جیسا آدمی ہوں۔ مجھے حکم آتا ہے کہ تم پر ایک ہی کی عبادت ہے۔

قالوا ابعث اهلل بشرا رسوال

انہوں نے کہا: کیا اللہ نے کسی بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟

اكتبه ورسله النفرق بين احد من رسله وقالوا سمعنا واطعنا غفرانك ربنا واليك المصير

جب معراج کا واقعہ پیش آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے قدس پہنچایا گیا اور اسی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آنے تو قریش کو یقین نہ آیا۔ ان کی رائے میں یہ ناممکن تھا کیونکہ اس وقت کے دستیاب ذرائع آمدورفت (اونٹ، گھوڑے وغیرہ) کے ہوتے ہوئے اتنی لمبی مسافت طے کرکے ایک ہی رات میں واپس لوٹنا تھا لیکن یہ انتہائی ناممکن بات نہ صرف ہمارے ہاں ممکن ہو گئی۔ بار بار لیکن عام ہو گیا ہے۔۔ اور کوئی بھی اس پر حیران نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی جسم اس سے انکار کرتا ہے۔

ایک با دو صدی پہلے، اگر سب سے بڑے ماہر طبیعیات کو بتایا گیا تھا کہ جلد ہی لوگ "دھاتی مشینوں" میں اڑیں گے اور وہ آواز سے زیادہ تیز پرواز کریں گے، یا یہ کہ کسی کی تقریر وغیرہ ریکارڈ کرنا ممکن ہو گا، جسے بعد میں دوبارہ تیار کیا جا سکتا ہے۔ اس کے مرنے کے بعد کسی وقت بھی وہ عالم بھی کفر میں سر بلا دیتا تھا، جبکہ آج یہ ایک عام سی بات ہو گئی ہے جو سب جانتے ہیں۔

یہ سب ناممکن چیزیں آخر کیسے ممکن ہونیں؟ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ناممکن دو طرح کا ہوتا ہے: ایک عام ناممکن {محلعدی}۔ ایسے واقعات جن کو ہوتے ہوئے دیکھنے کے عادی نہیں ہوتے اور ہم صرف ٹوپی کی وجہ سے ان کو ناممکن سمجھتے ہیں۔ اس کی مثال عرش یا دیگر معجزات کا ہے۔ دوسری قسم "ناممکن"۔ یعنی جس کا وقوع عقلی طور پر ناممکن ہے، مثلاً متضاد {اجتماعی الدین} کا ایک ساتھ رہنا، مثلاً وجود اور واقعہ عدم وجود ایک دوسرے کے مخالف ہیں، اور کسی کے لیے ایک جگہ پر موجود ہونا ناممکن ہے۔ اور ایک ہی وقت میں اس سے غائب۔ اسی طرح، چیزیں ایک ہی وقت میں مختلف شکلیں اختیار نہیں کر سکتیں: ایک کتاب، جب کہ یہ ایک کتاب ہے، بیک وقت روٹی کا لقمہ نہیں بن سکتی۔

عقلی طور پر ناممکن "واقعات" ناقابل فہم ہیں لیکن عام حالات میں نام نہاد ناممکن واقعات ہمارے سائنسی علم اور ترقی کی بدولت ممکن ہو گئے ہیں اور عام ہو گئے ہیں، کیا یہ اللہ قادر مطلق کے لیے ممکن نہیں ہے جس نے خود ان قوانین کو وضع کیا؟ کیا ناممکن کو ممکن بنانا ہے؟ یقیناً قادر مطلق اللہ کسی چیز کو بنانے پر قادر ہے، اس لیے عام حالات میں ناممکن ہے۔ اگر ہم کسی سچی رپورٹ کے ذریعے سنیں کہ عام حالات میں ایک ناممکن چیز واقع ہوئی ہے تو ہم اسے ایک حقیقی واقعہ سمجھیں گے اور اسے قبول کریں گے۔

آخرت کی زندگی (قیامت کا دن)

آخرت کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ کم نظر لوگ اسے دیکھ نہیں پاتے اور کمزور عقل والے اس پر یقین نہیں کرتے، لیکن ہمارے سامنے سے مالا مال اور عقل و فہم کا مالک یہ جانتا ہے کہ انسانی زندگی مراحل سے گزرتا ہے۔

ایک وقت تھا جب یہ شخص اپنی ماں کے پیٹ میں سٹڑے ہوئے اور سکڑتے ہوئے اپنی اس محدود دنیا میں سانس لے رہا تھا۔ اگر وہ اس وقت سوچ سکتا تو اسی حالت کو اپنی اصل زندگی سمجھتا اور اسے چھوڑنے اور اپنی ماں کے پیٹ سے نکلنے پر کبھی راضی نہ ہوتا، جب تک کہ اسے زبردستی اس سے نکال نہ دیا جائے، اگر وہ بولنے کے قابل ہوتا تو اس کے نکلنے کو اپنی موت سمجھتا اور اسے اندھیرے میں دفن ہونے سے تعبیر کرتا۔ نہانے، اگرچہ اس کی پیدائش تھی، جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے نکلنے کے بعد اس وسیع و عریض دنیا کو آباد کرنا تھا۔

اسی طرح ہم موت کو اس کی دنیا سے جلاوطنی سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ بھی ہماری ایک قسم ہے۔ بہت آرام دہ زندگی کی طرف پیدائش اور پیشرفت، یعنی تطہیر یا لمبو {برزخ} کی طرف منتقلی جو کہ اس مادی اور عارضی دنیا اور آخرت کی ابدی دنیا کے درمیان ایک عارضی ٹھہراؤ ہے۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہے جو اپنی مخلوق کو مردوں میں سے زندہ کرے گا؟ کیا یہاں اس دنیا میں ایسی کوئی چیز ہے جس کی مثال پیش کی جائے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تمہارے لیے کبھی یہ بات نہیں آئی کہ تم اپنے ملک کے ایک حصے سے گزرے ہو اور اسے خشک اور تمام نباتات سے محروم پایا ہو؟ اور پھر، اس پر دوبارہ آنے ہی، کچھ دیر بعد، دریافت کیا کہ یہ تازہ سبز گھاس سے ڈھکی ہوئی ہے؟ صحابی نے جواب دیا، "ہاں"، ہو سکتا ہے۔ اس میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ قیامت کی علامت ہے۔ خُدا ُمردوں میں سے جی اُٹھے گا۔

اس طرح۔

ایمان کے ثمرات

وہ ذہنی رویہ ہے جس کا مظہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک مشہور ارشاد میں بیان کیا ہے جو اس قدر جامع، مثبت اور فصیح ہے کہ کوئی دوسرا قول اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ نبی ﷺ احسان کی تعریف کرتے ہوئے، اس نے کہا

{اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے}

ایمان کے ثمرات میں سے ایک اللہ کو ہر وقت یاد کرنا ہے۔ میں نے ایک بار ایک متقی آدمی کے بارے میں پڑھا {جس کے معنی مجھے یاد نہیں} اس کی صوفیانہ ابتداء کیسے ہوئی؟ اس کا ایک متقی اور نیک چچا تھا، اس نے ایک دن اپنے چچا سے پوچھا کہ وہ بھی اللہ کا اتنا ہی عقیدت مند ہونا چاہتا ہے جیسا کہ وہ {چچا} تھا اور اپنے چچا سے درخواست کی کہ وہ اسے ایسے کاموں کی طرف رہنمائی کریں جو اسے نیک بنادیں۔

اس کے چچا نے اس سے کہا "دن میں تین بار دہراؤ کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور سب کچھ جانتا ہے" اس نے یہ مشق ایک ہفتہ تک جاری رکھی۔ اس کے بعد اس کے چچا نے اسے ہر نماز کے بعد تین بار یہی کلمات دہرانے کا حکم دیا۔ اس نے یہ مشق بھی شروع کی اور اس میں مزید ایک ہفتہ گزارا۔ پھر اس کے چچا نے اسے زبانی کے بجائے ذہنی طور پر یہ الفاظ دہرانے کا حکم دیا۔ اس شخص نے یہ مشق جاری رکھی اور اس کے نتیجے میں وہ ہمیشہ اللہ کو یاد کرتا رہا اور اس سے کبھی غافل نہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے ذکر سے زیادہ کسی چیز پر زور نہیں دیا ہے اور اس نے بکارنے والوں کی تعریف کی ہے۔

سبق نمبر 1 کی آیات

اقْعَلِلْ بِلْوَاحِدِ ۱۰ هَلِّلِ الصُّعْدَ ۰ لَمْ يَلِدْ ۰ وَلَمْ يُولَدْ ۰ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ

"آپ کا کہنا ہے؛ وہی اللہ ہے جو ایک ہے۔ اللہ بے نیاز، بے پرواہ۔ اس نے نہ کوئی جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ ہی کوئی اس کے برابر ہے۔" (1:211-4)

وفي انفسكم افعال تبصرون

"اور اپنے اندر بھی، تو کیا تم نہیں دیکھتے؟" (الزمر: 21)

قل اعوذ برب الناس ۰ ملك الناس ۰ اله الناس ۰

"تم کہتے ہو کہ میں انسانوں کے رب، انسانوں کے بادشاہ، انسانوں کے خدا کی پناہ میں آیا ہوں۔" (3:114)

وما ارسلنا قبلك من المرسلين الا انهم لياكلون الطعام ويمشون في الأسواق

"اور ہم نے تم سے پہلے رسول نہیں بھیجے مگر یہ کہ وہ کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے۔" (الفرقان: 20)

امن الرسول بما انزل اليه من ربه والمؤمنون كل امن بما هلك وملكته وكتبه ورسله التفرق بين احد من رسله وقالوا سمعنا واطعنا

غفرانك ربنا واليك المصير

"رسول نے اس کو قبول کیا جو ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل ہوا اور مسلمانوں نے بھی۔ یہ سب خدا پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور کہتے ہیں کہ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور بولے "ہم نے سنا اور قبول کیا ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب تو ہی ہماری واپسی ہے" (البقرہ: 285)

اكان للناس عجايب ان اوحينا الي رجل منهم انذر الناس وبشرالذ ين امنوا ان لهم صدق قدم عند ربهم

"کیا لوگوں کے لیے یہ تعجب کی بات تھی کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کی طرف وحی کی کہ لوگوں کو ڈراؤ اور اہل ایمان کو بشارت دو کہ ان کے رب کے ہاں ان کا مقام سچا ہے۔" (یونس: 2)

قل انما انا بشر مثلكم يوحى الي انما الهكم اله واحد

آپ کہتے ہیں: میں بھی آپ جیسا آدمی ہوں۔ مجھے حکم آتا ہے کہ تم پر ایک ہی کی عبادت ہے۔ (الکہف: 110)

قالوا ابعد اهلل بشر! رسول

انہوں نے کہا: کیا اللہ نے کسی بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ (الاعراف: 94)

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (۸۲)

"بے شک اس کا حکم صرف یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہتا ہے کہ ہو جا۔ اور یہ ہے!" (یسین: 82)

قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ (١٢)

(ابلیس نے) کہا: میں اس (آدم) سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا۔ " (الاعراف: 12)

لَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَإِنْ تُبَدُّوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخَفُّوهُ يَخْسِبْكُمْ بِهِ اللَّهُ ۖ فَيَغْفِرْ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبْ مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (٢٨٤)

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور تم جو کچھ اپنے اندر ہے اسے ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔ پھر وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (البقرة: 284)

قُلْ لَّوْكَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَّمْشُونَ مُنْطَمِنِينَ لَازَلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا (٩٥)

کہہ دو کہ اگر زمین پر فرشتے امن و سلامتی کے ساتھ چل رہے ہوتے تو ہم ان کے لیے آسمان سے ایک فرشتہ رسول بنا کر بھیجتے۔ (الاسراء: 95)

وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ (٤)

اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ (البقرة: 4)

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ (٧) وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (٨)

پس جس نے ایک ذرہ (یا چھوٹی جیونٹی) کے برابر نیکی کی ہو گی وہ اسے دیکھ لے گا۔ (الزلزال: 7-8)

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ (١) مَلِكِ النَّاسِ (٢) إِلَهِ النَّاسِ (٣)

کہو: "میں لوگوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں، 2. انسانوں کا بادشاہ، 3. انسانوں کا اللہ (خدا)، (الناس: 1-3)

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ ۚ

اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر وہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔

(الفرقان: 20)

أَكَا لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَى رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمٌ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ

کیا انسانوں کے لیے تعجب کی بات ہے کہ ہم نے انہی میں سے ایک شخص (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف اپنی وحی بھیجی (کہا) لوگوں کو (جہنم کے آنے والے عذاب سے) ڈراؤ اور ایمان والوں کو خوشخبری سنا دو۔ اللہ اور اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وحدانیت کہ ان کے رب کے پاس ان کے نیک اعمال کا اجر ہے؟ (یونس: 2)

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ ۚ

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ میں تم جیسا ایک آدمی ہوں، مجھے وحی کی گئی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی اِله ہے (الکہف، 110)

قَالُوا أَتَبَعْتُ اللَّهَ بَشَرًا رَسُولًا (۹۴)

انہوں نے کہا: کیا اللہ نے کسی آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ (الاسراء، 94)

سبق 1 کی احادیث

أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَبْـُـطُ
[أُخْرِجَهُ الْبُخَارِيُّ فِي الْمَسْنَدِ]

خبردار! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے اور وہ بے دل۔ (بخاری، مسلم)

عن أنس بن مالك رضي الله عنه خادم رسول الله صلى الله عليه وسلم أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه... رواه البخاري ومسلم.

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے اپنے لیے بہار کرنا ہے۔"

عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه تبعا لما جنت به. رواه ابن أبي نعيم في "المعجم" (1: 1)

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات اس چیز کے تابع نہ ہو جائیں جو میں نے کر آیا ہوں۔

عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده

یع (یراخیلا، کتاب الإلمی ان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں سب سے افضل وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: - الإيمان بضع وسبعون شعبة - (رواه مسلم)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں۔

عن أنس قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: " لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين " رواه البخاري (15) ومسلم (44)

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے لیے اس کی اولاد، اس کے والد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

لیکچر نمبر :02

تقویٰ

(اللہ کا خوف)

تقویٰ کی تعریف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقویٰ یہاں ہے، اور آپ نے اپنی طرف اشارہ کیا۔

سینہ

اللہ فرماتا ہے،

28 ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقْوَاهُ ۖ وَالْوَدَّاعُونَ فِي الْيَدَيْنِ﴾ (مائدہ سورۃ الحد بد آیت 28)

"اے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ وہ تمہیں اپنی رحمت سے دو حصے دے گا اور تمہارے اندر نور ڈالے گا جس کے ساتھ تم چلو گے اور وہ تمہیں بخش دے گا۔ (57:28)

اللہ رب العزت کا یہ بھی فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ عَظِيمًا ۖ وَالْوَدَّاعُونَ فِي الْيَدَيْنِ﴾ (مائدہ سورۃ الحد بد آیت 28)

سورۃ النفال آیت 29

"اے ایمان والو! اگر تم خدا سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لیے فیصلہ کرے گا اور تمہیں تمہارے گناہوں سے بری کرے گا اور تمہیں بخش دے گا۔" (92:8)

حافظ ابن کثیر (متوفی 777ھ) نے کہا: ابن عباد، سدی، عکرمہ، ضحاک، قتادہ اور مقاتل ابن میان سب نے فرقان کے بارے میں کہا ہے کہ اس کا مطلب ہے: (مشکل سے نکلنے کا) راستہ۔ مجاہد نے مزید کہا: "دنیا اور آخرت دونوں میں (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ"۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس کا مطلب ہے: نجات۔ اور اس کی دوسری روایت میں ہے: مدد کی جا رہی ہے۔

محمد بن اسحاق نے کہا کہ اس کا مطلب ہے: حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے کا معیار۔ ابن اسحاق کی یہ تصریح اس سے پہلے کی سب سے عام ہے اور یہ اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ چونکہ جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کر کے اس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے اور جن چیزوں سے اس کی ممانعت کرتا ہے اسے چھوڑ دیتا ہے، اسے حق کو باطل سے پہچاننے کی صلاحیت دی جائے گی۔

تقویٰ کا تصور

تقویٰ کا مطلب ہے: دل اور روح کو صاف یا پاک کرنا۔ الشمس کی بعض آیات جن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس حقیقت کو ثابت کرتی ہے:

و الشمس وضحا والقمر اذا ظلموا . والنهار اذا جلتها والليل اذا يغشها والسماء وما بنها والارض وما طحها . ونفس وما شئت ان اوتى سورة الشمس آیت 1 تا 10)
قد افلح من زكها . وقد خاب من دسها سوما _فالهيمها فجورها وتقوما

"قسم ہے سورج کی اور اس کے نکلنے والے سورج کی، اور چاند کی جب وہ سورج کے پیچھے آئے، اور دن کی جب وہ روشن ہو جائے، اور رات کی جب وہ اسے ڈھانپ لے، اور آسمان کی اور جیسا کہ اس نے اسے بنایا، اور زمین کی قسم اور جس طرح اس نے اسے پھیلایا، اور روح کی قسم اور جس طرح اس نے اس کی تشکیل کی، پھر اس میں بے حیائی اور پرہیزگاری کی سمجھ پیدا کی! بے شک وہ کامیاب ہوا جس نے اسے پاک کیا اور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا۔ [91:1-10]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشنوں میں سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حکم کے ساتھ بھیجا کہ وہ مسلمانوں کی خاص طور پر اور عام انسانوں کی روحوں کو پاک کریں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هو الذي بعث في الامين رسالهم ليتلوا عليهم آياتہ ويزكيهم ويعلمهم الكتب والحكمة . سورة الجمعة آیت 2)

”وہی ہے جو ان پڑھوں میں سے ایک رسول انہی میں سے نکلا جو ان پر اس کی آیات اور کتاب اور حکمت پڑھتا ہے اور اس سے پہلے وہ کھلی بھول بھلیوں میں پڑے تھے۔“ (26-2)

اس آیت میں لفظ حکمت کا ترجمہ اکثر حکمت کے طور پر کیا گیا ہے۔ امام شافعی، جو اسلام کے سب سے بڑے علماء میں سے ایک ہیں، کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ قرآن میں حکمت کا ذکر کرتا ہے تو اس سے مراد سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتی ہے۔ (السلام علیکم
نہیں کاموں کے ساتھ بھیجا گیا تھا :

1)قرآن پڑھنا۔

2)سنت کی تعلیم دینا۔

3)تذکیم نفس کے ذرائع بتانا۔

یہ تذکیم عبادات اور گناہوں سے بچنے سے حاصل ہوتا ہے۔
نافرمانی

تقویٰ حاصل کرنے کی شرائط

ایک شخص کو کیسے معلوم ہوگا کہ اس کی عبادات اسے تقویٰ حاصل کرنے میں مدد دے رہی ہیں؟ تقویٰ پیدا کرنے کے لیے درج ذیل شرائط کو پورا کرنا ضروری ہے:
(1)اخلاص، خلوص نیت سے کہ یہ عمل خالص اللہ کی رضا کے لیے، اس کی محبت میں، اس کے اجر و رحمت کی امید رکھتے ہوئے، نیز اس کی نافرمانی کی صورت میں اس کے غضب اور عذاب سے ڈرتے ہوئے کیا جائے۔

(2)مستند سنت کے مطابق عمل کرنا۔ عبادات کا ضروری علم حاصل کرنا جو کہ کی جا رہی ہے۔ یہ جاننے کے لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح عمل کیا اور اس عمل کی انجام دہی کے مناسب اوقات۔

اخلاص کے بارے میں، یہ عمل کرنے سے پہلے اور بعد میں موجود ہونا ضروری ہے، بغیر کسی ریا یا سمع کے (لوگوں کے دیکھنے یا سننے کے کام)۔ مثال کے طور پر، کوئی اچھا کام کرنے کے بعد، کوئی دوسروں سے کہتا ہے، "میں جو بھی اچھا کام کر رہا ہوں ان کو دیکھو"، یا "میں اتنا شاندار انسان ہوں کیونکہ میں فلاں کام کرتا ہوں"۔

یہ فارمولہ، اگر تقویٰ کے حصول کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، سائنسی ہے، اس لحاظ سے کہ اگر آپ اس پر عمل کرتے ہوئے، اس کی تمام شرائط اور ان کے حقوق کو پورا کرتے ہوئے، آپ کو تقویٰ حاصل ہو جائے گا، انشاء اللہ۔

قرآن میں تقویٰ کی اہمیت

جب ہم عبادات کے حوالے سے اسلام کے مختلف طریقوں اور تعلیمات پر نظر ڈالتے ہیں، تو ہمیں ان میں سے زیادہ تر، اگر تمام نہیں تو، لوگوں کو تقویٰ کی اس حالت کی طرف رہنمائی کرتی نظر آتی ہیں۔ مثلاً روزے کے حوالے سے

قال اللہ سبحانہ و تعالیٰ:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ والوں میں سے ہو جاؤ۔

تقویٰ کا یہ تصور، جس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے کاموں کے ذریعے اپنے آپ کو اللہ کے غضب سے بچانے کی کوشش کی جاتی ہے، ایسا صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کوئی اللہ سے بوش میں ہو۔ یہی وجہ ہے کہ تقویٰ کی اصطلاح کو انگریزی میں God-consciousness بھی کہا جاتا ہے۔ اور جب ہم نماز کے بارے میں غور کرتے ہیں تو ہم اللہ کو یہ فرماتے ہوئے پاتے ہیں کہ میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔

نماز اور عبادت کے تقریباً تمام پہلو ہمیں اللہ کے بوش و حواس میں رکھنے کے لیے کام کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص اس بوش میں ہوتا ہے، اس بات سے آگاہ ہوتا ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے، تو وہ شخص ان کاموں کی کوشش نہیں کرے گا جس سے اللہ کو راضی پس نہ کرنا۔ جب ہم اللہ کو بھول جاتے ہیں تو شیطان کھلتا ہے، وہ ہمارے قریب آ جاتا ہے، برائی کا مشورہ دیتا ہے اور ہم برائی میں پڑ جاتے ہیں۔

ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے اور وہ کرتا ہے جس کا اسے حکم دیا جاتا ہے اور جس چیز سے اسے دور رہنے کا کہا جاتا ہے اس سے باز رہتا ہے۔ تقویٰ اللہ تعالیٰ کا خوف، وہ واحد قوت ہے جو انسان کو برائی اور برائی سے روک سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہی خوف مومن کے دل کو بیدار رکھتا ہے اور اسے حق و باطل میں تمیز کرنے کے قابل بناتا ہے۔

يَتَّيِّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے" (201:3)

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ

"پس اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے"

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ ءَامَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ
وَالنَّبِيِّينَ وَءَاتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ
وَأَبْنِ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَءَاتَى الزَّكَاةَ
وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّٰبِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَآءِ
وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ

"حقیقی صداقت یہ نہیں ہے کہ آپ اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف پھیر لیں۔ ہاں اصل خوبی یہ ہے کہ اللہ اور یوم آخرت اور فرشتوں اور کتاب اور انبیاء پر ایمان ہو اور اپنا عزیز مال اللہ کی محبت کے لیے قربت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور مانگنے والوں کو دے دے۔ کو فدیہ دیتا ہے، اور نماز قائم کرتا ہے اور زکوٰۃ دیتا ہے؛ اور اپنے وعدوں کو نبھانے والے جب وعدہ کرتے ہیں اور مصائب و آلام اور صلیبی جنگ کے وقت مریدین؛ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی بات کو سچ ثابت کیا اور یہ صرف پرہیزگار ہیں۔ (2:177) گردنوں

يَتَّيِّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صحیح بات کہو۔" (07:33)

إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

"اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہیں وہ عطا کرے گا جس سے تم حق و باطل میں تمیز کر سکو گے اور تمہاری برائیاں دور کر دے گا اور تمہیں معاف کر دے گا۔ اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔" (92:8)

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۖ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

"اور جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ اس کے لیے نجات کا راستہ بنا دیتا ہے۔ اور اسے ایسی جگہ مہیا کرے گا جہاں سے اس کی توقع بھی نہ ہو۔" (3-2:56)

سبق نمبر 2 کی احادیث

إِذَا فَا ت ك إِحْل بَاء ف ا فْعَل مَا شِئْتَ

"جب تم اپنی حیا کھو بیٹھو تو جو چاہو کرو"

متلکین رنکر! ف ا ن ہ ا ن ت ع بدھلا اکن ک ت ر ا ہ , ف ا ن

"اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرنا ہے کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، کیونکہ اگرچہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے لیکن وہ تمہیں دیکھ سکتا ہے" (بخاری)۔

لیکچر نمبر : 03 خدا کی اطاعت

اکطیہ تعریف

، بطاع طاع ان میں سے ہر ایک فعل کا مطلب پیش کیا جاتا ہے۔

وہ تھا یا فرمانبردار ہو گیا یا وہ

اطاعت کی

قرآن پاک میں صرف اللہ کے لیے تخلیق اور حکم کا اثبات:

فَقَطِّعْ دَابِرَ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٥﴾

چنانچہ ان ظالموں اور ظالموں کی جھٹ کاٹ دی گئی۔ اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔" (54:7)

یقیناً، جو شخص اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اللہ ہی خالق ہے، اسے منطقی طور پر اس حکم کا اثبات کرنا چاہیے، کیونکہ جس نے بنی نوع انسان کو پیدا کیا ہے، وہی ہے جو انسانیت، دنیاوی مفادات اور آخرت میں ان کے لیے کامیابی کی ضمانت ہے۔

درحقیقت، یہ توقع کرنا مضحکہ خیز ہوگا کہ مشینری کے بالکل نئے ٹکڑے کا موجد کوئی دوسرا اس کے استعمال یا مرمت کا طریقہ بتا سکے گا۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اس کی اطاعت کریں، اور اس کے نبی کی اور ان لوگوں کی اطاعت کریں جو قیادت کے عہدوں پر ہیں:

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول اور حکمرانوں کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہیں۔ اگر آپ

يَتَّخِهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي

الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَزَّعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ

كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥١﴾

اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو کسی بات پر جھگڑا کرو، اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔ یہ اپنے نتائج میں زیادہ منفعت اور بہت بہتر ہے۔" (95:4)

اللہ کی اطاعت اس کی کتاب کی پیروی ہے اور رسول کی اطاعت سنت پر عمل کرنا ہے۔ درحقیقت فرمانبرداری کا حکم مذکورہ بالا آیت میں دو بار دہرایا گیا ہے تاکہ اس بات پر زور دیا جا سکے کہ دونوں میں سے ہر ایک پر الگ الگ اطاعت واجب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سنت درحقیقت وحی الہی ہے جس کی فراہمی کا ذمہ نبی پر عائد کیا گیا تھا۔ یہ حکم نہیں ہے، یہ قابل ذکر ہے کہ، "تم میں سے جن کو اختیار سونپا گیا ہے" سے پہلے آیت میں دہرایا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی اطاعت قرآن کے مطابق ان کے احکامات پر مشروط ہے۔

سنت۔

اس نکتے کی تاکید امام بخاری و مسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”سننا اور اطاعت ایک مسلمان کا فرض ہے، جس چیز کو وہ پسند کرے اور ناپسند کرے، جب تک کہ اسے کسی بڑے کام کا حکم نہ دیا جائے۔ اگر اسے برائی کا حکم دیا جائے تو وہ نہ سنے اور نہ مانے۔“

امام مسلم نے ابویزیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کہا)

میرے بعد تم پر حکمران ہوں گے۔ راست حکمران تم پر راستی سے حکومت کرے گا، اور بے شرم تم پر بے شرمی سے حکومت کرے گا۔ پھر ان کی بات سنا اور ان کی ہر بات مانو جو حق کے مطابق ہو۔“

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا کہ تمام اختلافی معاملات اللہ اور اس کی طرف رجوع کریں۔

پیغمبر، مزید یہ کہ اس نے اس حکم کی اطاعت کو خود ایمان سے جوڑ کر کہا:

فَإِنْ تَنَزَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ
كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾

”اگر تم میں کسی بات پر جھگڑا ہو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ اپنے نتائج میں زیادہ
منصفانہ اور بہت بہتر ہے۔“

البتہ ایسی بات کو اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے قرآن کی طرف رجوع کیا جائے۔ جب کہ اسے نبی کی طرف رجوع کرنے
کا مطلب یہ ہے کہ اسے سنت کی طرف رجوع کیا جائے۔ درحقیقت، قرآن و سنت اسلام میں قانون سازی کا جامع ماخذ ہیں، جیسا کہ
پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

مزید برآں، اللہ تعالیٰ نے اس حکم کی اطاعت کو ایمان کے ساتھ جوڑ دیا تاکہ اس بات کی طرف اشارہ کیا جا سکے کہ جو شخص اختلافی
معاملات کو احکام کے لیے شریعت کی طرف رجوع نہیں کرتا اس سے مکمل ایمان کا کوئی دعوہ قبول نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح اصول جواز
پر ایمان اور اس کے مطابق عمل کرنا اللہ اور یوم آخرت پر ایمان کا لازمی نتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی کہ اختلافی معاملات کو اللہ اور اس کے نبی کی طرف رجوع کرنا اس امت کے لیے براہ راست
وحی پر مبنی تشریحات سے بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾

یہ آپ کے لیے اچھا ہے اور بہترین تعبیر ہے۔ (4:59)

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ قانون صرف عقل سے نہیں بنایا جا سکتا، کیونکہ عقل قانون ساز نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ کے قانون کے نفاذ میں ہی بھلائی
مضمّن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح کیا کہ اس پر ایمان کا دعوہ جو اللہ کی طرف سے اس کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا گیا
تھا، (وصلی اللہ علیہ وسلم) اور اس سے پہلے کے نبی پر، جب ان لوگوں کی طرف سے بنایا گیا جو انسان کے بنائے ہوئے قوانین
اور قوانین کے مطابق حکومت کرتے ہیں جو روکتے ہیں۔ شریعت کا نفاذ اور اس کے نبی کا ثالثی فیصلہ، جھوٹا دعوہ ہے۔

پس ایمان کے تقاضے یہ ہیں کہ اہل ایمان اللہ کی شریعت کے ثالث پر بھروسہ کریں،
اور انسان کے بنائے ہوئے قوانین پر نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھائی کہ جو لوگ اس پر ایمان لانے کا دعوہ کرتے ہیں لیکن اس کی شریعت کو نافذ نہیں
کرتے وہ اپنے دعووں میں سچے نہیں ہیں۔

لہذا، حقیقی ایمان کا تقاضا ہے کہ شریعت کو ثالث بنایا جائے، کہ اس کا فیصلہ قبول کیا جائے۔
بغض و عناد کے بغیر، اور یہ کہ اسے بخوشی نافذ کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا کہ جو لوگ اس کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکومت نہیں کرتے وہ درحقیقت کافر، ظالم اور ظالم ہیں۔

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا
يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٦٠﴾

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ﴿٦٠﴾

سبق نمبر 3 کی آیات

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (۵۶)

اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر وہ میری عبادت کریں۔ (الزبیرات: 56)

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۖ

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرو گے تو برگز شمار نہ کر سکو گے۔ (النحل: 81)

كُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ۖ

ہر ایک کی نماز اور تسبیح کو یقیناً اللہ جانتا ہے

(نماز اور اس کی تسبیح)، (النور: 41)

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا (۷) فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (۸)

اور نفس کی قسم (آدم یا ایک شخص یا روح وغیرہ) اور اس کی جس نے اسے تناسب کے لحاظ سے مکمل کیا۔ پھر اس نے

اسے دکھایا کہ اس کے لیے کیا غلط ہے اور اس کے لیے کیا صحیح ہے۔

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنْتُمْ بِهِ كَاْفِرُونَ (۷۶)

تکبر کرنے والوں نے کہا کہ جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم اس کے منکر ہیں (الاعراف: 76)

فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ

پس انہیں زلزلے نے آپکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔ (الاعراف: 78)

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ

اور انہیں ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ سناؤ۔ (الشعراء: 69)

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي إِنَّكُمْ مُّتَّبِعُونَ (۵۲)

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ، یقیناً تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔

(الشعراء: 52)

كَذَّبَتْ عَادُ الْمُرْسَلِينَ (۱۲۳) إِذْ قَالَ لَهُمُ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ (۱۲۴)

عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان کے بھائی ہود نے ان سے کہا: کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے اور؟

اس کی اطاعت؟ (الشعراء: 123، 124)

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ (۱۴۱) إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ (۱۴۲)

ثمود نے رسول کو جھٹلایا۔ جب ان کے بھائی صالح (صالح) نے ان سے کہا: کیا تم ڈرتے نہیں؟
اللہ اور اس کی اطاعت؟ (الشعراۃ: 141, 142)

فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا (۱۳۱)

پس اللہ سے ڈرو، اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ (الشعراۃ: 131)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ (۳۳)

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (ص) کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔ (محمد: 33)

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۖ

جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی۔ (النساء: 80)

إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۖ

میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، تو دیکھو کیا خیال ہے؟
(الصفات: 102)

قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ

اس نے کہا اے میرے ابا جان جو آپ کو حکم دیا گیا ہے وہ کرو۔

فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ (۱۰۳)

پھر جب دونوں نے اپنے آپ کو (اللہ کی رضا کے سامنے) تسلیم کر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے اوپر سجدہ کیا۔
پیشانی (یا ذبح کرنے کے لیے اس کی پیشانی کی طرف)؛ (الصفات: 103)

ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥١﴾

یہ آپ کے لیے اچھا ہے اور بہترین تعبیر ہے۔ (4:59)

سبق نمبر 3 کی حدیث

نُصِرْتُ بِالرَّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ
(وہم یزال بخا)

اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ماہ کی مسافت کی مسافت پر (اپنے دشمنوں کو خوفزدہ کر کے) فوج دلائی۔

لیکچر نمبر :04 انبیاء کی اطاعت اور ایگزیکٹو اتھارٹی

اطاعت کی تعریف

وہ تھا یا فرمانبردار ہو گیا یا اس نے اطاعت کی۔
، بطاع طاع ان میں سے ہر ایک فعل کا مطلب پیش کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ ایک مسلمان کی زندگی اس کے روحانی اور اس کے جسمانی نفس کے درمیان مکمل اور غیر محفوظ تعاون پر مبنی ہونی چاہیے، اسی طرح پیغمبر کی قیادت زندگی کو ایک مرکب ہستی کے طور پر قبول کرتی ہے، اخلاقی اور عملی، انفرادی اور سماجی مظاہر کے مجموعی طور پر۔ یہ سنت کا گہرا مفہوم ہے۔

قرآن کہتا ہے۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

"نبی تم کو جو حکم دیں اسے قبول کرو۔ اور جس چیز سے وہ تمہیں روکے اس سے بچیں"

یہود اکہتر فرقوں میں بٹ گئے، عیسائی تہتر فرقوں میں بٹ گئے اور مسلمان تہتر فرقوں میں بٹ جائیں گے۔ (جامی، ترمذی) اس سلسلے میں ذکر کیا جا سکتا ہے۔ عربی استعمال نمبر 70 اکثر "بہت سے" کے لیے کھڑا ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ اس حقیقی، ریاضی کے اعداد و شمار کو ظاہر کرے۔ تو ظاہر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کہنا مقصود تھا کہ مسلمانوں میں فرقے اور فرقے بہت زیادہ ہوں گے، حدیث کہ یہود و نصاریٰ سے بھی زیادہ۔

اور اس نے مزید کہا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ
بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ
وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿١٥﴾

"نہیں، تیرے رب کی قسم! وہ اس وقت تک ایمان کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ آپ (اے محمد ﷺ) کو اپنے آپس کے جھگڑے کا فیصلہ کرنے والا نہ بنائیں اور آپ جو فیصلہ کریں اس کو اپنے دل میں ناپسند نہ کریں اور پوری اطاعت کے ساتھ سر تسلیم خم کر دیں۔

اور:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣١﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ
لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٣٢﴾

"کہم دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، اور اللہ بخشنے والا، فضل کرنے والا ہے، کہم دو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ منہ موڑیں دیکھو، خدا کافروں سے محبت نہیں کرتا، (سورہ 3: 31-32)

اس لیے نبی کی سنت، قرآن کے بعد، سماجی اور ذاتی سلوک کے اسلامی قانون کا دوسرا ماخذ ہے۔ درحقیقت ہمیں سنت کو قرآنی تعلیمات کی واحد صحیح تفسیر سمجھنا چاہیے۔ قرآن کریم کی بہت سی آیات کا ایک تشبیہاتی مفہوم ہے اور ان کو الگ الگ طریقوں سے سمجھا جا سکتا ہے جب تک کہ تفسیر کا کوئی قطعی نظام نہ ہو۔ اور اس کے علاوہ، عملی اہمیت کی بہت سی چیزیں ہیں جن کا قرآن میں واضح طور پر ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

مقدس کتاب میں غالب روح، یقینی طور پر، ہر جگہ یکساں ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ ہمیں جو عملی رویہ اختیار کرنا ہے وہ ہر فضول میں کوئی آسان بات نہیں ہے، جب تک کہ ہم یہ مان لیں کہ اس کا

کتاب خدا کا کلام ہے، شکل اور مقصد کے اعتبار سے کامل ہے، اس کا واحد منطقی نتیجہ یہ ہے کہ اس کا مقصد کبھی بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی رہنمائی سے آزادانہ طور پر استعمال نہیں کیا گیا جو سنت کے نظام میں موجود ہے۔ اس باب کے مقاصد کے لیے درج ذیل عکاسی کافی ہونی چاہیے۔ ہمارا استدلال ہمیں بتاتا ہے کہ قرآنی تعلیمات کا اس سے بہتر کوئی اور ترجمان نہیں ہو سکتا جس کے ذریعے وہ انسانیت پر نازل ہوئیں۔

یہ نعرہ جو ہم آئے دن اکثر سنتے ہیں، "آئیے قرآن کی طرف واپس چلیں، لیکن سنت کے پیروکار نہ بنیں"، محض اسلام سے ناواقفیت کا اظہار کرتا ہے۔ ایک محل میں داخل ہوں لیکن حقیقی چابی استعمال نہیں کرنا چاہتے، جو اکیلے ہی کھلی ہوئی ہے، دروازہ۔

اور اس طرح ہم اس اہم سوال کی طرف آتے ہیں جو کہ ان ذرائع کی صداقت کے بارے میں ہے، جو ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور اقوال کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ مآخذ احادیث ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی وہ روایات جو آپ کے صحابہ نے بیان کیں اور منتقل کیں اور اسلام کی پہلی چند صدیوں میں تنقیدی طور پر جمع کی گئیں۔ بہت سے جدید مسلمان یہ دعوے کرتے ہیں کہ وہ احادیث کے جسم پر بھروسہ نہیں کر سکتے جس پر یہ ٹکی ہوئی ہے۔ اصولی طور پر حدیث کی سند اور اس لیے سنت کے پورے ڈھانچے کا انکار کرنا ہمارے دور کا فیشن بن گیا ہے۔

آپٹھارےکٹنو انھارٹی

اسلامی نظام میں ایگزیکٹو انھارٹی کا کردار بنیادی طور پر ان لوگوں کے لیے شریعت کے نفاذ کو یقینی بنانا ہے جو اسلامی ریاست کے باشندوں میں اس کی پیروی کرتے ہیں، یا تو ان کے اسلام پر ایمان کی وجہ سے، یا ان کے تحفظ کی خواہش کی وجہ سے، اس طرح، اسلامی ریاست اپنی رعایا سے کسی نئی قسم کی قانونی پابندی کا تقاضا نہیں کرتی ہے، بلکہ وہ اس کو نافذ کرتی ہے جو ان کا ایمان ان سے چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی نظام انسانوں کے بنائے ہوئے تمام نظام حکومت سے مختلف ہے جس میں شہری ایسے لوگوں کے احکام کے تابع ہوتے ہیں جو خود سے بے نیاز ہوتے ہیں۔

ایسی حکومتیں اپنے شہریوں کی فرمانبرداری کا تقاضا کرتی ہیں یہاں تک کہ طاقت کے زور پر۔

مسلمان، اللہ پر اپنے ایمان کی وجہ سے، شریعت کا پیروکار ہے۔ اسے یقین ہے کہ یہ وہ سچائی ہے جس کے باہر کوئی سچائی نہیں ہے، اور یہ کہ وہ انصاف کا مجسمہ ہے جس کے باہر کوئی انصاف نہیں۔ اس کے ایمان کے تقاضوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمان ہر اس معاملے میں اللہ کے حکم کے سامنے سرتسلیم خم کرے جس میں اس کا اور دوسرے کا اختلاف ہو۔ اور یہ کہ اس کے دل میں شرعی حکم کے بارے میں کوئی بغض نہ پائے، چاہے وہ اس کی اپنی خواہشات کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس فیصلے کو قبول کرے اور اس پر عمل درآمد کرے کیونکہ حقیقت میں اس کے نفاذ میں شمار ہوگا۔ مسلمان کے لیے ایک نیک عمل، اور عبادت کی ایک قسم ہوگی جس کا اسے اجر دیا جا سکتا ہے۔ دوسری طرف اس کا شریعت کی سزا پر عمل کرنے سے انکار ایک ایسا عمل ہوگا جس کی سزا اسے دی جا سکتی ہے۔

اللہ نے فرمایا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ
بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ
وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾

’’نہیں، تیرے رب کی قسم! وہ اس وقت تک ایمان کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ آپ (اے محمدﷺ) کو اپنے آپس کے جھگڑے کا فیصلہ کرنے والا نہ بنائیں اور آپ جو فیصلہ کریں اس کو اپنے دل میں ناپسند نہ کریں اور پوری اطاعت کے ساتھ سرتسلیم خم کر دیں۔

اگر مسلمان اپنا فرض ادا کرنے میں ناکام ہو جائے تو اسلامی ریاست میں انتظامی اختیار کرے گا۔ اسے اپنی ذمہ داری کو پورا کرنے اور اللہ کے ساتھ اپنے عہد کو پورا کرنے پر مجبور کرنا۔

چنانچہ اسلامی آئینی فہم کے موضوع پر جو وگ لکھے گئے ہیں، انھوں نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ اسلامی ریاست کے نمائندوں، خلیفہ اور اس کے معاونین، گورنروں، ججوں اور دیگر سرکاری ملازمین کا کردار عقیدہ اور فہم کا دفاع ہے۔ مسلمانوں کے دنیاوی امور کا انتظام۔

درحقیقت یہ خلاصہ اسلامی قانونی کے مفہوم پر ایک جامع اور روشنی ڈالتا ہے۔ کنٹرول اور اس کی ورزش۔

اسلامی ریاست کی طرف سے اس انتظامی کام کا عہدہ درحقیقت اس کے جواز کی بنیاد ہے۔

امت اسلامیہ کو عطا کردہ اختیار کا

اس طرح اگر ریاست اپنے فرائض میں کوتاہی برتنی ہے تو وہ اپنے اختیار کی بنیاد اور اس کی وجہ کو کھو دیتی ہے۔
وجود

اگر اسلامی ریاست اپنی قانونی حیثیت کے تحفظ کی ذمہ دار ہے، تو اس کے انتظامی حکام، جس کی نمائندگی ایمان، گورنر اور ریاست کے ملازمین کرتے ہیں، انتظامیہ اور امور مملکت کے انتظام میں اس کی قانونی حیثیت سے دستبردار نہیں ہوسکتے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایسا کچھ بھی کرتا ہے جس پر اس طرح کے ضابطے یا فیصلوں کی تعمیل یا تعمیل کرنے کا پابند نہیں ہوگا۔ مزید برآں، اگر اس نے جو کچھ کیا ہے وہ مادی نوعیت کا ہے اور کسی فرد یا گروہ کو نقصان یا چوٹ پہنچاتا ہے، تو چیف ایگزیکٹو کو اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ عدالتوں یا محتسب کے ذریعے اس طرح کے نقصان کا معاوضہ فراہم کیا جائے۔

خلیفہ ابوبکر نے خلیفہ بننے کے بعد اپنے پہلے خطاب میں اپنے اصول کا اعلان یہ کہہ کر کیا۔

میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں اگر کبھی میں ان کی نافرمانی کروں تو تمہاری ضرورت ہے۔
اب میری بات نہیں ماننا۔

تمام صحیح راہنمائی والے خلفاء اور ان کے بعد عادل ائمہ نے شریعت کے اسی اصول کی پیروی کی جو شرعی نمونہ کے ایک مجموعے سے معلوم ہوا ہے جو اجتماعی طور پر لیا گیا ہے، اس کے لیے مستقل اختیار ہے۔ پھر یہ ہمیں اسلام میں حکومت کے اہم ترین اصولوں میں سے ایک کی طرف لے جاتا ہے۔

سیدنا چوتھے خلیفہ علی عنا ہلا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار میں سے ایک شخص کو اس کا سپہ سالار بنا کر ایک فوجی مہم روانہ کی۔ روانہ ہوا، کمانڈر نے یہ کہہ کر اپنے جوانوں کی سنجیدگی کو جانچنے کی کوشش کی۔ کیا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا تھا؟ جواب میں انہوں نے کہا لیکن یقیناً، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ فرمایا: کچھ سوکھی لکڑیاں جمع کر لو، میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہاری مرضی کہ تم اس آگ میں قدم رکھو گے، پھر ایک جوان سپاہی نے دوسرے سے کہا کہ تم جہنم کے پہلے حصے سے بھاگے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ پھر اگر وہ تمہیں اس میں قدم رکھنے کا حکم دے تو راوی نے کہا۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اگر تم اس میں قدم رکھتے تو کبھی اس سے باہر نہ نکلتے، اطاعت صرف تقویٰ کے معاملے میں واجب ہے۔ بخاری و مسلم نے اسے روایت کیا ہے)۔

سبق نمبر 4 کی آیات

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۳۱)
قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ (۳۲)

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم (واقعی) اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو (یعنی اسلامی توحید کو قبول کرو، قرآن و سنت کی پیروی کرو)، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ بخشنے والا مہربان، کہہ دو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ منہ موڑ لیں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا (آل عمران: 32، 31،

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۖ

جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی۔ (النساء: 80)

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ ۖ

جو لوگ ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ (۱) مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ (۲) وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ (۳) إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (۴)

ستارے کی قسم جب وہ ڈوب جائے (یا غالب ہو جائے) آپ کا سانہی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ گمراہ ہوا ہے اور نہ گمراہ ہوا ہے۔ اور نہ ہی وہ (اپنی) خواہش کی بات کرتا ہے۔ یہ صرف ایک الہام ہے جو الہام ہوتا ہے۔ (النجم: 1-4)

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۖ

بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔
اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ (الفتح)

وَمَا رَمَيْتْ إِذْ رَمَيْتَهُ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۖ

اور جب تم نے پھینکا تو تم نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا۔ (الانفال: 71)

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ قَارَىٰ قَوْراً عَظِيماً (۷۱)

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ص) کی اطاعت کرتا ہے اس نے واقعی بڑی کامیابی حاصل کی (یعنی اسے جہنم کی آگ سے بچا کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا)۔ (الاحزاب: 71)

فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخَذَةً رَّابِيَةً (۱۰)

اور انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اس نے انہیں سخت عذاب دیا۔ (الحق: 10)

يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُوا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ بِهِمُ الْأَرْضُ

اس دن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کی وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ زمین میں دفن ہوتے (النساء: 24)

أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رَحِمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ

(وہ) کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں۔ (الفتح: 29)

سبق نمبر 4 کی حدیث

لَطِيفٌ عَلِيمٌ ۖ

خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں (صحیح مسلم)

لیکچر نمبر : 05 اخلاص (اخلاص)

إِنَّا أَرْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ﴿٢﴾ أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ

"بے شک ہم ہی ہیں جنہوں نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے، لہذا آپ اللہ کی بندگی کرتے ہوئے اسے پیش کریں۔
مخلصانہ عقیدت، کیا یہ اللہ کے لیے نہیں ہے کہ سچی عبادت واجب ہے؟

اخلاص کی تعریف

اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ کسی کی اطاعت میں صرف اللہ کی مشیت ہو۔ مقصد صرف اللہ کی قربت اور خوشنودی ہونا چاہیے۔ یہ مقصد ذاتی مفاد یا دوسروں کی خوشنودی سے آلودہ نہیں ہونا چاہیے۔

اخلاص کی نوعیت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بنی نوع انسان کو جو اخلاقی رہنمائی فراہم کی گئی ہے، وہ ہمارے عاجزانہ خیال میں، اخلاص (اعمال میں اخلاص) اور لُہیت کی تعلیم سے تکمیل کو پہنچتی ہے۔ یا، دوسرے لفظوں میں، اللہ کے لیے اخلاص اور یک جہتی کی عقیدت، اخلاقیات کی کتاب کے آخری سبق، اور اخلاقی اور روحانی ترقی کے اعلیٰ ترین مرحلے کی نشاندہی کرتی ہے۔

اخلاص اور لُہیت کا مختصراً یہ مطلب ہے کہ ہر نیک کام اللہ کی رضا اور اس کے کفارے کے لیے کیا جائے، تاکہ ہمارا آقا و مولا ہم سے راضی ہو جائے اور اپنا فضل و کرم فرمائے اور ہم اس سے محفوظ رہیں۔ اس کا غصہ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر زور دیا ہے کہ یکدم عقیدت سب سے اہم حصہ ہے یعنی باطنی حقیقت -تمام اچھے اور نیک اعمال اور طرز عمل کا۔ کیا بظاہر اچھے اعمال اور اخلاق میں خلوص اور نیت کی پختگی کے جذبے سے محروم ہونا چاہئے اور خدا کی خوشنودی اور ثواب کی تلاش کے علاوہ کسی اور خواہش، مقصد کی خواہش، جیسا کہ نیک نامی کمانا، وہ اللہ کی کمانی کی نظر میں کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔

اس کو مختلف الفاظ میں دیکھا جائے تو رب کی رضا اور آخرت کا اجر جو کہ تمام نیکیوں کا اصل پھل اور نتیجہ ہے اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کا بنیادی مقصد اور نصب العین ہونا چاہیے، صرف نیکی کرنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن جب یہ اعمال بھی اللہ کی رضا اور آخرت کے ثواب کے حصول کی نیت سے کیے جائیں۔ یقیناً یہ دوسری صورت میں ہو سکتا ہے، کیوں کہ کیا ہم اپنے معاملات میں اسی اصول پر عمل نہیں کرتے؟

فرض کریں کہ کوئی ہماری خدمت عقیدت سے کرتا ہے اور ہمارے آرام کے لیے ہر طرح کا کام کرتا ہے، لیکن کسی نہ کسی طرح ہمیں یہ احساس ہو جاتا ہے کہ اس کے دل میں اخلاص ہے اور اس کی لگاؤ اور فرض شناسی کسی خود غرضی کی وجہ سے ہے، تو کیا اس سے ہم پر کوئی اچھا اثر پڑے گا؟ ہاں معاملہ اللہ کے ساتھ اس اضافی فرق کے ساتھ ہے کہ جب ہم نہیں جانتے کہ دلوں میں کیا پوشیدہ ہے، اللہ تعالیٰ ہر جگہ، ایک ہی وقت میں موجود ہے اور ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ اس طرح وہ صرف ان بندوں کے اعمال کو قبول کرتا ہے جو اس کی خاطر اچھے اور نیک کام کرتے ہیں اور اس پر اپنی رحمتیں نازل کرتے ہیں۔ اور اس کی رحمت اور احسان کا پورا اظہار آخرت میں ہو گا جو کہ آخری جزا کا مقام ہے۔

اس کے برعکس جو لوگ نیکی کرتے ہیں اور نام کمانے کے لیے نیک اعمال کرتے ہیں یا اسی طرح کے کام کرتے ہیں وہ دنیا میں اپنا سامان تو حاصل کر سکتے ہیں لیکن رب کی رحمت سے محروم ہی رہیں گے اور آخرت میں پوری طرح ظاہر ہو جائے گا۔ دن

اس سلسلے میں رسول اللہ کا یہ مشہور قول بنیادی اہمیت کا حامل ہے کہ: اعمال کا فیصلہ نیتوں کے مطابق ہوتا ہے۔ ہم نے اسے تفصیلی وضاحتی نوٹ کے ساتھ موجودہ کتاب کے سر پر رکھا ہے۔ یہاں ایک بار پھر اس پر جاننا غیر ضروری ہوگا، لیکن اسی نوعیت کی چند دوسری روایات ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

نیکی خواہ کیسی ہی کیوں نہ ہو اور خواہ کتنی ہی کم کیوں نہ ہو، اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو اس میں برکت ہو گی، خواہ کوئی مددگار نہ ہو۔ ثواب میں اخلاص کے تناسب سے اضافہ ہوگا۔

راز اخلاص کی ڈگری ہے۔ صحابہ میں اخلاص بہت زیادہ افضل ہے۔ دوسروں میں اخلاص۔ ان کا صلہ ان کے خلوص اور محبت کے لحاظ سے ہے۔

اخلاص کا اعلیٰ ترین مرحلہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی عمل کو انجام دینا ہے، مخلوق کا کسی کے مقصد سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ اخلاص کا ایک کم درجہ یہ ہے کہ یہ عمل لوگوں کو خوش کرنے کے لیے کیا جاتا ہے لیکن اس میں کسی دنیاوی فائدے کی خواہش نہیں ہوتی۔ مقصد محض دوسروں کو خوش کرنا تھا۔ اخلاص کا تیسرا درجہ بغیر کسی مقصد کے عمل کرنا ہے۔ مقصد نہ دین ہے نہ دنیا۔ یہ بھی اخلاص ہے یعنی ریا کا عدم ہونا۔

اللہ ان باتوں کا لحاظ کرتا ہے جو دلوں میں ہے ان اہل ال بنظر الی سورکم واموالکم ولكن بنظر الی قلوبکم واعمالکم

سیدنا ابوبریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تمہاری سورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کا خیال رکھتا ہے۔ (مسلمان)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدائی پسندیدگی یا قبولیت کا انحصار کسی کی شکل و صورت یا دولت پر نہیں ہوتا بلکہ اس کے دل و دماغ کی حالت پر ہوتا ہے۔ اللہ صرف ہماری نیتوں اور نیتوں کی بنیاد پر فیصلہ کرتا ہے اور مانگتا ہے۔

سبق نمبر 5 کی آیات

إِنَّ الْمُتَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا (۱۴۵)

ہے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔ تم ان کے لیے کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔ (النساء: 145)

وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا إِلَى شَيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزَؤُونَ (۱۴)

اور جب وہ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں لیکن جب اپنے شیاطین کے ساتھ تنہا ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ مگر مذاق اڑانے والا۔ (البقرہ: 41)

بَشِّرِ الْمُتَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا (۱۳۸)

منافقوں کو بشارت دے دو کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(النساء: 138)

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ (۲) أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا

لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى

بیشک ہم نے آپ پر حق کے ساتھ یہ کتاب نازل کی ہے، پس آپ صرف اللہ کی رضا کے لیے دینی عمل کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں، (اور دکھاوے کے لیے نہ ہوں، اور اس کے ساتھ حریف نہ بنائیں)۔ عبادت میں)۔ بے شک دین (یعنی عبادت اور اطاعت) اللہ کے لیے ہے۔

صرف اور جو لوگ اس کے سوا اولیاء (محافظ و مددگار) بناتے ہیں (کہتے ہیں کہ) ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔

قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ (۲۹)

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہم دو کہ میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور (فرمایا ہے) کہ تم ہر عبادت گاہ میں صرف اسی کی طرف منہ کرو (یعنی اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور نماز کے وقت قبلہ یعنی کعبہ مکہ کی طرف منہ کرو)۔ نمازوں میں (اور دوسرے جھوٹے معبودوں اور بتوں کا سامنا نہ کرنا) اور اس سے صرف اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور اس نیت سے کہ تم اپنے اعمال صرف اللہ کی رضا کے لیے کر رہے ہو۔ جس طرح اس نے تمہیں ابتداء میں پیدا کیا، اسی طرح تم (قیامت کے دن) دو گروہوں میں پیدا کیے جاؤ گے، ایک مبارک (مومن) اور دوسرا بدبخت (کافر)۔ [(الاعراف: 29)

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِكِ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ (۶۵)

اور جب وہ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اپنے ایمان کو صرف اسی کے لیے خالص کرتے ہوئے اللہ کو پکارتے ہیں، لیکن جب وہ انہیں بحفاظت زمین پر لاتا ہے تو دیکھو وہ اپنی عبادت کا حصہ دوسروں کو دیتے ہیں۔ (العنکبوت: 65)

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى ۖ لَّهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور ان کے نفقوں کو ان کی سخاوت کی یاد دلانے یا تکلیف پہنچانے کے بعد نہیں کرتے، ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔ (البقرة: 262)

لَا تُجِلُّوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى

اپنی سخاوت کی یاد دہانی کر کے یا تکلیف پہنچا کر اپنے صدقات کو ضائع نہ کریں۔ (البقرة: 264)

إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشَّمَالِ قَعِيدٌ (۱۷) مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (۱۸)

(یاد رکھو!) کہ دو وصول کرنے والے (ریکارڈنگ فرشتے) وصول کرتے ہیں (ہر انسان بلوغت کی عمر کو پہنچنے کے بعد)، ایک دائیں طرف بیٹھا ہے اور دوسرا بائیں طرف (اس کے اعمال کو نوٹ کرنے کے لیے)۔ وہ (یا وہ) ایک لفظ بھی نہیں بولتا، لیکن اس کے پاس ایک نگہبان تیار ہے (اسے لکھنے کے لیے)۔ (کہف: 17، 18)

قَالَ فِعْزَتِكَ لِأَغْوَيْتَهُمْ أَجْمَعِينَ (۸۲) إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ (۸۳)

[ابلیس (شیطان)] نے کہا: "تیری قدرت کی قسم، پھر میں ان سب کو ضرور گمراہ کر دوں گا، سوائے تیرے برگزیدہ بندوں کے ان میں سے (وفادار، فرمانبردار، توحید کے سچے مومن)" (سعد: 82، 83)

وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنْثُورًا (۲۳)

اور ہم ان (کافروں، مشرکوں، گنہگاروں وغیرہ) کے اعمال کی طرف رجوع کریں گے، اور ہم ان اعمال کو خاک کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح کر دیں گے۔ (النفران: 32)

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ (۲) أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۚ

بیشک ہم نے آپ پر حق کے ساتھ یہ کتاب نازل کی ہے، پس آپ صرف اللہ کی رضا کے لیے دینی عمل کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں، (اور دکھاوے کے لیے نہ ہوں، اور اس کے ساتھ حریف نہ بنائیں)۔ عبادت میں)۔ بے شک دین (یعنی عبادت اور اطاعت) صرف اللہ کے لیے ہے۔ (الزمر: 2، 3)

سبق نمبر 5 کی احادیث

ان اهل ينظر الي سوركم واموالكم ولكن ينظر الي قلوبكم واعمالكم

لع فتم) (م)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دل اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے“۔

(صحیح مسلم، 33)

فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ فَهَجْرَتُهُ إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا أَوْ امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهَجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ "

پس جس نے اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہجرت کی، اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لیے تھی۔ اور جس نے دنیاوی فائدے کے لیے یا کسی عورت سے شادی کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اسی چیز کے لیے تھی جس کے لیے اس نے ہجرت کی تھی۔ (صحیح البخاری 5070)

لیکچر نمبر : 06 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق

اخلاقیات کی تعریف

اخلاق حسنہ یا شائستگی کا ایک ہی معنی ہے۔

جیسا کہ امام غزالی نے کہا ہے کہ اخلاقیات کا مفہوم ہے:

" اخلاقیات انسانی فطرت کی اس حالت کا نام ہے جس کے لیے انسان بہت آسانی سے اور آسانی سے کوئی کارروائی کی۔

اسلام میں اخلاقیات کا مقام

جن چیزوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان لانے کے بعد سب سے زیادہ زور دیا ہے اور کہا ہے کہ انسانوں کی سعادت اور نجات انہی پر منحصر ہے، ان میں سے ایک حسن اخلاق اور اعلیٰ صفات کی آبیاری ہے۔ سیرت، برائی اور ناپاک رویے سے بچنا، اور بری عادات و اطوار سے پرہیز کرنا۔ قرآن مجید میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظہور کی تعریف کی گئی ہے، وہیں مردوں کو پاک کرنے پر بھی زور دیا گیا ہے۔ اور انہیں پاکیزہ بنانا اس کے مشن کا خاص حصہ ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ
وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾

تغذیس کے مقصد اور ڈیزائن میں اخلاقی اصلاح اور ترقی کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "مجھے اللہ تعالیٰ نے اخلاقیات سکھانے کے لیے اٹھایا ہے۔" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اخلاقی اصلاح اور بلندی پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کے اہم مقاصد اور مقاصد میں سے تھی اور یہ ان کی شاندار کاوش کا ایک بنیادی حصہ ہے۔ انسان کی زندگی کو ڈھالنے میں ایک اہم حصہ۔

اچھے اخلاق کا حامل شخص نہ صرف خود ایک خوشگوار اور پرسکون زندگی گزارے گا بلکہ اس کا وجود دوسروں کے لیے بھی سکون کا باعث ہوگا۔ دوسری طرف، اگر اس کا سماجی رویہ اور اخلاق خراب ہے تو اس کی زندگی حقیقی خوشی سے خالی ہو جائے گی، اور وہ اپنے رشتہ داروں اور اپنے اردگرد کے تمام لوگوں کی زندگیوں کو بھی دکھی کر دے گا۔

یہ اچھے یا برے سلوک کے تیار، دنیاوی اثرات ہیں جو ہم اپنے روزمرہ کے وجود میں محسوس کرتے ہیں، لیکن آخرت کی ہمیشہ کی زندگی میں اس سے کہیں زیادہ سنگین نتائج برآمد ہوں گے۔ اعلیٰ اخلاق کا نتیجہ آخرت میں رب کی خوشنودی اور جنت ہے جب کہ برے اخلاق اور برے اعمال کا نتیجہ اللہ کا غضب اور جہنم کی آگ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد (اخلاقی اصلاح سے متعلق دو طرح کا ہے: ایک وہ جس میں آپ نے اصول کے طور پر اخلاقی بھلائی پر زور دیا ہے، اچھی اور نیک عادات کی اہمیت اور اہمیت کو بیان کیا ہے، اور انوکھی عادات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ اجر آخرت میں ملنے والا ہے، اور دوسرا وہ جس میں کسی خاص اخلاقی صفت کو حاصل کرنے یا اس سے بچنے کی نصیحت اور ہدایت ہے۔

حسن اخلاق کی اہمیت

عن عبد ہلال بن عمرو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من خیارکم احسنکم اخلاقا (رواہ البخاری ومسلم)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بخاری و مسلم)

"تم میں سے بہترین وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں"

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکمل المؤمنین ایمانا احسنہم خلقا (رواہ ابو داود)

ہم سے ابوبریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں وہ ایمان میں کامل ترین ہیں۔

تفسیر:

اور آداب کے درمیان ایک متعین رشتہ ہے۔ جس کے پاس کامل عقیدہ ہے یقیناً اس کے اخلاق بہت اچھے ہیں۔ اسی بنیاد پر وہ اخلاق بہت اچھے ہوں وہ کامل مومن ہے۔ یہ سمجھنا چاہیے کہ ایمان کے بغیر انسان کا طرز عمل یعنی وہ کوئی بھی عمل جو وہ کرتا ہے عقیدہ جس کے ہے معنی ہے۔ ایمان پر عمل اور ہر تقویٰ کی روح اور محرک ہے۔ اس طرح اگر ہم کسی ایسے شخص کو دیکھیں جس کے اخلاق حسنہ ہوں لیکن اخلاقی طور پر آداب کی تصویر ہو اور اللہ کے نزدیک اس کی کوئی قدر نہ ہو۔

اَللّٰہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ

کامل انسانی فطرت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی تمام صفات، عادات اور آداب میں کسی بھی طاقتور کو ممتاز کرتی ہے، ان تمام صفات اور خوبیوں کو سمجھنا اور بیان کرنا انسانی استطاعت سے باہر ہے، کیونکہ وہ تمام فضیلتیں ہیں تصور کیا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قابل حصول ہے۔

فلله الحمد رب العلمین

تمام جہانوں کا پالنے والا (کیونکہ وہ تمام بھلائیوں کا مالک ہے) اللہ تعالیٰ ان کو اور ان کے اہل و عیال کو ان کے حسن و جمال اور کمال کے لحاظ سے برکت عطا فرمائے۔ (مدارج النبوة)

خصوصی امتیاز

ایمان نووی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی تہذیب میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام فضیلتیں اور خوبیاں سیرت و عادات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں جمع کر دیا تھا۔ (اللہ تعالیٰ نے) اسے قدیم اور بعد کے لوگوں کے تمام علم سے نوازا تھا، یہاں تک کہ وہ ان پڑھ سمجھے بولے نہ تھے۔ لکھنے پڑھنے سے قاصر تھے اور کوئی انسانی استاد نہیں تھا۔ اس کے باوجود اسے ایسا علم عطا کیا گیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے کسی اور کو نہیں دیا تھا۔ اسے دنیاوی خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں لیکن اس نے آخرت کو دنیاوی دولت پر ترجیح دی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم و حکمت کے سب سے بڑے مالک تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ شریف، عدل و انصاف اور بردبار، نیک و پاکیزہ، رحم دل، صبر کرنے والے اور بردبار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام آدمیوں سے خوش نصیب ہیں، بخاری و مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ہر کسی سے زیادہ خوبصورت، دلیر اور سخی تھے کیونکہ وہ تمام آدمیوں میں سب سے زیادہ شریف تھے، اور سب سے زیادہ ہموار تھے، یقیناً ان خوبیوں کے حامل کے اعمال اور اعمال بہترین اعمال کا نمونہ ہوں گے، وہ حسین ترین چہرے کا مالک ہو گا اور اس کی سیرت اعلیٰ ترین معیار کی ہو گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے جسمانی اور روحانی کمالات کی تمام صفات کا مجموعہ تھے۔

طویل تکلیف اور بخشش

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر، طویل تکالیف اور عفو و درگزر نبوت کی اعلیٰ ترین صفات ہیں۔ ایک روایت کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی ذاتی یا مالی معاملے کا بدلہ نہیں لیا۔ جس نے ہر اس چیز کو حلال (حلال) قرار دیا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا، لیکن یہ انتقام بھی صرف اللہ کی ذات کے لیے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت زنج و غم میں مبتلا کیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اپنے آپ کو دکھ دینے اور معاف کرنے پر اکتفا کیا، بلکہ ان پر ترس کھا کر ان کے گھر اور جہالت کی معافی بھی مانگی۔ اور کہا:

اللہم اھدنی قومی فنہم ال یعلمون

"اے اللہ! میری قوم کو سیدھا راستہ دکھا، کیونکہ وہ نہیں جانتے" ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں:

اللہم اغفرلہم

"اے اللہ! انہیں معاف کر دو"

وہ بھی شامل ہیں، جب اس پر غمگین صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کاش تم ان پر لعنت بھیجتے کہ وہ فنا ہو جاتے۔" اس نے جواب دیا، "میں لعنت کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا ہوں، بلکہ لوگوں کو حق کی طرف بلانے کے لیے اور مخلوق کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" نبیؐ (وہ)۔

اس کے کلام کو برقرار رکھنا

غزوہ بدر کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اور وہ ہر اس ہاتھ کے محتاج تھے جو وہ اکٹھا کر سکتے تھے، حذیفہ بن یمان اور ان کے دو ساتھی ابو حصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ صلی (اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہم ابھی مکہ سے آرہے ہیں، کافروں نے ہمیں راستے میں پکڑ لیا تھا اور اس شرط پر چھوڑ دیا تھا کہ ہم آپ کی طرف سے نہیں لڑیں گے، ہم نے جبر پر راضی کیا، لیکن ہم کریں گے۔ کافروں سے ضرور لڑو۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "برگز نہیں! اپنی بات رکھو، اور میدان جنگ چھوڑ دو، ہم (مسلمان) ہر حال میں اپنی بات پر قائم رہیں گے، ہمیں صرف اللہ کی مدد چاہیے" (مسلم)۔

حضرت عبداللہ بن ابی حماد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبوت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز خریدی تھی۔ تھوڑی دیر میں واپس آجاؤ۔ لیکن بات کسی طرح میرے ذہن سے نکل گئی اور تین دن کے بعد جب میں موقع پر پہنچا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا (ابھی تک یہیں انتظار کر رہے ہیں، آپ نے صرف اتنا کہا کہ آپ نے مجھے بڑا کر دیا۔ میں یہاں تین دن سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔" اس واقعہ میں ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور عہد وفا کی ایک بہترین مثال ملتی ہے۔

(مدارج النبوة)

سبق نمبر 6 کی آیات

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ

محمد (ص) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں۔ (الفتح: 29)

وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ (۳) وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ (۴)

اور یقیناً آپ کے لیے ایک نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ اور آپ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اعلیٰ اخلاق پر ہیں۔ (القلم: 3، 4)

قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا (۱۰) رَسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّیُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۖ

بیشک اللہ نے تم پر ایک نصیحت (یہ قرآن) نازل کیا ہے۔ (اور آپ کے پاس ایک رسول بھیجا ہے) جو آپ کو اللہ کی آیات (قرآن) پڑھ کر سناتا ہے جس میں واضح وضاحتیں ہیں، تاکہ وہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو اندھیروں سے نکالے۔ شرک اور کفر) نور (توحید اور سچے عقیدے) کی طرف۔ (الطلاق: 10، 11)

مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ (۳۱)

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ (۱۲۸)

یہ اس (محمد ص) کو غمگین کرتا ہے کہ آپ کو کوئی چوٹ یا مشکل پہنچے۔ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر فکر مند ہیں (صحیح ہدایت پانے، اللہ سے توبہ کرنے، اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی اور معافی مانگنے کے لیے، تاکہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ اور جہنم کے عذاب سے بچ جاؤ)۔ مومنوں کے لیے (وہ) رحم کرنے والا، مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ (التوبہ: 128)

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۱۲۹)

اے ہمارے رب ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج (اور بے شک اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر ان کی دعا کا جواب دیا) جو ان پر تیری آیات پڑھے اور انہیں کتاب (اس قرآن) اور حکمت کی تعلیم دے۔ اسلامی قوانین اور فقہ یا حکمت یا نبوت وغیرہ کا مکمل علم) اور ان کی تقدیس فرما، بے شک تو غالب، حکمت والا ہے۔" (البقرة: 129)

حدیث نمبر 6

إِنْ مِنْ خَيْرِكُمْ أَحْسَنَكُمْ أَخْلَاقًا

"تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو تم میں سب سے اچھا اخلاق ہو۔" (بخاری و مسلم)

أَكْمَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا

"ایمان میں سب سے کامل ایمان والے وہ ہیں جن کا اخلاق بہترین ہے" (ترمذی)

بِعِثْتَ لَأَتَمَّ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ

"مجھے اچھے کردار کے لیے بھیجا گیا تھا۔" (ترمذی)

لَا تُزَيِّبْ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَأَنْتُمْ الطُّلَفَاءُ

"تم پر کوئی الزام نہیں، تم آزاد ہو" (ابن اسحاق)

لیکچر نمبر: 07

عملی قانون (عبادت)

فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٣٥﴾

"پھر اللہ سے رزق تلاش کرو، اس کی بندگی کرو اور اس کا شکر ادا کرو، اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔"

أَتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى
عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ﴿٣٦﴾

آپ کی طرف وحی کے ذریعہ جو کتاب بھیجی گئی ہے اسے پڑھو اور نماز قائم کرو کیونکہ نماز بے حیائی اور بے انصافی کے کاموں سے روکتی ہے۔ اور اللہ کا ذکر (زندگی کی) سب سے بڑی چیز ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو"

عبادت کے لغوی معنی

لفظ عبادت جیسا کہ لفظ عبد (خدا کا بندہ) سے نکلا ہے اور عبد بندے کا دوسرا نام ہے، اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ کسی کی خدمت کو عبادت یا اُلَہی کہتے ہیں۔ خدمت کا مطلب ہر کسی کے لیے نوکری ہے اور ہر معاملے میں ماسٹر کے حکم کو ترجیح دیتا ہے۔

عبادت کا تکنیکی معنی

کسی کے بھی احترام کے لیے پورے دل سے گہرے احسان کا انتخاب کرنا اطاعت کہلاتا ہے۔

معنی اور اسلامی نظریہ

جیسا کہ ہم نے شروع میں کہا کہ پیغمبر خدا کی طرف سے دنیا میں جو دینی تعلیمات لائے وہ دو قسموں میں تقسیم ہے ایک عقیدہ اور نظریہ اور دوسری اخلاقیات اور عمل سے۔ پہلے گروہ کی تعلیمات جن پر ہم پہلے بھی بحث کر چکے ہیں اور اب ہم خود دوسرے گروہ کی تعلیمات سے مخاطب ہوں گے۔ یہ بعد کی تعلیمات، جن پر کبھی کبھی صرف شریعت کی اصطلاح کا اطلاق ہوتا ہے، کو دوبارہ کئی حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جیسے عبادات، اخلاقیات، سماجی طرز عمل، مذہبی اور احسان اور حکومت اور سیاست۔

جس طرح عقیدہ کے دائرے میں ایمان کے بنیادی مضامین شرعی عبادات میں سب سے زیادہ ترجیح کا حکم دیتے ہیں سب سے زیادہ اہمیت اس لیے ہے کہ اسی کے ذریعے خدا اور اس کی مخلوق کے درمیان تعلق کا سب سے زیادہ واضح اور گہرا اظہار پایا جاتا ہے۔ انسانی وجود کے دیگر تمام شعبوں کی ترقی اور اصلاح میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

اسلام میں عبادات سے مراد وہ اعمال ہیں جن کو کوئی شخص اپنی عاجزانہ تعظیم اور عاجزی، عاجزی، تواضع اور عقیدت کو پورا کرنے کے مقصد کے ساتھ انجام دیتا ہے، اور حاصل کرنے کے لیے ان عبادات کو کرویٹ (یعنی رسائی کا ذریعہ) بھی کہا جاتا ہے، ان میں نماز بھی ہے۔ نماز (روزے (روزہ) حج (کفارہ کی قربانیاں) ذکر و اُلَہی (خدا کے اسماء و صفات اور حمد و ثناء اور قرآن کی تلاوت) قربانی (جانوروں کی شامل

قربانی) اور دیگر تمام عبادتیں جو صرف ادائیگی کے لیے انجام دی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تعظیمی خدمت اور ایک کے لیے روحانی فائدہ حاصل کیا۔

عبادت عبادت کرنے والے اور عبادت گزار کے درمیان رابطے کا ذریعہ ہے۔ یہ ایک سے دوسرے تک گھورتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ہماری دعائیں اور دیگر عبادتوں سے خدا کے لیے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، وہ اس کی قدرت یا جلال میں کچھ اضافہ نہیں کرتے۔ ایک روایت میں ہے کہ "اگر تمام انسان اور تمام چیزیں، اول و آخر، متقی اور مذہبی بن جائیں۔ یہ خدا کی عظمت کو محض ایک ایٹم کے ذریعے آگے نہیں بڑھا سکے گا، اور اگر یہ سب بدترین گنہگار اور مجرم بن جائیں گے تو یہ اس کی عظمت کی عظمت سے معمولی حد تک بھی محروم نہیں ہوگا جس کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے۔

وَقَدْ

قوم عاد کی طرف ان کے اپنے بھائیوں میں سے بود کو (بھیجا)۔ اس نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو (11:50)

﴿وَإِلَىٰ عَادِ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يَنْقُومِ اعْبُدُوا اللَّهَ
مَا لَكُمْ مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُۥ أَفَلَا تَتَّقُونَ ١٥﴾

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا
اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ أَجْرٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَبَارِكْ فِيهِمْ كَمَا بَارَكْتَ فِي آلِ إِبْرَاهِيمَ ۚ إِنَّكَ عَزِيزٌ ذُو الْفَضْلِ ۝
تعمود کی طرف ہم نے صالح کو بھیجا جو ان کے اپنے بھائیوں میں سے تھا۔ اس نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو (11:61)

وَقَالَ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ أَنْ أَتِيتُكُمْ بِالْحَقِّ ۖ إِنَّكُمْ لَفِي عِندِ اللَّهِ كَافِرُونَ ۝
ابن آدم (1:88) اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

وَقَالَ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ أَنْ أَتِيتُكُمْ بِالْحَقِّ ۖ إِنَّكُمْ لَفِي عِندِ اللَّهِ كَافِرُونَ ۝
ابن آدم (1:88) اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

وَقَالَ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ أَنْ أَتِيتُكُمْ بِالْحَقِّ ۖ إِنَّكُمْ لَفِي عِندِ اللَّهِ كَافِرُونَ ۝
ابن آدم (1:88) اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

وَقَالَ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ أَنْ أَتِيتُكُمْ بِالْحَقِّ ۖ إِنَّكُمْ لَفِي عِندِ اللَّهِ كَافِرُونَ ۝
ابن آدم (1:88) اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

وَقَالَ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ أَنْ أَتِيتُكُمْ بِالْحَقِّ ۖ إِنَّكُمْ لَفِي عِندِ اللَّهِ كَافِرُونَ ۝
ابن آدم (1:88) اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

وَقَالَ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ أَنْ أَتِيتُكُمْ بِالْحَقِّ ۖ إِنَّكُمْ لَفِي عِندِ اللَّهِ كَافِرُونَ ۝
ابن آدم (1:88) اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

وَقَالَ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ أَنْ أَتِيتُكُمْ بِالْحَقِّ ۖ إِنَّكُمْ لَفِي عِندِ اللَّهِ كَافِرُونَ ۝
ابن آدم (1:88) اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

وَقَالَ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ أَنْ أَتِيتُكُمْ بِالْحَقِّ ۖ إِنَّكُمْ لَفِي عِندِ اللَّهِ كَافِرُونَ ۝
ابن آدم (1:88) اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

وَقَالَ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ أَنْ أَتِيتُكُمْ بِالْحَقِّ ۖ إِنَّكُمْ لَفِي عِندِ اللَّهِ كَافِرُونَ ۝
ابن آدم (1:88) اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

وَقَالَ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ أَنْ أَتِيتُكُمْ بِالْحَقِّ ۖ إِنَّكُمْ لَفِي عِندِ اللَّهِ كَافِرُونَ ۝
ابن آدم (1:88) اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

وَقَالَ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ أَنْ أَتِيتُكُمْ بِالْحَقِّ ۖ إِنَّكُمْ لَفِي عِندِ اللَّهِ كَافِرُونَ ۝
ابن آدم (1:88) اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

وَقَالَ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ أَنْ أَتِيتُكُمْ بِالْحَقِّ ۖ إِنَّكُمْ لَفِي عِندِ اللَّهِ كَافِرُونَ ۝
ابن آدم (1:88) اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

وَقَالَ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ أَنْ أَتِيتُكُمْ بِالْحَقِّ ۖ إِنَّكُمْ لَفِي عِندِ اللَّهِ كَافِرُونَ ۝
ابن آدم (1:88) اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

وَقَالَ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ أَنْ أَتِيتُكُمْ بِالْحَقِّ ۖ إِنَّكُمْ لَفِي عِندِ اللَّهِ كَافِرُونَ ۝
ابن آدم (1:88) اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

وَقَالَ لَهُمْ إِبْرَاهِيمُ أَنْ أَتِيتُكُمْ بِالْحَقِّ ۖ إِنَّكُمْ لَفِي عِندِ اللَّهِ كَافِرُونَ ۝
ابن آدم (1:88) اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔

33

زکوٰۃ دیتے وقت ذہن میں اعتقادات پیدا کرنا، جیسا کہ نماز کے معاملے میں، کہ خدا یہاں، وہاں اور ہر جگہ موجود ہے، ہر چیز رہا ہے اور دیکھ رہا ہے: وہ میرے اس عمل کو بھی دیکھ رہا ہے۔ جیسا کہ اس کے پیچھے کام کر رہا ہے، اور یہ اس کی بارگاہ میں اس کے چوتھے، کو دیکھ حکم سے ہے کہ میں اس کے ایک بندے کی یہ چھوٹی سی خدمت کر رہا ہوں۔

اگر زکوٰۃ اوپر بتائے گئے طریقے اور روح کے مطابق ادا کرنا شروع کر دی جائے تو اس کے مفید نتائج اسی وجود میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ تجارت اور زراعت میں ایسی فراوانی اور خوشحالی دیکھنے کو ملے گی۔

کہ مرد حیران رہ جائیں گے۔

روزا

روزے کی تعریف (روزہ)

روزے کا مطلب ہے کھانے پینے سے پرہیز کرنا اور طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک کچھ تقاضوں کو پورا کرنا۔

صوم اور میام روزے کے عربی مترادف ہیں۔ افطار کو افطار کہتے ہیں۔

تیسرا عملی تختہ روزہ (یا روزہ) ہے۔ یہ ہماری فطرت میں آسمانی عنصر کی نشوونما کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ یہ نفس کو پاک کرنا ہے اور خاص طور پر قناعت، خیرات کی برداشت اور تقویٰ جیسی الہی خوبیاں پیدا کرنے کے لیے مفید ہے۔ روزے کے دوران ایک شخص جانوروں کی بھوک کو کچل کر آسمانی دنیا کے ساتھ ایک خاص تعلق قائم کرتا ہے۔ لیکن یہ نتائج اسی وقت حاصل ہو سکتے ہیں جب عبادت کو پوری سنجیدگی کے ساتھ انجام دیا جائے، اس کے سیاق و سباق میں دی گئی ہدایات پر خلوص دل سے عمل کیا جائے اور کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے عمل کی حرمت کے خلاف ہو۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ تمام گناہوں کو سختی سے چھوڑ دیا جائے، خاص طور پر منہ اور زبان کا آپریشن۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو روزہ تمام روحانی نتائج سے محروم ہو جائے گا۔ ہم اس روایت کی سند سے کہتے ہیں کہ "اگر کوئی شخص روزے کی حالت میں جھوٹ، فریب اور خیانت سے پرہیز نہ کرے تو خدا کے نزدیک یہ بے معنی ہے کہ وہ بغیر کھائے پینے اور بھوکا پیاسا رہے۔" اسی کی دوسری روایت ہے۔ اثر میں لکھا ہے کہ "روزے رکھنے والوں میں بہت سے ایسے ہیں جنہیں بھوک اور پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا"۔

اس لیے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری خواہش یہ ہونی چاہیے کہ ہم اپنی روحانی ترقی اور ارتقاء کے لحاظ سے روزوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کریں جیسا کہ نماز اور زکوٰۃ سے۔ اس کے لیے سب سے پہلے اور سب سے اہم چیز یہ ہے کہ مکروہات سمیت ہر حرام چیز سے پرہیز کیا جائے۔ منہ سے نکلنے والے گناہوں سے خاص طور پر بچنا ہے، یہاں تک کہ روزے کی حالت میں چیخا چلنا یا اونچی آواز میں بات کرنا بھی روایت میں منع ہے۔ اس کے برعکس کوشش یہ ہونی چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ نیکی کی جائے اور روزے کی مدت میں اعمال صالحہ پر زیادہ توجہ دی جائے، خاص طور پر ان کاموں پر جو منہ سے وابستہ ہیں۔ مثلاً ذکر اور تلاوت۔

حج

حج کا تصور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے آپ کی امت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان ایک خاص رشتہ، ایک خاص وابستگی ہے۔ حج، حقیقت میں، اپنی شکل اور جوہر دونوں میں تشکیل دیتا ہے، مؤخر الذکر کی اعلیٰ عبادت اور خدا کی مرضی کے سامنے بے مثال سر تسلیم خم کرنے کی علامت ہے۔

اور اس کا بنیادی خیال یہ ہے کہ ہر وہ مسلمان جو حج کرنے کی استطاعت رکھتا ہے اسے اپنی زندگی میں کم از کم ایک بار اپنے آپ کو اس مقام پر لے جانا چاہیے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے خالق کے لیے پوری طرح سرشار زندگی کا سب سے شاندار واقعہ پیش آیا تھا۔ ، اور اپنے آپ کو، وقتی طور پر، رب کے اس شاندار خود ساختہ، سب کو قربان کرنے والے دوست کے کردار میں ڈالیں۔ اسے چاہیے کہ وہ اس سچے دوست، بندے اور اُٹھنے کے عقیدت مند کی راہ سے اپنی وابستگی کا عملی ثبوت دے۔ پورے وجود کو، باطنی اور ظاہری طور پر، اس مہتمم بزرگ کے رنگ میں اور اس کی روح کو اس مقام کی شاندار روحانی شانوں میں سے حصہ لینے کا موقع فراہم کریں۔

میں حج کی ضروری خوبصورتی اور فراوانی پر مزید توجہ نہیں دوں گا کیونکہ ان کو صحیح طور پر اسی وقت سمجھا جا سکتا ہے جب کوئی شخص ان کا تجربہ حج کے دوران ذاتی طور پر کرے۔ البتہ اتنا ضرور کہوں گا کہ جب خدا کے فضل سے آپ حج کرنے کا فیصلہ کریں گے تو اس کے لیے اپنے آپ کو باطنی اور روحانی طور پر تیار کرنے پر زیادہ توجہ دیں گے۔

افسوسناک بات یہ ہے کہ لوگ سفر کی مادی آسائشوں کے بارے میں سب سے زیادہ سوچتے ہیں، وہ چاہتے بھی ہیں۔ نمک، کالی مرچ اور اچار جیسی معمولی چیزیں اپنے ساتھ لے جانا اور اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ دس سوٹ کیڑوں سے آراستہ کرنا۔ وہ مہینوں پہلے سے ان تیاریوں میں مصروف رہتے ہیں لیکن اس عظیم موقع کے لیے خود کو روحانی طور پر فٹ بنانے کے لیے کچھ نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انہیں اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اور جیسے وہ گئے تھے واپس آجاتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ حاجی کو حج کے لیے روانہ ہونے سے پہلے اپنے آپ کو مادی ضروریات سے آراستہ کرنے کی اجازت نہیں ہے - ایک مناسب حد کے اندر ایسا کرنا ضروری ہے - لیکن یہ چیزیں حج کا حقیقی سامان نہیں بنتیں۔ اصل ساز و سامان فروش کی انجام دہی کے لیے درکار تمام معلومات کے ساتھ خود کو تیار کرنے اور اس باطنی تندرستی کے حصول میں مضر ہے جو انسان کو اس سے حاصل ہونے والے بھرپور روحانی فوائد حاصل کرنے کے قابل بناتا ہے۔ حج کے قیام کی کوشش کا ایک اہم حصہ لوگوں کے ذہنوں میں اس حقیقت کا شعور پیدا کرنا ہے، اس کے بغیر حج ایک بے روح اور خالی تقریب ہی رہے گا۔

سبق نمبر 8 کی آیات

چنانچہ وہ اپنی قوم پر مسجد سے نکلا۔ (19:11)

۱۶۲ کہو ہے شک میری نمازیں اور میری قربانیاں اور میرا خدا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

بے شک نماز مسلمانوں پر وقت کا پابند فرض ہے۔ (4:103)

یہ شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔ (29:45)

(اے محمد ﷺ) ان کے مال میں سے صدقہ لے لو جس سے تم ان کو پاک کرو اور ان میں اضافہ کرو۔ (9:103)

ۛ اللہ سود کو ختم کرتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ (2:276)

زکوٰۃ صرف غریبوں اور مسکینوں کے لیے ہیں اور ان لوگوں کے لیے ہیں جو زکوٰۃ جمع کرنے کے لیے ہیں اور دلوں کو جوڑنے کے لیے اور کو آزاد کرنے کے لیے اور قرض داروں کے لیے ہیں۔ اللہ کی طرف سے اور [پہنسے ہوئے] مسافر کے لیے -اللہ کی طرف سے ایک فرض ہے۔ اور صدقات غلاموں اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ (9:60)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو۔ (2:183)

کرنے والوں کو ان کا پورا پورا اجر دیا جائے گا، بغیر حساب کے۔ (39:10)

حج کی حالت میں لغو باتوں سے پرہیز کرو، ہر طرح کے برے کاموں اور جھگڑوں سے پرہیز کرو۔ (2:197)

قَالَ أَنَّهُ لَمْ يَأْتِ إِلَّا بِإِلَهِ الْإِنْسَانِ عَمَّ نَتَى وَيَنْقُوفُوا هَلْ إِنْ هَلْ

مجھے لوگوں سے اس وقت تک لڑنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ یہ نہ کہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور جب انہوں نے یہ اقرار کیا تو میری طرف سے ان کے مال و جان کی مکمل حفاظت کی گئی۔

أَلَسَلَمَ عِمْ خُس: أَلْ لَا هَلْ هَلْ وَأَعْلَا الْبَيْتِ مِنْ شَادَةِ قَامَ الْمَالَةِ، الْبَزَاة، وَصَوْمَ رَمَضًا، وَحَجَّ رَسُولَ هَلْ، وَفِيهِ
هَلْ سِيَالُ بَنِي
اسْتَطَاعَ

اسلام کی بنیاد پانچ اصولوں پر ہے: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

(لازمی) نمازیں ادا کرنا۔

زَكَاةٍ ادا کرنا (یعنی واجب صدقہ)۔

رمضان کے مہینے میں روزے رکھنا۔

خانہ کعبہ کی زیارت - اس کے لیے جو کوئی راستہ تلاش کر سکے۔

وَلَا يَزَالُ يُعَلِّمُهُمْ
وَلَا يَزَالُ يُعَلِّمُهُمْ

بندے اور کفر کے درمیان نماز کا ترک ہے۔

مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ عَمْدًا فَقَدْ كَفَرَ

جس نے جان بوجہ کر نماز ترک کی اس نے کفر کیا۔"

لیکچر نمبر :09 علم اور اس کا اسلامی تصور I -

علم کی تعریف

مذہبی اصطلاحات اور قرآن و حدیث میں استعمال کے مطابق علم صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے نزول فرمایا۔

اللہ کے نبی و رسول اور آپ کے مشن پر ایمان لانے کے بعد انسان پر پہلا فرض یہ ہے کہ وہ نبی کی تعلیمات اور رہنمائی کو سیکھنے اور جاننے کی کوشش کرے اور کرنا اور نہ کرنا۔ دین کی ساری عمارت اسی علم پر منحصر ہے۔ لہذا ایمان (پا عقیدہ) کے بعد پہلا فرض اسے سیکھنا اور سکھانا ہے۔

سیکھنے اور سکھانے کا کام زبانی گفتگو اور مشاہدے سے ہو سکتا ہے جیسا کہ صحابہ کرام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اور آپ کی وفات کے فوراً بعد کیا تھا۔ انہوں نے اپنا سارا علم اسی طرح حاصل کیا۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنا، آپ کے اعمال و افعال کا مشاہدہ کیا، یا آپ کے صحابہ میں سے جنہوں نے آپ سے استفادہ کیا تھا، ان سے اسی طرح حاصل کیا۔

اکثر تابعین (صحابہ کے جانشینوں) کے علم کے بارے میں بھی یہی کہا جا سکتا ہے۔ انہوں نے اسے صحبت اور سماع کے ذریعے حاصل کیا۔

علم پڑھنے لکھنے اور کتابوں سے بھی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ بن گیا تھا اس کے بعد کے اوقات میں علم فراہم کرنے کا طریقہ۔ کتابیں پڑھی جاتی تھیں اور تجویز کی جاتی تھیں، جیسا کہ آج ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر اس آدمی پر فرض ہے جو مجھے اللہ کا رسول مانتا ہے اور اللہ کے دین اسلام کو قبول کرتا ہے، اس کے لیے دین کا ضروری علم حاصل کرنا فرض ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اس علم کے حصول کے لیے آدمی کی کوشش اللہ کی راہ میں جہاد کی ایک قسم ہے اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اس سلسلے میں غفلت اور لاپرواہی قابل سزا جرم ہے۔ یہ علم انبیاء بالخصوص اللہ کے رسول کی میراث ہے اور یہ کائنات کا سب سے پیارا اور قیمتی اثاثہ ہے۔ پس جو خوش نصیب لوگ اسے حاصل کرتے ہیں اور اس کا حق ادا کرتے ہیں وہی انبیاء کے وارث ہیں۔ تمام مخلوقات بشمول آسمانوں کے فرشتے، زمین پر چوونٹیاں اور سمندروں میں مچھلیاں، ان سے محبت کرتی ہیں اور ان کے لیے دعائیں کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسی فطرت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ رہا وہ لوگ جو انبیاء کی اس مقدس میراث کو غلط مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں، وہ بدترین مجرم ہیں جو غضب الہی کے مستحق ہیں۔

(ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفس کے شر سے اور اپنے بڑے کاموں سے۔)

اس مختصر تمہید کے بعد آئیے اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل احادیث پڑھتے ہیں۔ علم اور سیکھنے اور سکھانے کا موضوع۔

اگر علم ایمان سے خالی ہو تو کیا ہوگا؟

علم کے انسانی زندگی پر، تمام سطحوں اور ہر شعبے میں اثرات کا اندازہ صرف اس بات سے ہی ہو سکتا ہے کہ کسی بھی تعلیمی ادارے سے دور جنگل میں رہنے والے کسی ایسی درجے کے اسکالر کا تقابل کیا جائے۔ بلاشبہ، ان کے درمیان اختلافات مشابہت سے کہیں زیادہ ہوں گے، اور نتیجہ یہ نکلنا چاہیے کہ ان دونوں افراد کا ایک ہی ماحول میں ایک ساتھ رہنا ناممکن سے آگے ہوگا۔

ہم اللہ کی رحمت کی نشانیوں میں سے ہے جو نسل انسانی پر پھیلی ہے کہ اس نے ہمیں مختلف شعبوں میں علم حاصل کرنے کا طریقہ سکھایا ہے اور اس کے لیے اسباب بھی فراہم کیے ہیں۔ اللہ نے ہمیں سماعت عطا کی ہے جو ہمیں سائنسی معلومات سننے اور سیکھنے کی اجازت دیتی ہے۔ وہ نظر جسے ہم تلاش کرنے اور پڑھنے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں، اور ایک ایسی عقل جو ہمیں غور کرنے، غور کرنے اور استدلال کرنے کے قابل بناتی ہے۔

اللہ فرماتا ہے،

وَاللّٰهُ اٰخَرُ جَاۡئِزٌ مِّنْ يُّطُوۡنَ اُمَّهَتِكُمْ لَا تَعْلَمُوۡنَ شَيْۡا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ
وَالْاَبْصَرَ وَالْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوۡنَ

"اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے بغیر کسی چیز کے علم کے نکالا ہے۔ تمہیں سماعت، بصر اور عقل عطا کی تاکہ تم شکر گزار بنو" (87:61)

مزید برآں، اللہ نے لوگوں کو سکھایا کہ کس طرح اپنا راستہ تلاش کرنا ہے۔ اس نے ان پر کتابوں کے الہام سے رسول بھیجے ہیں اور ان پر اپنی عظمت کے آثار اور اپنی قدرت کے عجائبات ظاہر کیے ہیں جو اس کی ربوبیت اور الوہیت کی گواہی دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے زمین اور جو کچھ اس میں ہے سب کو بھی انسانوں کے اختیار میں رکھا ہے۔ اس نے انہیں اس سے مستفید ہونے کے ذرائع فراہم کیے ہیں، اور ان کے حاصل کردہ فوائد کو ان کی تحقیق، تجربہ، محنت اور تندی کے متناسب بنایا ہے۔ ان کو اس طرح مکمل اختیار دینے کی دلیل یہ ہے کہ یہ اس عظیم مقصد تک پہنچنے کا ذریعہ ہے جو اللہ کی رضا اور جنت کی طرف لے جاتا ہے۔

علم ایک عظیم سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے۔ اس میں وہ علم بھی شامل ہے جو دنیا میں فائدہ پہنچاتا ہے اور جو آخرت میں فائدہ پہنچاتا ہے۔ تمام علم کا احاطہ کوئی نہیں کر سکتا، اور اس سے قطع نظر کہ لوگ کتنا ہی علم حاصل کرتے ہیں، ہمیشہ ایک ہی ہے جو علم میں برتر ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

وہ کہتے ہیں،

تَرَفَعَ دَرَجَتٍ مِّنْ نَّشَأٍ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ

"ہم جس کو چاہیں کئی درجے بلند کر دیتے ہیں، اور ہر ایک کے اوپر علم والا ہے، جو زیادہ جاننے والا ہے۔" (67:21)۔

قرآن کہتا ہے کہ علم حاصل کرنے والوں سے حاصل کیا جائے اور جس کے پاس علم کی کمی ہو وہ اسے حاصل کرے۔ جب مشرکین مکہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی تسلیم کرنے سے انکار کیا تو ان کا استدلال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اتنا بڑا ہے کہ کسی انسان کو رسول بنا کر بھیجے، کیا وہ فرشتہ بھیج نہیں سکتا تھا؟

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی طرف یہ آیت نازل فرمائی کہ

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا نُوحِيَ إِلَيْهِمْ فَسَلُّوا أَهْلَ الذِّكْرِ
إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٤٣﴾ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ

"ہم نے تم سے پہلے صرف آدمی بھیجے تھے، لہذا اگر تم نہیں جانتے تو علم والے لوگوں سے واضح نشانوں اور تحریری احکام کے ساتھ پوچھو۔" (61: 43-44)۔

یہ قریش کے لوگوں کے لیے ایک دعوت تھی، جس میں ان سے کہا گیا تھا کہ اگر انہیں کوئی شک ہے تو وہ ایسے لوگوں سے پوچھ لیں جن کے پاس پرانے اور نئے عہد نامے کا علم ہے، اور بعد والے انہیں بتائیں گے کہ تمام انبیاء بشر ہیں۔

تھے

ایک اہم حقیقت جس کی طرف نوبل قرآن ہماری توجہ مبذول کرتا ہے، وہ یہ ہے کہ کافر ہی ناکام رہے۔

سچے عقیدے کی پیروی کرو کیونکہ حقیقی علم ان کے لیے دستیاب نہیں تھا۔

اللہ فرماتا ہے:

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُونَ

"یقیناً ان میں سے اکثر حق کو نہیں جانتے اس لیے منہ پھیر لیتے ہیں۔" (42:12)۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ملت اسلامیہ پر ایک عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور یہ تمام لوگوں کو حق سے آگاہ کرنا اور اس کی پیروی کی دعوت دینا ہے۔ اپنی لاعلمی میں، بہت سے لوگ جو بتوں، جانوروں، (مثلاً گائے یا بچھڑے) یا اشیاء (مثلاً مصلوب) کی پوجا کرتے ہیں، یہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کی عبادت انہیں اللہ کے قریب کرتی ہے، لیکن وہ دراصل اللہ کے علاوہ کسی اور چیز کی پرستش کرتے ہیں۔

ما تہ یا انسانی عقل کی پرستش کرنے والوں کے بارے میں بھی یہی بات ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ کوئی خدا نہیں ہے اور یہی معاملہ زندگی کا نچوڑ ہے، اس لیے وہ اپنے دنیاوی معاملات کی طرف مائل رہتے ہیں اور آخرت کی فکر کو نظر انداز کرتے ہیں۔ ان میں حقیقی علم کی کمی انہیں آخرت کی حقیقت سے ناواقف کر دیتی ہے۔

ان گروہوں کو ان کے مشرکانہ عقائد سے کیسے بچایا جا سکتا ہے اور صرف اللہ کی عبادت کی طرف رہنمائی کیے بغیر دنیا، آخرت اور ہر ایک کے بارے میں سچائی سکھائی جا سکتی ہے، اس طرح انہیں کھلی حقیقت کو جاننے اور اپنی راہ تلاش کرنے کا موقع ملتا ہے۔ سیدھے راستے کی طرف۔

دوسری طرف، جب تک کہ ایمان کی رہنمائی نہ کی جائے، علم فائدہ مند اور مفید ہونے کے بجائے تباہ کن اور برا ہوگا۔ اس طرح کا علم لوگوں کو حق کو تسلیم کرنے سے بھی بے وقعت بنا دیتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ اسے اپنے دل میں جانتے ہیں، اور اللہ نے ان کو جو کچھ عطا کیا ہے اس کا انکار کرتے ہیں۔

اللہ ہمیں ماضی کی قوموں کی کہانیاں سناتا ہے جنہوں نے علم کا بہت بڑا حصہ حاصل کیا لیکن ایمان سے غاری نہیں اور اس وجہ سے وہ اللہ کی نعمتوں کو تسلیم کرنے میں ناکام رہیں کیونکہ ان کے پاس واضح حقیقت کو تسلیم کرنے میں بہت زیادہ باطل تھا۔

اللہ فرماتا ہے:

فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ
مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ

"جب ان کے رسول ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے تو وہ اپنے علم پر خوش ہوئے، اور جس چیز کا وہ مذاق اڑاتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا" (38:04)۔

قارون ایسے لوگوں کی مثال ہے۔ اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور اپنے پاس موجود دولت کو اپنے علم سے منسوب کیا اور کہا:

قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي

"مجھے یہ اس علم کی وجہ سے دیا گیا ہے جو میرے پاس تھا۔" (87:82)۔

آج کی ثقافت کو سائنسی لیکن سیکولر قرار دیا گیا ہے، جس کا مطلب ہے کہ یہ غیر مذہبی اور منحرف ہے۔ ایمان کی۔ اس میں آخرت کا کوئی عقیدہ نہیں ہے۔

یہ ایک ایسی ثقافت ہے جو زمین پر تعمیرات اور کوششوں کی حمایت کرتی ہے، اور اس دنیا کی زندگی پر خصوصی توجہ دیتی ہے، بغیر کسی فکر کے موت اور اس کے بعد آنے والی موت۔ اس ثقافت کے حامی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔

يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ
غَافِلُونَ

"جانتے ہیں کہ زمین پر ظاہری زندگی کیا ہے اور آخرت سے بے خبر ہیں۔" (7:03)۔

اس مقام پر ایک سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ کیا اس قسم کی ثقافت، جس کی بنیاد علم کے شعبوں پر ہے جو صرف اس دنیا پر مرکوز ہے اور آخرت کے کسی علم کو بالکل خارج کر دیتی ہے، بنی نوع انسان کے لیے اطمینان اور خوشی کا باعث بنی ہے؟ جواب نفی میں ہے۔ بہت سے لوگوں کے مشاہدے میں آیا ہے کہ انسان اپنے سیکولر علم میں جتنا زیادہ ترقی کرتا ہے، مابہرین نفسیات اور مابہر نفسیات کے دفاتر میں اکثر جانے والوں کی تعداد اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے۔

لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ سادہ زندگی اپنی تمام پیچیدگیوں کے ساتھ مادی زندگی سے زیادہ خوشی لاتی ہے۔

دنیا پر حکمرانی اور کنٹرول کرنے کے عزائم نے علم کو تباہ کن بنا دیا ہے، جس سے زمین اور اس کی مخلوقات کو مٹانے کا خطرہ ہے۔ انسان اپنے حاصل کردہ علم کی شاخوں پر قابو کھو چکا ہے اور ایمان کی کمی کی وجہ سے وہ دنیا کو تباہی سے دوچار کرنے والے سب سے خطرناک اوزار بن چکے ہیں۔

فزیکل سائنس نے سائنسدانوں کو ایٹم، نیوکلیئر اور بائیولوجیکل ہم بنانے کے قابل بنایا، اس حقیقت کے باوجود کہ یہ ہم جس اصول پر مبنی ہیں اس کے دریافت کرنے والے اس بات سے پوری طرح واقف تھے کہ اگر یہ ہم استعمال کیے جائیں تو لاکھوں لوگ مارے جائیں گے۔ یہی بات ان مابہرین کی بھی ہے جو ایسے ہم لے جانے کے لیے راکٹ بناتے ہیں۔ اس کے باوجود ہم لوگ بنتے رہے ہیں اور بنتے رہتے ہیں۔

سائنس اور علم سمندروں اور دریاؤں کی آلودگی اور ہودوں اور درختوں کی تبدیلی کے ذمہ دار ہیں۔ پھل اور سبزیاں وقت سے پہلے پکنے اور ان کے سائز اور پیداوار میں اضافے کے لیے استعمال کیے جانے والے کیمیکلز کی وجہ سے بے ذائقہ ہو گئے ہیں۔ اس سب میں، صارف شکار ہے۔ بدتر

اس کے مقابلے میں، ہم بے کم لوگ اب اپنا کچرا خود کھاتے ہیں، اسے کیمیائی علاج سے مشروط کرنے کے بعد، اس طرح بعض قسم کے جانوروں کی نقل کرتے ہیں۔

علم کو بے حیائی کو فروغ دینے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ ٹیلی ویژن پر فحاشی اور فحاشی نشر کی جاتی ہے۔ لوگ بہت جلد پسند، خواہشات کو بھڑکانے والے اور انسانوں کو حیوانوں کے درجے تک لے گئے، اور اس سے بھی نیچے۔ وہ خواہشات کو ابھارنے کے لیے ہمیشہ نئے طریقے تلاش کر رہے ہیں۔

ان تمام چیزوں کا اس دنیا میں ایک وقت مقرر ہے اور قیامت کے دن ہم سب کو اس زندگی میں اپنے فیصلوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیا پھر وہ اپنے سیکولر علم اور دنیاوی علوم کو نامعلوم اور اس کے بعد کی زندگی میں یقین کے ساتھ مزاج میں مبتلا ہونے دیں گے؟

سبق نمبر 9 کے آیات

وَاللّٰهُ اٰخِرَ جَزَاكُمْ مِّنْ بَطُوْنٍ اُمَّهَتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ
وَالْاَبْصَرَ وَالْاَفِيْذَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

"اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے بغیر کسی چیز کے علم کے نکالا ہے۔
تمہیں سماعت، بصارت اور عقل عطا کی تاکہ تم شکر گزار بنو" (87:61)

نَرْفَعُ دَرَجَتٍ مِّنْ نَّشَاءٍ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ

"ہم جس کو چاہیں کئی درجے بلند کر دیتے ہیں، اور ہر ایک کے اوپر علم والا ہے، جو زیادہ جاننے والا ہے۔" (67:21)۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَمَا سَئَلُوْٓا اَهْلَ الدِّيَارِ
اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٦﴾ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ

"ہم نے تم سے پہلے صرف آدمی بھیجے تھے، لہذا اگر تم نہیں جانتے تو علم والے لوگوں سے واضح نشانہوں اور تحریری احکام کے ساتھ پوچھو۔" (61:43-44)۔

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ فَهَمْ مُّعْرِضُوْنَ

"یقیناً ان میں سے اکثر حق کو نہیں جانتے اس لیے منہ پھیر لیتے ہیں۔" (42:12)۔

فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوْٓا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ
مَا كَانُوْٓا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ

"جب ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو وہ اپنے علم پر خوش ہوئے اور جس چیز کا وہ مذاق اڑاتے تھے اس سے وہ چھپ گئے۔" (38:04)۔

قَالَ اِنَّمَا اُوْتِيْتُهُ عَلٰٓى عِلْمٍ عِنْدِيْ

"مجھے یہ اس علم کی وجہ سے دیا گیا ہے جو میرے پاس تھا۔" (87:82)۔

يَعْلَمُونَ ظَهْرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَفُلُونَ

"جاننے ہیں کہ زمین پر ظاہری زندگی کیا ہے اور آخرت سے بے خبر ہیں۔" (7:03)

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنَ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلْمَتٍ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ

"اور اسی کے پاس غیب کی کنجی ہے، وہ صرف ان کو جانتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ خشکی اور سمندر میں ہے، اور جو پتا کرتا ہے وہ اسے جانتا ہے۔" اور زمین کی تاریکی میں کوئی دانہ ایسا نہیں ہے اور نہ کوئی گیلی اور خشک چیز جو کسی روشن کتاب میں لکھی ہوئی ہو۔ (6:59)

إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً

"میں زمین میں ایک نائب پیدا کرنے والا ہوں۔" (03:2)

أَقْرَأَ بِأَسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۖ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۖ أَقْرَأُ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۚ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۚ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

اپنے رب کے نام کے ساتھ پڑھو جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے بنایا، پڑھو، تمہارا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ انسان کو سکھایا کہ کیا نہیں۔" (5-1:69)

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ

"اور ہر علم والے کے اوپر ایک زیادہ علم ہے۔" (12:76)

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

"تم کہو کیا جاننے والے برابر ہیں جو نہیں جانتے؟" (9:93)

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ

"تم کہو، کیا اندھا اور بینا برابر ہو جائیں گے؟" (05:6)

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ ءَامَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ

"اللہ تم میں سے ایمان والوں اور علم والوں کے درجات بلند کرے گا۔" (58:11)

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْءَانَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا

پھر کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان میں سے بعض کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟ (47:24)

ري سقو بللہ الا، لوع ملأ امل، هورجي؟ ظهفريقا لل: جهكلذا وال فتن، وي ك ثر الهرج، ق يل: ي ا ب يده
ف حرف ها؛ كأن ه ي ري د القتل

''علم (علماء کی موت سے) جہالت (دین میں) چھن جائے گی اور فتنے ظاہر ہوں گے اور برج بڑھے گا۔'' پوچھا گیا یا رسول اللہ برج کیا ہے؟ اس نے
باتہ سے اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا "قتل"۔ (فتح الباری صفحہ 192، جلد 1)

ال حسد لإفنى اثنتين: هلا ما لى فسلطه ع هلكته فى الق، وتلى أاه هلا حكة، ق أاه يضيق بآ فوؤلا" (متفق

وہ)

"حسد صرف دو صورتوں میں جائز ہے: ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ مال دیتا ہے اور وہ اس میں صحیح طریقے سے تصرف کرتا ہے اور دوسرا وہ شخص
جسے اللہ تعالیٰ علم عطا کرتا ہے جسے وہ استعمال کرتا ہے اور سکھاتا ہے۔"

رواه البخاري

''تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔''

لیکچر نمبر 10: علم اور اس کا اسلامی تصور II -

علم کی تعریف

مذہبی اصطلاحات اور قرآن و حدیث میں استعمال کے مطابق علم صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا۔

علم حاصل کرنے کے پیچھے کی نیت اللہ کے حکم سے ہمیں پہلے ہی اس بات کا اندازہ ہو جانا چاہیے کہ اپنے دین کا علم حاصل کرنا کتنا ضروری ہے، اور اس عمل سے منسلک بہت سے بہترین انعامات اور فضائل کی وجہ سے ایسا کرنے کی تحریک محسوس کریں۔ لیکن درحقیقت اس علم کو حاصل کرنے اور حاصل کرنے سے پہلے ہمیں اس کے پس پردہ مقاصد کو تلاش کرنا چاہیے، ایک مسلمان کو اپنے دین کا علم حاصل کرنے کی وجوہات کا پتہ لگانا چاہیے۔

ہر عمل اور قول کے پیچھے ایک نیت ہوتی ہے، لیکن مسلمان کے لیے ہر نیت کا درست ہونا ضروری ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا: "اعمال کا فیصلہ نیتوں پر ہوتا ہے اور ہر انسان وہ ہے جو اس کا ارادہ ہے"

(1) صحیح نیت اتنا ہی ضروری ہے جتنا عمل خود۔ اس کو حاصل کرنا یقیناً زیادہ مشکل ہے جیسا کہ ماضی کے علماء -ہمارے متقی پیشرو -کہا کرتے تھے: "میرے لیے نیت سے زیادہ مشکل کوئی چیز نہیں ہے، کیونکہ یہ مجھ پر حاوی ہے۔"

(2) ان میں سے ایک نے یہ بھی کہا: نیت سیکھو، کیونکہ یہ عمل سے زیادہ سنگین ہے۔

(3) صحیح نیت ہمارے تمام اعمال کے پیچھے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت ہونی چاہیے اور علم حاصل کرنا اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس نیک عمل کے ساتھ بہت سے اجر و ثواب وابستہ ہیں جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ علم کے متلاشی کے لیے "..."

فرشتے استقبال کرتے ہیں اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور یہاں تک کہ مچھلیاں بھی اس کی گہرائی میں ہیں۔ پانی معافی مانگتا ہے اور یہ کہ اللہ اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستوں سے چلنے کی ہدایت کرتا ہے۔"

(4) تو کم از کم علم حاصل کرنے کی ایک وجہ یہ ہونی چاہیے کہ دنیا اور آخرت دونوں میں ان عظیم نعمتوں کو اپنے لیے حاصل کر لیں۔

اسلام کا علم حاصل کرنے کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ یہ اللہ کے حکم سے دور ہو جائے گا۔

اپنے آپ سے مذہب کے بارے میں جہالت۔ ایک مسلمان شک اور الجھن میں نہیں رہ سکتا کہ اللہ کی عبادت کیسے کی جائے، کیونکہ یہ اسے اللہ کی عبادت صحیح طریقے سے کرنے سے روک دے گا۔

البتہ اس کا علم حاصل کرنے سے جہالت مٹ جائے گی۔

امام الاجوری (متوفی 706ھ) نے فرمایا:

"عبادت علم کے بغیر ممکن نہیں، اس لیے علم حاصل کرنا فرض ہے اور جہالت مومن کے لیے اچھی حالت نہیں ہے، اس لیے وہ علم حاصل کرتا ہے تاکہ اس سے جہالت کو دور کیا جا سکے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے قابل ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔"

اور یہ تب ہی ہوتا ہے جب کوئی اپنے آپ سے جہالت کو دور کرے اس سے پردہ اٹھانے میں مدد کر سکتا ہے۔

جہالت جو دوسروں کو اپنے رب کی حقیقی عبادت سے بھی روکتی ہے۔

نیز اسلام کے بارے میں صحیح علم حاصل کرنے سے اس پر کافروں اور بدعتیوں اور دیگر تمام افراد کے حملوں کا مقابلہ کرنے کے قابل بنتا ہے جن کی خواہش اسے تباہ یا خراب کرنا ہے۔ اس لیے مخصوص علم سے ایسے شخص دین کے دفاع کے لیے بہتر پوزیشن میں ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد علم حاصل کرنے اور حاصل کرنے کے پیچھے کچھ وجوہات ہیں: اس سے منسلک انعامات اور فضیلت کی خواہش، عبادت کے لیے اسلام کے بارے میں اپنی اور دوسروں کی جہالت کو دور کرنا۔ اللہ صحیح طریقے سے اور دین کا دفاع کرنے پر قادر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انتہائیات

سے اعمال خالصتاً دنیاوی فائدے کے لیے، ذاتی فائدے یا فائدے کے لیے کیے جاسکتے ہیں اور کیے جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ کسی کے افعال اور اقوال کے پیچھے یہ وجہ نہیں ہونی چاہیے۔ اللہ کی رضا اور ثواب کا حصول ہمارا واحد مقصد ہونا چاہیے۔ اس کو ہمارے لیے آسان بنانے بہت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اللہ کی رضا کے علاوہ کسی اور کام کرنے سے اور خاص طور پر غلط اسباب کی بنا پر، غلط نیتوں کے مسلمان کے لیے، ساتھ علم حاصل کرنے اور حاصل کرنے سے خبردار کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے علم حاصل کیا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ذات کو تلاش کیا جائے، لیکن اس نے دنیا کے سوا کچھ نہیں کیا، تو وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ " ایک اور روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: "علم کو مت سیکھو کہ اس سے علما کو حیران کر دے، نہ اس سے احمقوں پر خوش ہو، اور نہ ہی اس سے محفلوں پر قبضہ کرو۔ آگے؟"

یہ دونوں احادیث اپنے انتباہات میں بالکل واضح ہیں کہ اس کے علاوہ کسی اور چیز سے علم حاصل کرنے کے خلاف صحیح نیت۔ اسلام کا علم ہمیں اپنے آپ کو اور دوسروں کو سکھانے کے لیے حاصل کیا جاتا ہے، لیکن سب سے اہم عمل کرنا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ

''اس کے بندوں میں صرف علم والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔'' [82:53]۔

اور جیسا کہ ماضی کے بعض علما، کہا کرتے تھے: "علم زیادہ بیان کرنا نہیں ہے، بلکہ علم اللہ سے ڈرنا ہے۔"

شہرت یا رتبے کے اسباب کی تلاش نہیں کرنی چاہیے جو اس دنیا کے مقاصد ہیں۔ ہمیں اس زمرے میں نہ پڑنے سے ڈرنا چاہیے، کیونکہ حدیث کے مطابق اس کے نتائج شدید ہیں -جہنم کی آگ۔

اس لیے ہمیں اخلاص اور عمل کی پاکیزگی کو یقینی بنانے کے لیے اپنے ارادوں کو مسلسل جانچنا چاہیے، خاص طور پر وہ لوگ جو دعوت میں سب سے آگے ہیں، لوگوں کو اسلام کی طرف بلا رہے ہیں۔ چونکہ سامعین یا لوگوں کے گروپ کے سامنے کھڑے ہونے کی حالت میں ارادوں کا داغدار ہونا آسان ہے۔ شیطان بھی ہر وقت ہماری نیکیوں کو برباد کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

تو آئیے ہم محتاط اور فکر مند رہیں کہ ہم اسلام کا علم کیوں تلاش کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہمیں ان لوگوں میں شامل ہونے سے بچائے جن کے بارے میں قیامت کے دن اس کی طرف سے پہلا فیصلہ کیا جائے گا، جن کے بارے میں رسول اللہ (ص) ہمیں تنبیہ فرمائی: "...پس سب سے پہلے بلایا جائے گا وہ شخص جس نے علم سیکھا، سکھایا اور قرآن پڑھا، وہ اس کے ساتھ آئے گا اور اس پر احسانات کیے جائیں گے اور وہ اسے پہچان لے گا۔ اس سے کہا جائے گا: تم نے اس سے کیا کام کیا، وہ کہے گا: میں نے علم پڑھا اور سکھایا اور تمہارے لیے قرآن پڑھا، کہا جائے گا:

نے علم کا مطالعہ کیا تاکہ آپ کے بارے میں کہا جائے: 'عالم' اور آپ نے قرآن پڑھا تو آپ کے بارے میں کہا جائے گا: 'تلاوت'۔ اور یہ کہا گیا۔ پھر اسے حکم دیا جائے گا اور اسے منہ کے بل گھسیٹنا جائے گا یہاں تک کہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا..."

اللہ -جو تمام عیبوں سے پاک ہے -ہمیں اس سے محفوظ رکھے؟

سائنس میں مسلمانوں کا تعاون

اسلام لوگوں کو ہر موقع پر پڑھنے اور سیکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن کی آیات لوگوں کو فطرت کے مظاہر، دن اور رات کے تسلسل، ستاروں، سورج، چاند اور دیگر آسمانی اجسام کا مشاہدہ کرنے کا حکم، نصیحت، تنبیہ اور حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔ مسلمانوں سے گزارش ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز کا جائزہ لیں، سفر کریں، تحقیق کریں، ان کی کھوج کریں اور انہیں سمجھیں، اتنا ہی بہتر ہے کہ خدا کی مخلوقات کے تمام عجائبات اور خوبصورتی کی تعریف کریں اور ان کا شکر ادا کریں۔ محمد (ص) پر پہلی وحی نے ظاہر کیا کہ اسلام علم کا کتنا خیال رکھتا ہے۔

أَقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ

"پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا..." [1:69]

سیکھنا مرد اور عورت دونوں پر فرض ہے۔ مزید یہ کہ تعلیم صرف مذہبی مسائل تک محدود نہیں ہے۔ اس میں علم کے تمام شعبے شامل ہیں، بشمول حیاتیات، طبیعیات، اور ٹیکنالوجی۔ اسلام میں علما کو سب سے زیادہ درجہ حاصل ہے، انبیاء کے بعد دوسرے نمبر پر۔

اسلامی ریاست کے تقریباً آغاز سے ہی مسلمانوں نے نام نہاد سیکولر تعلیم کے متعدد شعبوں کا مطالعہ کرنا شروع کر دیا، جس کی شروعات لسانیات اور فن تعمیر سے ہوئی، لیکن بہت جلد۔

ریاضی، طبیعیات، فلکیات، جغرافیہ، طب، کیمسٹری اور فلسفہ تک پھیلا ہوا ہے۔ انہوں نے یونان، فارس، ہندوستان، یہاں تک کہ چین سے قدیم دنیا کے معروف کاموں کا ترجمہ اور ترکیب کی۔

بہت پہلے وہ اس علم پر تنقید، بہتری اور توسیع کر رہے تھے۔ یورپی نشاۃ ثانیہ سے صدیوں پہلے مسلم "نشاۃ ثانیہ" مرد تھے، مرد جو بیک وقت مٹلاشی، سائنس دان، فلسفی، طبیب اور شاعر تھے، جیسے ابن سینا (اویسینا)، عمر خیام، اور دیگر۔

فلکیات: فلکیات میں مسلمانوں کو ہمیشہ سے خصوصی دلچسپی رہی ہے۔ ہر مسلمان کی روزمرہ زندگی میں چاند اور سورج کی اہمیت ہے۔ چاند سے مسلمان اپنے قمری کیلنڈر میں مہینوں کے آغاز اور اختتام کا تعین کرتے ہیں۔ سورج کے ذریعہ مسلمان نماز اور روزے کے اوقات کا حساب لگاتے ہیں۔

یہ فلکیات کے ذریعہ بھی ہے کہ مسلمان نماز کے دوران مکہ مکرمہ میں کعبہ کی طرف منہ کرنے کے لیے قبلہ کی درست سمت کا تعین کر سکتے ہیں۔ سب سے درست شمسی کیلنڈر، جولین سے برتر، جلیلی ہے، جو عمر خیام کی نگرانی میں وضع کیا گیا تھا۔

قرآن میں فلکیات کے بہت سے حوالے موجود ہیں۔

وَمِنْ آيَاتِهِ ۚ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَخْتَلَفَ الْأَلْسِنَتِكُمْ وَاللَّوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالَمِينَ

"اور اس کی نشانیاں میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا تنوع ہے، بے شک اس میں علم والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔" [قرآن 30:22]

ان حوالوں اور سیکھنے کے احکام نے ابتدائی مسلمان علماء کو آسمانوں کا مطالعہ کرنے کی ترغیب دی۔ انہوں نے ہندوستانیوں، فارسیوں اور یونانیوں کے پہلے کاموں کو ایک نئی ترکیب میں ضم کیا۔

Ptolemy's Almagest (عنوان جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ عربی ہے) کا ترجمہ، مطالعہ اور تنقید کی گئی۔ بہت سے نئے ستارے دریافت ہوئے، جیسا کہ ہم ان کے عربی ناموں میں دیکھتے ہیں۔ Algal، Deneb، Betelgeuse، Rigel، Aldebaran -

فلکیاتی جدولیں مرتب کی گئیں، ان میں ٹولڈن جدولیں ہیں، جنہیں کوپرنیکس، ٹائیکو براہ اور کیپلر نے استعمال کیا۔ المانکس بھی مرتب کیے گئے تھے - ایک اور عربی اصطلاح۔ عربی کی دیگر اصطلاحات زینتہ، نادر، البیڈو، ایزیمتہ ہیں۔

مسلمان فلکیات دانوں نے سب سے پہلے رصد گاہیں قائم کیں، جیسا کہ فارس میں چنگیز خان کے بیٹے ہلاکو نے مغیرہ میں بنایا تھا، اور انہوں نے کواڈرینٹ اور ایسٹرولاب جیسے آلات ایجاد کیے، جس کی وجہ سے نہ صرف فلکیات میں بلکہ سمندری نیویگیشن میں بھی ترقی ہوئی۔ ریسرچ کے یورپی دور میں حصہ ڈالنا۔

جغرافیہ: مسلم علماء نے جغرافیہ پر بہت توجہ دی۔ درحقیقت، جغرافیہ کے لیے مسلمانوں کی بڑی فکر ان کے مذہب سے شروع ہوئی۔ قرآن لوگوں کو ہر جگہ خدا کی نشانیاں اور نمونوں کو دیکھنے کے لیے پوری زمین کا سفر کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اسلام ہر مسلمان سے یہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ وہ دن میں پانچ وقت کی نماز پڑھنے کے لیے قبلہ (مکہ میں خانہ کعبہ کی پوزیشن) کی سمت جاننے کے لیے کم از کم جغرافیہ کا اتنا علم رکھتا ہو۔

مسلمان تجارت کے ساتھ ساتھ حج کرنے اور اپنے مذہب کو پھیلانے کے لیے طویل سفر کرنے کے عادی تھے۔ دور دراز کی اسلامی سلطنت نے محققین کو بحر اوقیانوس سے بحرالکابل تک جغرافیائی اور موسمی معلومات کی بڑی مقدار کو مرتب کرنے کے قابل بنایا۔

جغرافیہ کے میدان میں، یہاں تک کہ مغرب میں بھی، ابن خلدون اور ابن بطوطہ کے سب سے مشہور نام ہیں، جو اپنی وسیع تحقیق کے تحریری بیانات کے لیے مشہور ہیں۔ 1166ء میں، الادریسی، مشہور مسلم اسکالر جنہوں نے سسلین کی عدالت میں خدمات انجام دیں، بہت درست نقشے تیار کیے، جس میں تمام براعظموں اور ان کے پہاڑوں، دریاؤں اور مشہور شہروں کے ساتھ دنیا کا نقشہ بھی شامل تھا۔ المقدشی پہلا جغرافیہ دان تھا جس نے رنگ میں درست نقشے بنائے۔

انسانیت:

علم حاصل کرنا اسلام میں ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ اسلام کے اہم مآخذ، قرآن اور سنت (پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات)، مسلمانوں کو علم حاصل کرنے اور عالم بننے کی ترغیب دیتے ہیں، کیونکہ یہ لوگوں کے لیے اللہ (خدا) کو جاننے، اس کی حیرت انگیز مخلوقات کی تعریف کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔ ان کے لیے شکر گزار ہوں۔

اس لیے مسلمان مذہبی اور سیکولر دونوں طرح کے علم کے حصول کے لیے بے تاب تھے اور پیغمبر اسلام کے مشن کے چند سالوں میں ہی ایک عظیم تہذیب نے جنم لیا اور پروان چڑھا۔ اس کا نتیجہ اسلامی یونیورسٹیوں کے پھیلاؤ میں ظاہر ہوتا ہے۔ تیونس میں الزیتونہ، اور قاہرہ میں الازہر 1,000 سال سے زیادہ پرانی ہیں اور دنیا کی سب سے قدیم موجودہ یونیورسٹیاں ہیں۔ درحقیقت، وہ پہلی یورپی یونیورسٹیوں، جیسے بولونگنا، ہانڈلبرگ، اور سوربون کے ماڈل تھے۔ یہاں تک کہ واقف علمی ٹوپی اور گاؤں کا آغاز الازہر یونیورسٹی سے ہوا۔

مسلمانوں نے جغرافیہ، طبیعیات، کیمسٹری، ریاضی، طب، فارماسولوجی، فن تعمیر، لسانیات اور فلکیات جیسے بہت سے مختلف شعبوں میں بہت ترقی کی۔ الجبرا اور عربی ہندسوں کو مسلم اسکالرز نے دنیا میں متعارف کروایا۔ فلکیاتی، کواڈریٹ، اور دیگر بحری آلات اور نقشے مسلم اسکالرز نے تیار کیے تھے اور دنیا کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا تھا، خاص طور پر یورپ کے ریسرچ کے دور میں۔

مسلم علماء نے یونان اور روم سے لے کر چین اور ہندوستان تک کی قدیم تہذیبوں کا مطالعہ کیا۔ ارسطو، بطلیموس، پوکلڈ اور دیگر کے کاموں کا عربی میں ترجمہ کیا گیا۔ اس کے بعد مسلم اسکالرز اور سائنسدانوں نے اپنے اپنے تخلیقی نظریات، دریافتوں اور ایجادات کو شامل کیا اور آخر کار اس نئے علم کو یورپ تک پہنچایا، جو براہ راست نشاۃ ثانیہ کی طرف لے گیا۔ بہت سے سائنسی اور طبی مقالے، جن کا لاطینی میں ترجمہ کیا گیا ہے، 71 ویں اور 81 ویں صدی کے آخر تک معیاری متن اور حوالہ جاتی کتابیں تھیں۔

ریاضی: ہم نوٹ کرنا دلچسپ ہے کہ اسلام انسانوں کو کائنات کا مطالعہ کرنے اور اس کی کھوج کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ مثلاً قرآن پاک میں ارشاد ہے:

سُرِّيهِمْ ءَايَاتِنَا فِي الْاَفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَّهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ

"ہم آپ (انسانوں) کو افق / کائنات میں اور آپ کے اندر اپنی نشانیاں دکھائیں گے جب تک کہ آپ کو یقین نہ ہو جائے کہ وحی حق ہے۔" [قرآن، 41:53]

کھوج اور تلاش کی اس دعوت نے مسلمانوں کو فلکیات، ریاضی، کیمسٹری اور دیگر علوم میں دلچسپی پیدا کی اور وہ ہندسہ، ریاضی اور فلکیات کے درمیان خط و کتابت کی بہت واضح اور پختہ سمجھ رکھتے تھے۔ مسلمانوں نے صفر کی علامت ایجاد کی (لفظ "سائپر" عربی سفر سے آیا ہے)، اور انہوں نے اعداد کو اعشاریہ 10 کے نظام میں ترتیب دیا۔

مزید برآں، انہوں نے ایک نامعلوم مقدار کو ظاہر کرنے کے لیے علامت ایجاد کی، یعنی متغیرات جیسے x۔

پہلے عظیم مسلمان ریاضی دان، الخوارزمی نے الجبرا (الجبر) کا مضمون ایجاد کیا، جسے دوسروں نے مزید ترقی دی، خاص طور پر عمر خیام۔ الخوارزمی کا کام، لاطینی ترجمہ میں، ریاضی کے ساتھ عربی ہندسوں کو سپین کے ذریعے یورپ پہنچایا۔ لفظ "الگورتھم" ان کے نام سے ماخوذ ہے۔

مسلمان ریاضی دانوں نے جیومیٹری میں بھی مہارت حاصل کی، جیسا کہ ان کے گرافک آرٹس میں دیکھا جا سکتا ہے، اور یہ عظیم الیپرونی تھے (جس نے قدرتی تاریخ، یہاں تک کہ ارضیات اور معدنیات کے شعبوں میں بھی مہارت حاصل کی) جس نے مثلثیات کو ریاضی کی ایک الگ شاخ کے طور پر قائم کیا۔ دوسرے مسلمان ریاضی دانوں نے نمبر تھیوری میں نمایاں پیش رفت کی۔

دوالتی:

اسلام میں، انسانی جسم تعریف کا ایک ذریعہ ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ (خدا) کی طرف سے پیدا کیا گیا ہے۔

ہم کیسے کام کرتا ہے، اسے صاف اور محفوظ کیسے رکھا جائے، بیماریوں کو اس پر حملہ کرنے سے کیسے روکا جائے یا ان بیماریوں کا علاج کیا جائے، یہ اہم مسائل ہیں۔ مسلمانوں میں سے ہیں۔

حضرت محمد نے خود لوگوں کو "اپنی بیماریوں کے لیے دوائیں" لینے کی تاکید کی، جیسا کہ لوگ اس پر تھے۔

وقت ایسا کرنے سے گریزاں تھے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ "خدا نے کوئی بیماری پیدا نہیں کی، بلکہ اس کے لیے بڑھاپے کے علاوہ شفاء رکھی ہے، جب تریاق لگائیں گے تو اللہ کے حکم سے مریض صحت یاب ہو جائے گا۔"

یہ مسلم سائنسدانوں کو تجرباتی قوانین کی کھوج، ترقی اور ان کا اطلاق کرنے کی ترغیب دینے کا مضبوط محرک تھا۔ ادویات اور صحت عامہ پر بہت زیادہ توجہ دی گئی۔ پہلا ہسپتال بغداد میں 1706ء سی میں بنایا گیا تھا۔ مسلمانوں نے اونٹوں کے قافلوں کو بھی موبائل ہسپتال کے طور پر استعمال کیا، جو جگہ جگہ منتقل ہوتے رہے۔

چونکہ مذہب نے اس سے منع نہیں کیا تھا، اس لیے مسلم اسکالرز نے انسانی لاشوں کو اناتومی اور فزیالوجی کا مطالعہ کرنے اور اپنے طلباء کو یہ سمجھنے میں مدد کرنے کے لیے استعمال کیا کہ جسم کیسے کام کرتا ہے۔ اس تجرباتی مطالعہ نے سرجری کو بہت تیزی سے تیار کرنے کے قابل بنایا۔

الرازی، جسے مغرب میں Rhazes کے نام سے جانا جاتا ہے، مشہور طبیب اور سائنسدان، (متوفی 932 قرون وسطی میں دنیا کے عظیم ترین طبیبوں میں سے ایک تھے۔ انہوں نے تجرباتی مشاہدے اور طبی ادویات پر زور دیا اور وہ ایک تشخیص کار کے طور پر بے مثال تھے۔ انہوں نے ہسپتالوں میں حفظان صحت پر ایک مقالہ بھی لکھا۔

خلف ابوالقاسم الزہراوی گیارہویں صدی میں ایک بہت مشہور جراح تھا، جو یورپ میں اپنے کام، رعایت (کتاب التصریف) کے لیے مشہور تھا۔

ابن سینا (متوفی 1037) جسے مغرب میں Avicenna کے نام سے جانا جاتا ہے، شاید جدید دور تک سب سے بڑا طبیب تھا۔ ان کی مشہور کتاب القانون فی الطب 700 سال سے زائد عرصے تک یورپ میں بھی معیاری درسی کتاب رہی۔ ابن سینا کا کام اب بھی مشرق میں زیر مطالعہ اور تعمیر کیا جاتا ہے۔

فارماکولوجی میں دیگر اہم شراکتیں کی گئیں، جیسے ابن سینا کی کتاب الشفاء (شفاء کی کتاب)، اور صحت عامہ میں۔ اسلامی دنیا کے ہر بڑے شہر میں بہت سے بہترین اسپتال تھے، جن میں سے کچھ تدریسی اسپتال تھے، اور ان میں سے بہت سے دماغی اور جذباتی امراض کے لیے مخصوص تھے۔ عثمانیوں کو خاص طور پر ان کے ہسپتالوں کی تعمیر اور ان میں اعلیٰ درجے کی حفظان صحت کے لیے جانا جاتا تھا۔

سبق نمبر 10 کی آیات

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ

''اس کے بندوں میں صرف علم والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔'' [82:53]

أَفَرَأَى بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ

"پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔۔۔؟" [1:69]

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ أَلْسِنَتِكُمْ وَالْوَأْنِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالَمِينَ

"اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا تنوع ہے، بے شک اس میں علم والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔" [قرآن 30:22]

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ

"ہم آپ (انسانوں) کو افق / کائنات میں اور آپ کے اندر اپنی نشانیاں دکھائیں گے جب تک کہ آپ کو یقین نہ ہو جائے کہ وحی حق ہے۔" [35:14]

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

"اور وہ اپنی خواہش کی بات نہیں کرتا۔ وہ نہیں بلکہ وحی ہے جو اس پر نازل ہوتی ہے۔ (4-53)

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ
يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور یقیناً اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے۔'' (3:164)

أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ

"کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو؟ پھر کیا تمہیں عقل نہیں ہے؟" (44:2)

أَنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَكَفَىٰ بِهِ إِثْمًا مُّبِينًا

’’دیکھو وہ اللہ پر کس طرح جھوٹ باندھ رہے ہیں۔ اور ہم بذات خود ایک گناہ کافی ہے۔“ (05:4)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ

لو! اپنی آوازیں غیب کے بتانے والے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے بلند نہ کرو اور ان کے سامنے اس طرح بلند آواز سے نہ بولو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر نہ ہو۔ (49:2)

سبق نمبر 10 کی احادیث

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

"اے اللہ میں تجھ سے نفع بخش علم کا سوال کرتا ہوں"

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَعَلٰى اٰلِہٖٖ وَسَلَّمَ

’’جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے‘‘۔ (سنن ابن ماجہ)

اسلامی کھدما مبرشہ نزلتی نظام

معاشرے کی تعریف

"جہاں لوگوں کا ایک گروہ ایک ہی زبان اور ایک ہی ثقافت کے ساتھ رہتا ہے"

یا

"انسانی تعلق کا ایک ٹھوس سلسلہ جو عملی سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا بنیادی عنصر فوائد حاصل کرنا ہے"

معاشرہ بنی نوع انسان کے لیے کیوں لازمی ہے؟

1. فوائد حاصل کریں۔

2. نقصان سے بچنا

3. حقوق کی حفاظت اور احتیاطی تدابیر

معاشرے کے عناصر

1. افراد (افراد)

2. درجات (طبقات)

3. خاندان

معاشرے کے بنیادی عوامل

1. خاندان اور قبیلہ

2. علاقہ/جائیداد اور ملک

3. درجات (طبقات)

4.

عقیدہ کا بنیادی مضمون (عقیدہ)

سماجی نظام کی اہمیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بنی نوع انسان کو جو ہدایت ملی اس میں سب سے پہلی چیز ایمان اور توحید کی دعوت تھی۔ اس کے بعد آپ دعوت قبول کرنے والوں کو زندگی کے اخلاقی اور عملی میدانوں کے بارے میں نصیحت اور نصیحت فرماتے تھے۔

نبی کی ایسی تعلیمات اور نصیحتوں کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حصہ حقوق العباد سے متعلق ہے۔ ہم بتانا ہے کہ بندوں پر اللہ کا کیا دعو ئی ہے اور اس سلسلے میں بندوں کے کیا فرائض ہیں اور ہم دعو ئی کس طرح ادا کرنا ہے اور واجبات کو پورا کرنا ہے۔ پیغمبر اسلام کے بعض اخلاقی احکام بھی اسی حصے سے تعلق رکھتے ہیں۔

دوسرا حصہ ان تعلیمات پر مشتمل ہے جو انسانوں کے ایک دوسرے پر حقوق سے متعلق ہیں، اور وہ فرائض جو وہ تمام مخلوقات کے ذمہ ہیں، عمومی طور پر۔ انسان اپنی سماجی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے تمام افراد اور گروہوں یا کسی دوسری مخلوق کے لیے ایک عمل کیسے ہے جس سے وہ اپنی زندگی کے مختلف شعبوں میں رابطہ کر سکتا ہے؟ پیغمبر کی بعض اخلاقی تعلیمات پھر اس زمرے میں آتی ہیں۔

انسان کے حقوق کا سوال زیادہ اہم ہے ہم احساس کہ اگر ہم ان کو نظر انداز کریں یعنی کسی کے حقوق کو پامال کریں یا اس کے ساتھ اگلی پس کی اور افسلام چرکیں تجلوا لے، بل شہیہ بکیو و شاپک بیڑاکرمہ پکریا بنم تیرارمہ کیے نخلالاف بگنیا مکیا بغیرکرجیے والائ نکہایو اچرکھیا۔ الا اہو کیے۔ لہین ایتہ کمی فیلمیکن چکانمہ بیہا کے

اسی وجود میں یا اس سے معافی مانگنا، ورنہ آخرت میں اس کا بدلہ چکانا پڑے گا جو ،
، آخرت کا عبرتناک عذاب بھگتنا بہت عزیز ہے۔

،

بخاری میں ابوبیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جس نے کسی بھائی کے ساتھ زیادتی کی ہو یا کسی اور طرح سے اس کے حقوق کی خلاف ورزی کی ہو تو اسے چاہیے کہ اس کے ساتھ اگلی کمی فیہ مکارمنے کیو لہیے، ی گدر ان کے پتاکر سنہیے اکوارعاسلمی کدانہ خیارمہیت تکے لے سے ہمہنلائیہ جکوب اکہ سا کاہم کیایا ہس کو گھکائی پیچیر ازنہ، ٹھوو۔ رجیونٹارل یو لٹا بیلوور سٹریم آ (24) دعو ئی پاکستان کے حوالے سے دیا جائے گا۔

اس کے علاوہ بیہقی نے شب الایمان میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

طومار یا اعمال (جن میں بندوں کے گناہ لکھے جاتے ہیں) تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو کبھی معاف نہیں ہوتے، (اور) وہ شرک ہے، رب نے قرآن میں اعلان کیا ہے کہ، صورت میں، کیا وہ شرک کے گناہ کو معاف کر دے گا؟ دو وہ جن سے اللہ تعالیٰ عدل کیے بغیر نہیں گزرے گا، (اور) ہم باہمی غلطیاں، چوٹیں اور حقوق کی پامالی ہیں اور رب تعالیٰ ضرور اس کا بدلہ دے گا، تین جن میں وہ گناہ نازل ہوں گے جن کا وزن ان کے اعمال سے بہت کم ہے۔ اللہ کے نزدیک ہم وہ خامیاں ہیں جو صرف بندوں اور خالق کے درمیان ہیں ان کا فیصلہ مکمل طور پر اس کے ہاتھ میں ہے۔

اور وہ گنہگاروں کو سزا یا معاف کر دے گا جو وہ پسند کرتا ہے۔"

انسانی حقوق کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ایک بار پھر شہر کی نوعیت کی ہیں، ایک گروہ سے تعلق رکھنے والے وہ اقوال ہیں جو معاشرتی رویے کے اصولوں اور خصوصیات سے متعلق ہیں، مثال کے طور پر والدین کا اپنے بچوں کے ساتھ کیا رویہ ہونا چاہیے؟ اور اولاد اپنے والدین کی طرف اور شوہروں کی اپنی بیویوں کی طرف اور بیویاں اپنے شوہروں کی طرف؟ قریبی اور دور کے رشتہ داروں اور پڑوسیوں اور جو ہم سے بڑے یا چھوٹے ہیں ان کے کیا حقوق ہیں؟ ہم اپنے خادموں اور ماتحتوں کے ساتھ، خاص طور پر معاشرے کے غریب اور کمزور افراد اور مجموعی طور پر بنی نوع انسان کے ساتھ کیسا سلوک کریں؟ ایک بار پھر اجتماعی میل جول میں، تقریر و صحبت میں، کھانے پینے، اٹھانے اور جلاوطنی اور خوشی اور غم کے موقعوں پر، اور اسی طرح کی رسموں اور آداب کا خیال رکھنا چاہیے؟ ایمان کا ہم شعبہ وسیع طور پر معشرات کے نام سے جانا جاتا ہے۔

سب سے اہم اسلامی حقوق

اسلامی حقوق جن کا اسلام میں احترام کیا جاتا ہے۔ جن میں سے اہم ترین درج ذیل ہیں:

حقوق العباد:

بندوں پر اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں۔ ہر نعمت شکر کی مستحق ہے۔ بندوں پر اللہ کے بہت سے حقوق ہیں جن میں سے سب سے اہم درج ذیل ہیں:

1. توحید، جس کا مطلب ہم ماننا ہے کہ اللہ اپنی ذات، اس کے ناموں، اس کی صفات اور اس کے اعمال میں ایک ہے۔ پس ہمیں یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ ہی رب ہے، حاکم ہے، خالق ہے، رازق ہے، جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

تَبْرَكَ الَّذِي يَدِيَهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

مبارک ہے وہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے" [1:76 - مفہوم کی تشریح]

2. 'عبادت'، جس کا مطلب ہے صرف اللہ کی عبادت کرنا کیونکہ وہ ان کا رب، خالق اور رازق ہے۔ لہذا ہر قسم کی عبادت کو صرف اسی کے لیے وقف کیا جانا چاہیے، جیسے کہ دعا، ذکر، مدد مانگنا، عاجزی، تواضع، امید اور خوف، نذریں، قربانیاں وغیرہ۔ اللہ فرماتا ہے:

''اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو'' (النساء: 4:36)

3. شکر (شکر ادا کرنا)، کیونکہ اللہ ہی تمام مخلوقات کو نعمتوں اور نعمتوں سے نوازتا ہے، اس لیے انہیں ان نعمتوں کا شکر اپنے ہونٹوں پر، دلوں میں اور اپنے جسمانی اعمال میں، حمد کے ذریعے ظاہر کرنا چاہیے۔ اللہ اور ان نعمتوں کو اللہ کی اطاعت کے لیے استعمال کرنا اور ان طریقوں سے جن کی اللہ نے اجازت دی ہے:

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ

''پس مجھے یاد کرو (نماز پڑھ کر، تسبیح کرتے ہوئے)۔ میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرے شکر گزار رہو (میری بے شمار نعمتوں پر) اور کبھی میری ناشکری نہ کرنا۔'' (البقرہ 2:152)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام نوع انسانی کے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ نے اسے انسانوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لانے کے لیے بھیجا ہے، اور انہیں وہ چیز دکھانے کے لیے بھیجا ہے جس سے انہیں دنیا اور آخرت میں خوشی ملے گی۔

رسول کے ہم پر جو حقوق ہیں ان میں سے یہ ہے کہ ہم ان سے محبت کریں، ان کی اطاعت کریں اور ان پر درود بھیجیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت ان کے احکام پر عمل کرنے اور ان کی بتائی ہوئی باتوں پر یقین کرنے سے حاصل ہوتی ہے، جس سے منع کیا ہے اس سے اجتناب کرتے ہیں اور اللہ کی عبادت نہیں کرتے سوائے ان طریقوں کے جو اس نے بتائے ہیں۔

والدین کے حقوق:

اسلام خاندان پر خصوصی توجہ دیتا ہے اور اس کے اندر محبت اور احترام کی ترغیب دیتا ہے۔ والدین خاندان کی بنیاد اور بنیاد ہیں، اس لیے والدین کی تعظیم کرنا اللہ کے نزدیک افضل ترین اعمال میں سے ایک ہے۔

والدین کی تعظیم ان کی اطاعت، ان کا احترام، ان کے ساتھ تواضع، ان کے ساتھ حسن سلوک، ان پر خرچ کرنے، ان کے لیے دعا کرنے، ان کے ساتھ رشتہ داری کرنے اور ان کے دوستوں کی عزت کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

اللہ فرماتا ہے:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَيَالِ الَّذِينَ إِحْسَنُوا

"اور تمہارے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور یہ کہ تم اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔" [الاسراء 17:23]

اس سلسلے میں ماں کے حقوق زیادہ ہیں، کیونکہ وہی بچے کو جنم دیتی ہے، اسے جنم دیتی ہے اور اسے دودھ پلاتی ہے۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری صحبت کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ اس نے کہا تمہاری ماں۔ اس نے کہا پھر کون؟ اس نے کہا تمہاری ماں۔ اس نے کہا پھر کون؟ اس نے کہا تمہاری ماں۔ اس نے کہا پھر کون؟ اس نے کہا تمہاری والدہ۔

رشتہ داروں کے حقوق

تمام رشتہ دار، فوری یا دور، مومن مسلمانوں پر کچھ حقوق حاصل کرتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر رشتہ دار کے حقوق کا ایک خاص درجہ ہے۔ اس طرح کے درجات فرد کے قریبی رشتوں پر منحصر ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے۔ صحت مند سماجی تعلقات اور نتیجہ خیز تعلقات اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی قیمتی ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے ایسے رشتوں کا مطالعہ کیا جائے، ان کا مشاہدہ کیا جائے اور ایسے اچھے اور پروان رشتوں کو برقرار رکھا جائے جو ایک بہتر معاشرہ، قریبی تعلقات، زیادہ ہم آہنگ برادری اور بہتر ماحول کا باعث بنیں۔

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

وَعَاتِ ذَاَ الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ

"اور رشتہ داروں کو ان کا حق ادا کرو" (62:71)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی فرمایا:

﴿وَأَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَيَالِ الَّذِينَ إِحْسَنُوا

’خدا کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔‘ (63:4)

ہر مسلمان فرد، مرد و عورت، جوان ہو یا بالغ، غریب ہو یا امیر، قریبی ہو یا دور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا تقاضا کرتا ہے۔ سب سے گزارش ہے کہ رشتہ داروں کی ہر ممکن مدد کریں اور ہر ممکن طریقے سے چاہے جسمانی، ذہنی، روحانی، اخلاقی یا مالی۔ امداد کی رقم 51

ہے۔

رشتہ دار کی حیثیت یا تعلقات کی سطح کے متناسب، اور ایسے رشتہ دار کی ضرورت کی بنیاد پر جانچا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کی اپنی خوبیاں مذہبی تعلیمات، اخلاقی ذمہ داریوں، ذہنی فیصلے اور خالص فطری تقاضوں اور ذمہ داریوں پر مبنی ہیں۔ دوسری طرف یہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ اسلام اس روئے زمین پر انسان کے خالص، فطری اور فطری تقاضوں سے کس حد تک متفق ہے۔

اسلام اور اس کی صحیح، پاکیزہ اور درست تعلیمات پر کاربند مومن مسلمان افراد کو بار بار تاکید کی جاتی ہے اور کسی رشتہ دار کو ایسے نیک عمل کی قدر کے ساتھ مسلسل یاد دلایا جاتا ہے۔ بہت سے بیانات اس حقیقت کی تائید قرآن اور پیغمبر اسلام محمد بن عبد اللہ کی سنت دونوں سے کرتے ہیں، جیسا کہ ہم مندرجہ ذیل پیراگراف میں واضح کریں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا، اپنی تخلیق مکمل کرنے کے بعد رحم سے کھڑا ہو گیا اور کہا: اے اللہ! یہ اس شخص کی جگہ ہے جو آپ سے پناہ مانگتا ہے اس کا بائیکاٹ کیا جاتا ہے اور اس پر پابندی لگائی جاتی ہے یا خارج کردی جاتی ہے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ہاں۔ بے شک یہ قبول نہ کرو کہ میں (خود) اس سے دوستی کروں گا جو تم سے دوستی کرے گا (بطور رحم، یا وہ رشتہ دار جو رحم کے رشتوں اور رشتوں کی وجہ سے پیدا ہوئے اور جوڑے گئے)۔ اور میں اپنے تعلقات منقطع کردوں گا اور منع کردوں گا کہ تم پر کون پابندی لگانا ہے؟" رحم نے کہا: "میں قبول کرتا ہوں"، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میں تمہیں یہ یقین دلاتا ہوں۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پڑھ لو اگر تم قرآن کے نزول کی تمنا:

"پھر کیا تم سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اگر تم کو اختیار دیا جائے تو تم زمین میں فساد برپا کرو گے؟

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا
أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٧﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعَمَّى
أَبْصَرَهُمْ

اور اپنے رشتہ داروں کے رشتے توڑ دیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے کیونکہ اس نے انہیں بھرا کر دیا ہے اور ان کی بینائی کو اندھا کر دیا ہے۔" (22:74، 23)

اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی منقول ہے: "جو شخص اللہ، اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں یا رشتہ داروں کے ساتھ بات چیت کرے، نیک، مہربان اور مہربان ہو۔" اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

یہ دیکھنا افسوسناک ہے کہ بہت سے لوگ ایسے اہم سماجی حقوق اور مذہبی ذمہ داریوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ بہت سے مسلمان بدقسمتی سے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی پرواہ نہیں کرتے جو غریب اور نادار ہیں، نہ ہی سماجی تعلقات یا حتیٰ کہ کوئی دوسری مدد جو کہ وہ بغیر کسی قیمت کے فراہم کر سکتے ہیں۔ بعض اوقات آپ کسی شخص کو، اس کے برعکس، سخت مزاج، اپنے ہی رشتہ داروں کے لیے، خواہ مخواہ، حسد کرنے والا یا بغل کرنے والا، جب کہ دور دراز کے لوگوں کے خلاف ہو۔ کچھ لوگ، بدقسمتی سے، اپنے رشتہ داروں سے ملنے تک نہیں جاتے، انہیں کبھی کبھار تحائف اور تحائف پیش کرتے ہیں، ضرورت پڑنے پر ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں، ان کی مدد کرتے ہیں یا اگر واقعی مدد کی اشد ضرورت ہو تو مدد کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔

دوسری طرف اور بھی قسم کے لوگ ہیں جو رشتہ داروں سے اچھے تعلقات صرف رشتوں کی خاطر قائم کرتے ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ ایسا شخص درحقیقت وہ کچھ نہیں کر رہا جو وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تکمیل کے لیے کر رہا ہے، بلکہ وہ ان رشتہ داروں کو واپس کر رہا ہے جو اسے پیشگی ادا کیا گیا تھا۔ ایسا فعل رشتہ داروں، دوستوں اور دور کے لوگوں پر لاگو ہوتا ہے۔ حقیقی نیک انسان وہ ہے جو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صرف اللہ رب العزت کی خوشنودی کے لیے اچھے تعلقات قائم کرے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلقات کو بہتر بنانے کی امید رکھے چاہے وہ اس کے ساتھ ایسا ہی کریں یا نہ کریں۔

بخاری نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جو شخص اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے وہ ایسا نہیں ہے جو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے، یا ان کو ان کے برابر بدلہ دے، اچھا وہ ہے جو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ رشتہ دار خواہ وہ اس کے ساتھ ایسا نہ بھی کریں، ان کی عبادت کریں خواہ وہ اس کی عبادت نہ کریں، انہیں دیں خواہ وہ اسے نہ دیں، وغیرہ۔ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن سے میں ملاقات کرتا ہوں، ان کے ساتھ حسن سلوک کریں اور جو کچھ میں دے سکتا ہوں، لیکن وہ میرے خلاف کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ انتہائی صبر کرنے کی کوشش کرتا ہوں، قطع نظر اس کے کہ وہ مجھے جو بھی تکلیفیں، لاپرواہی اور پریشانی لاتے ہیں۔ ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم واقعی وہی ہو جو تم بیان کرتے ہو، تو تم ایسے ہو جیسے تم انہیں راکھ کھانے دیتے ہو (ان کے اپنے اعمال کے نتیجے میں) جب تک تم ان کے ساتھ بھلائی کرتے رہو گے۔ پھر بھی، اللہ، د

اللہ تعالیٰ آپ کی حمایت جاری رکھے گا، آپ کی مدد کرے گا اور ان پر آپ کی مدد کرے گا جب تک کہ آپ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہیں۔"

ہم ایک حقیقی خوشی کی بات ہے کہ کسی کو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھے اور مہربان ہونے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اگر انسان کو ایسے نیک سماجی عمل سے صرف ایک چیز ملتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ یہ انسان کو اس زندگی میں کافی ہے۔ لیکن اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ انسان اپنی زندگی میں اللہ رب العزت کے ایسے احکامات کو پورا کرنے سے بے پناہ فائدے حاصل کرے۔ ایک شخص یقینی طور پر سماجی طور پر بڑھتا ہے، اخلاقی طور پر پختہ ہوتا ہے اور اپنے ساتھ اور اپنے آس پاس کی کمیونٹی کے ساتھ آرام اور سکون محسوس کرتا ہے۔

انسان اپنے قریبی افراد کی حمایت یا اپنے بڑھے ہوئے خاندان کے افراد کی اخلاقی حمایت کے بغیر کمزور ہے۔ اسلام زندگی کے اصولوں سے متفق ہے۔ یہ انسان کی سماجی زندگی کے بنیادی تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے حقوق کا قائم کرنا، اسلامی زندگی اور معاشرہ کو چلانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے جو پوری دنیا کے انسانوں کے لیے ہے۔ اس طرح کے تعلقات کے جہاز ایک قریبی معاشرہ پیدا کریں گے، مختلف افراد اور معاشرے کی مختلف اکائیوں کے اجزاء، کے درمیان بہتر تعلقات قائم کریں گے۔

ایک مسلمان کے دوسرے پر حقوق:

مومنین آپس میں بھائی ہیں اور ایک مربوط قوم ہیں، جیسے ایک عمارت کے حصے جو دوسرے حصوں کو سہارا دیتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے رحم اور شفقت کے ساتھ پیش آتے ہیں، اور ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ اس عمارت اور اس بھائی چارے کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حقوق مقرر کیے ہیں، جو ہر مسلمان کو اس کے ساتھی مسلمان پر ہیں۔ ان میں محبت، خلوص (نصیحت)، اس کی تکلیف کو دور کرنا، اس کی غلطیوں کو چھپانا، جب وہ حق پر ہو تو اس کا ساتھ دینا، پڑوسیوں کا احترام کرنا اور مہمانوں کی عزت کرنا شامل ہیں۔

ان حقوق میں سلام کا جواب دینا، بیمار کی عبادت کرنا، دعوت قبول کرنا، مسلمان کو چھینک آنے پر پارحکم اللہ کہنا اور اس کے جنازے میں شرکت کرنا بھی شامل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں: سلام کا جواب دینا، جب چھینک آنے تو پارحکم اللہ کہنا، دعوت قبول کرنا۔ بیماروں کی عبادت کرنا اور جنازوں میں شرکت کرنا۔ (مسلم نے روایت کیا ہے)

پڑوسی کے حقوق:

اسلام پڑوسیوں کے مسئلہ پر توجہ دیتا ہے، خواہ وہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں، اس کے مفادات کی بنا پر قوم کو ایک جسم بنانے میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل علیہ السلام پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتے رہے حتیٰ کہ میرا خیال تھا کہ پڑوسیوں کو وارث بنا لیں گے۔ (متفق علیہ۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے)

ایک پڑوسی کے دوسرے پر جو حقوق اسلام نے بیان کیے ہیں ان میں سے سلام کا آغاز کرنا، بیمار ہو تو اس کی عبادت کرنا، مصیبت پڑنے پر تعزیت کرنا، خوشی کے موقع پر اسے مبارکباد دینا، اس کی غلطیوں سے درگزر کرنا، اس کی عیبوں کو چھپانا، اس کی ناراضگی کو برداشت کرنا شامل ہیں۔ صبر کے ساتھ اسے تحفہ دینا، ضرورت پڑنے پر اسے قرض دینا، اس کی عورتوں کی طرف دیکھنے سے نظریں نیچی رکھنا، اور اس کی رہنمائی کرنا جس سے اس کے دینی اور دنیاوی معاملات میں فائدہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لیے بہترین ہو اور اللہ کے نزدیک بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے لیے بہترین ہو۔ (بخاری نے روایت کیا ہے)

پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرمانا ہے: (ترجمہ)

﴿وَأَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَنًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ
وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ
بِالْجَنُبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ
مُخْتَلًا فَأَقْرُبُوا

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور والدین، قریب داروں، یتیموں، مساکین، قریبی پڑوسی، اجنبی پڑوسی، اپنے ساتھی کے ساتھ بھلائی کرو۔ ۱۱ (النساء، 4:36)

اسلام اپنے پڑوسیوں کو تنگ کرنے یا ان کے ساتھ برا سلوک کرنے سے خبردار کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ یہ جنت سے محروم ہونے کا باعث بنے گا: "وہ جنت میں نہیں جائے گا جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔" (متفق علیہ۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے)۔

مشترک مفادات کے حصول کے لیے اسلام حاکم کو اپنی رعایا پر اور رعایا کو ان کے حاکم پر حقوق دیتا ہے اور یہ شوہر کو بیوی پر اور بیوی کو شوہر پر حقوق دیتا ہے اور اس کے علاوہ اور بھی عادلانہ حقوق ہیں جو اسلام نے دیا ہے۔ نے حکم دیا ہے۔

الْقَوْلُ صَاحِبُ وَهُوَ كَالْإِبَالِ وَيُفْتَضِلُّ
أَنْ يَسَادَ

ترجمہ: بہت بابرکت ہے وہ جس کے قبضے میں ساری بادشاہی ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (الملک: 1)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْوَالِدَيْنِ
 بِرَأْسَيْهِمَا لَا تُفَارِقْهُمَا فِي
 اَيِّ مَقَامٍ هُمَا فِيهِ
 اَبْنَاؤُكَ الْجَانِبَيْنِ لَا تَفَارِقْهُمَا فِي اَيِّ مَقَامٍ هُمَا فِيهِ
 اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَتَمَّ لَكَ اَمْرًا وَخَلَقَ
 خَلْقًا مِثْلَهُ

ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، رشتہ دار پڑوسی اور غیر رشتہ دار پڑوسی اور قریبی ساتھی اور مسافروں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اور تمہاری لونچیاں بے شک اللہ کی مغرور اور متکبر کو پسند نہیں کرتا۔ (36) (النساء: 36)

فَإِذَا لَمْ يُمْضُوا
إِنْ لَيْدُنْ وَلَكُمْ
أَنْ تَنْقِمْ
لِقَاضِي الْأَرْضِ
أَوْدِيهِ

ترجمہ: نو کیا آپ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر آپ کو حکومت مل گئی تو آپ زمین میں انتشار پھیلادیں گے اور آپ کے تعلقات منقطع کر لیں گے؟ (22) یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے تو اس نے انہیں حق سے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں اندھی کر دیں۔ (محمد: 32)

وَقَالَ لَهُمْ خُذُوا هَذِهِ السَّكَّةَ فَأَنْزِلُوا فِيهَا الْفَلَاكَ فَتُجَرَّبُوا فِيهَا فِي يَوْمٍ فَتَاتٍ يَسُرُّ السَّامِعِينَ

ترجمہ: اور تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ تم اس سے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں آپ کی موجودگی میں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو "أفان" نہ کہو اور نہ جھڑکیں، اور ان سے نہایت ادب سے بات کریں۔ (*نفرت کا کوئی اظہار) (بنی اسرائیل: 23)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۚ بَلْ تَحِبُّونَ الْكِبَرَةَ ۚ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۚ﴾
 ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۚ بَلْ تَحِبُّونَ الْكِبَرَةَ ۚ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۚ﴾

ترجمہ: آپ کے اس دور کی قسم (۱) پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم)۔ (1) بیشک انسان خسارے میں ہے۔ (2) سوالے ان لوگوں کے جنہوں نے ایمان لایا اور نیک عمل کیے اور ایک دوسرے کو حق کی تلقین کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔ (3)

اسلامک اسٹڈیز ۲۰۲۰ ISL202 - نہ رُہ
اللہ کے نام سے ہے
بسم اللہ الرحمن الرحیم
۱۷۷
بسم اللہ الرحمن الرحیم
۱۵۱

ترجمہ: کہہ دو کہ آؤ تاکہ میں تمہیں وہ چیزیں سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اور اپنی اولاد کو غربت کی وجہ سے قتل نہ کرو۔ ہم سب کو رزق دیں گے - آپ کو اور ان کو۔ اور فحش چیزوں کے قریب نہ جاؤ، ان کے درمیان کھلی یا چھپی ہوئی اور کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو جسے اللہ نے مقدس بنایا ہے۔ ہم آپ کو حکم ہے، تاکہ آپ کو عقل آئے۔' (الانعام: 151)

اللہ کے نام سے ہے
بسم اللہ الرحمن الرحیم
۱۷۷
بسم اللہ الرحمن الرحیم
۱۵۱

اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر بہترین طریقے سے، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔ اور انصاف کے ساتھ پوری طرح ناپ اور تولو۔ ہم کسی جان پر بوجہ نہیں ڈالتے سوائے اس کی طاقت کے۔ اور ہمیشہ منصفانہ بات کریں، اگرچہ یہ آپ کے رشتہ دار سے متعلق ہو؛ اور صرف اللہ کے عہد کے وفادار رہو۔ ہم تمہیں حکم دیا گیا ہے، تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔'

(الانعام: 152)
اللہ کے نام سے ہے
بسم اللہ الرحمن الرحیم
۱۷۷
بسم اللہ الرحمن الرحیم
۱۵۱

اور تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں آپ کی موجودگی میں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو "اف" نہ کہو اور نہ جھڑکیں، اور ان سے نہایت ادب سے بات کریں۔ (*نفرت کا کوئی اظہار)۔ (23) اور رحم کے ساتھ ان کے لیے عاجزی کے ساتھ اپنا بازو نیچے رکھیں اور دعا کریں کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما، جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا۔" (42) تمہارا رب تمہارے دلوں سے باخبر ہے۔ اگر تم اس کے لائق ہو تو وہ توبہ کرنے والوں کے لیے بہت بخشنے والا ہے۔ (25) اور رشتہ داروں کو ان کا حق دو اور مسکینوں اور مسافروں کو۔ اور بلا ضرورت ضائع نہ کریں۔ (26) بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔ (27) اور اگر تم ان سے روگردانی کر کے اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتے ہو جس کی تم امید رکھتے ہو تو ان سے آسان بات کہو۔ (* اصحاب رسول، جنہوں نے آپ سے مدد چاہی۔) (28) (بنی اسرائیل: 28)

اللہ کے نام سے ہے
بسم اللہ الرحمن الرحیم
۱۷۷
بسم اللہ الرحمن الرحیم
۱۵۱

ترجمہ: اور رحیم کے وہ بندے جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں کہ سلام۔ (63) اور جو اپنے رب کے لیے سجدہ اور قیام میں رات گزارتے ہیں۔ (64) اور جو عرش کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم سے جہنم کے عذاب کو ٹال دے۔ بے شک اس کی سزا ہمیشہ کے لیے گلے کا طوق ہے۔ (56) بے شک وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ (66) اور وہ جو خرچ کرتے وقت نہ حد سے بڑھتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں اور دونوں کے درمیان اعتدال رکھتے ہیں۔ (67) اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی پرستش نہیں کرتے اور کسی جاندار کو ناحق قتل نہیں کرتے جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور نہ زنا کرتے ہیں۔ اور جو بھی ایسا کرے گا اسے سزا ملے گی۔ (68) اس کے لیے قیامت کے دن عذاب بڑھا دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ذلت کے ساتھ رہے گا۔ (69) سوائے اس کے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ (70)

اور جس نے توبہ کی اور نیک عمل کیے تو اس نے اللہ کی طرف توبہ کی جیسا کہ اس کا تقاضا تھا۔ (71) اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب وہ کسی بے حیائی کے قریب سے گزرتے ہیں تو اپنی عزت بچاتے ہوئے اس سے گزر جاتے ہیں۔ (72) اور وہ لوگ کہ جب انہیں ان کے رب کی نشانیاں یاد دلائی جاتی ہیں تو ان پر بہرے اور اندھے نہیں ہو جاتے۔ (73) اور جو عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہماری آنکھوں کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ٹھنڈا کر اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ (74)

[illegible]

پس تم مجھے یاد کرو، میں تم سے بات کروں گا اور میرے حقوق کا اقرار کروں گا اور ناشکری نہ کرو۔ (البقرة: 152)

لَمْ يَكُنْ لَكَ بَعْدَ ذَلِكَ عَالٍ

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْمَطَرَ

ترجمہ: یہ وہ اعلیٰ کتاب (قرآن) ہے جس میں شک کی کوئی جگہ نہیں۔ متقیوں کے لیے ہدایت (2) جو بغیر دیکھے ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ (البقرہ: 3)

سبق نمبر 11 کی حدیث

من لم محرّصغیرنا و لم فلیس منا رقو کبیرنا

”وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹے بچوں پر رحم نہ کرے اور بوڑھوں کی عزت نہ کرے۔“
(الترمذی)

لیکچر نمبر 12: کھانے اور بات کرنے کے آداب

اچھے اخلاق کی تعریف (آداب)

- ذاتی کلام اور عمل میں قابل تعریف حالت پیدا کرنا۔
- علامہ سیوطی نے مندرجہ ذیل الفاظ میں آداب کی تعریف کی ہے۔
- "عظیم صفات پر پختہ ذہن کے ساتھ قدم اٹھائیں"۔

آداب انسان کی ایسی قابل تعریف کوششیں ہیں جن سے کوئی بھی ترجیح یا کوئی درجہ حاصل کر سکتا ہے۔

- ان درجہ ذیل گفتگووں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آداب ایک ایسا عمل یا ایسی تقریر ہے جس پر انسان مسلسل عمل کرتا ہے، جس کی وجہ سے لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں اور جس سے دنیا انسانی کو کوئی درجہ یا کوئی برتری حاصل ہوتی ہے۔

میتنگ کے قواعد و ضوابط

کسی شخص سے ملنے پر احترام، پیار یا رسمی پہچان کے اظہار کے طور پر سلام نام کی ہنسی معاشقہ میں ،
ایشونکلننگ ہجمبیشہ الفصاعطریکی بیسارہ ، ہماسرلامے کا پرینی۔ ملک میں ہندو ملاقات یا آمد پر نمسے کہتے ہیں، رام، عیسائیوں میں یہ رواج ہے۔ گڈ مارننگ، یا گڈ
اور رام بھی ،

عربوں میں بھی اسلام کے ظہور سے پہلے اسی قسم کے سلام کا رواج تھا۔ سنن ابی داؤد میں صحابی عمران بن حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ظہور اسلام سے پہلے انما اللہ بکا ان (میرے اللہ تیری آنکھوں کی ٹھنڈک) اور انعمصابہ کہتے تھے۔ آپ کی صبح مبارک ہو ایک دوسرے کو سلام کرتے ہوئے۔ جب ہم گمراہی کے اندھیروں سے اسلام کی روشنی میں نکلے تو سلام کے یہ فارمولے حرام ہو گئے اور ان کی جگہ ہمیں السلام علیکم کہنا سکھایا گیا۔

جیسا کہ تھوڑا سا غور کیا جائے گا، خیر سگالی پر محبت اور احترام کے اظہار کے طور پر سلام کی کوئی صورت ممکن نہیں، یہ اس موقع کے لیے ایک بہترین اور جامع دعا کرتی ہے، جس کا مطلب ہے: میرے اللہ آپ کو سلامتی اور سلامتی عطا فرمائے۔ عمر میں ہم سے چھوٹے ہیں، یہ مہربانی اور پیار کا اظہار ہے، اور بزرگوں کے لیے احترام اور توجہ کا۔ مزید برآں، قرآن میں سلام اللہ کے بہترین ناموں میں سے ایک ہے، جملہ، السلام۔ السلام علیکم، اللہ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان اور عزت کے مرقع کے طور پر استعمال کیا گیا ہے، چنانچہ ہم پڑھتے ہیں:

سَلَامٌ عَلَىٰ نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ

لوگوں کے درمیان نوح پر سلامتی ہو (الصافات، 37:79)

سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ

سلام ہو ابراہیم پر، (الصافات، 37:109)

سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ

سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر (الصافات، 37:120)

سَلَامٌ عَلَىٰ إِلْيَاسِينَ

سلام ہو ان پر جو بھیجے گئے ہیں (الصافات، 37:181)

وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ أَصْطَفَىٰ

اور سلام ہو اس کے بندوں پر جن کو اس نے چن لیا ہے (27:59)

اہل ایمان کو بھی حکم ہے کہ حضور پر درود ان الفاظ میں پڑھیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اور نبی کو بتایا جاتا ہے کہ جب وہ لوگ جو اَللّٰہی پر ایمان رکھتے ہیں ان کے پاس آئیں تو آپ ان سے کہیں:

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ

اسی طرح آخرت میں جنت میں داخلے کے وقت مومنین کا استقبال انہی کے ساتھ ہوگا۔
الفاظ:

ان میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، (الحجر 15:46) اور تم پر سلامتی نہ ہو کیونکہ تم نے حفاظت کی۔ آہ، میٹھا گزرنا (آسمانی) گھر کا نتیجہ ہوگا۔

ویسے بھی السلام علیکم سے بہتر کوئی سلام نہیں ہو سکتا۔ اگر ملاقات کرنے والے دو مسلمان پہلے سے ہی ایک دوسرے سے واقف ہوں اور ان کے درمیان دوستی، رشتہ یا پیار کا رشتہ موجود ہو تو سلام کی یہ شکل مکمل طور پر اس تعلق کو ظاہر کرتی ہے، اور اس کی بنیاد پر جذبات کا فصحی اظہار کرتی ہے۔ خوشی، احترام، محبت اور نیک خواہشات کا۔ دوسری طرف، اگر وہ اجنبی ہیں، تو یہ تعارف کا ایک ذریعہ بن جاتا ہے اور دوسرا، اس کے ذریعے، یہ کہ وہ خواہش مند ہے اور ان کے درمیان روحانی رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔

خواہ وہ کچھ بھی ہو، مسلمانوں کے درمیان سلام کی شکل کے طور پر السلام علیکم اور علیکم السلام کی تعلیم، پیغمبر اسلام کی سب سے بہترین ہدایت اور اسلام کا ایک مخصوص عمل ہے۔

گفتگو کے آداب

ہمیشہ سچ بولو۔ بڑے سے بڑے خطرے میں بھی سچ بولنے سے نہ ہچکچائیں۔

صرف اس وقت بات کریں جب آپ کو ضروری ہو، اور ہمیشہ ایک مقصد کے ساتھ بات کریں۔ بہت زیادہ گفتگو اور فضول گفتگو سنجیدگی کی کمی کو دھوکہ دیتی ہے۔ تم اپنے ہر لفظ کے لیے اللہ کے سامنے جوابدہ ہو۔ اللہ کا فرشتہ ہمارے تمام اعمال لکھتا ہے۔

"ایک نگران اپنی زبان سے کہی جانے والی ہر تقریر کو ریکارڈ پر محفوظ رکھنے کے لیے چوکس رہتا ہے۔"

ہمیشہ شائستگی سے بات کریں۔ اپنے چہرے پر مسکراہٹ اور اپنی گفتگو میں میٹھا لہجہ پہنیں۔ ہمیشہ معتدل آواز میں بات کریں۔ اپنی آواز اتنی نیچی نہ رکھیں کہ مخاطب کے لیے ناقابلِ سماعت ہو، اور نہ ہی اسے اتنی اونچی کریں کہ مخاطب آپ کی آواز سے زیادہ گھبرا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ أَكْرَهَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيمِ

"یقیناً، تمام آوازوں میں سب سے سخت آواز گدھے کی آواز ہے۔" [31:19]

گندی باتوں سے اپنی زبان خراب نہ کریں۔ دوسروں کو برا نہ کہو۔ غیبت میں کبھی ملوث نہ ہوں۔ دوسروں کے خلاف شکایت نہ کریں۔ دوسروں کا مذاق اڑانے کے لیے ان کی نقل کرنے میں کبھی بھی ملوث نہ ہوں۔ جھوٹے وعدے نہ کریں۔ کبھی بھی دوسروں پر نہ ہنسیں، نہ اپنی برتری پر فخر کریں اور نہ ہی اپنی تعریف میں مصروف ہوں۔ بات چیت میں کبھی بھی غیر معقول اور جلد بازی نہ کریں۔ توبین آمیز نام لے کر ریمارکس نہ دیں۔ کثرت سے قسم کھانے سے گریز کریں۔

ہمیشہ یہ کہیں کہ آپ، آپ کے دوست یا رشتہ دار کے کسی نقصان سے قطع نظر کیا منصفانہ اور منصفانہ ہے؟

وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ

"اور جب تم کچھ کہتے ہو تو وہی بولو جو کہ تم اپنے رشتہ دار کے بارے میں ہی کہہ رہے ہو۔" (251:6)

اپنی گفتگو میں نرم گو، معقول اور ہمدرد بنیں۔ تیز، سخت اور چھیڑنے والے تبصرے نہ کریں۔

جب خواتین مردوں سے بات کریں تو انہیں صاف، سیدھی اور کھردری بات کرنی چاہیے۔ انہیں نازک اور میٹھے لہجے میں بات نہیں کرنی چاہئے ایسا نہ ہو کہ سننے والے کو کوئی غلط توقع نہ ہو۔

اگر گستاخ آپ کو بات چیت یا جھگڑے میں پھنسا لے تو انہیں شائستگی اور سلام پیش کریں۔ چھوڑ دو انہیں۔ جو لوگ بے ہودہ اور لغو گفتگو کرتے ہیں وہ امت کی بدترین جماعت ہے۔

آپ جس آدمی سے بات کر رہے ہیں ان کی ذہنی سطح اور نقطہ نظر کو مدنظر رکھیں تاکہ اسے بنایا جا سکے۔

سمجھنا اگر مخاطب سن نہیں سکتا یا آپ کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہے تو بغیر کسی ناراضگی کے جو آپ پہلے کہہ چکے ہیں اسے دہرائیں۔

اپنی گفتگو میں ہمیشہ مختصر اور نقطہ نظر رکھیں۔ شاعری یا وجہ کے بغیر بحث کو طول دینا نا انصافی ہے۔

جب آپ الاسلام کے عقائد کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں تو اسلام کی تعلیمات پر سادہ اور واضح بات کریں اور پرجوش اور دل تو گرم دینے والے انداز میں بات کریں۔ بیان بازی کے ذریعے شہرت حاصل کرنا، پھولوں کی زبان سے لوگوں کو متاثر کرنے کی کوشش کرنا، لوگوں میں مقبولیت حاصل کرنا، متکبر اور متکبرانہ مزاج اختیار کرنا یا محض تفریح و تفریح کے لیے تقریریں کرنا، یہ سب بدترین عادتیں ہیں جو بگاڑ دیتی ہیں۔ آدمی اپنے دل کے مرکز تک۔

چاہلوسی میں ملوث نہ ہوں، اور نہ ہی کسی کے ساتھ خوشامد کریں۔ ہمیشہ اپنی عزت اور احترام کا خیال رکھیں اور اپنی عزت سے نیچے کی چیزوں سے گریز کریں۔

دوسروں کی گفتگو میں ان کی اجازت کے بغیر دخل اندازی اور مداخلت نہ کریں اور نہ ہی دوسروں کی گفتگو میں مداخلت کریں تاکہ وہ خود کچھ کہہ سکیں۔ اگر، تاہم، آپ کو بولنا ضروری ہے، تو دوسرے کی اجازت سے کریں۔

مناسب اور باوقار انداز میں آہستہ بولیں۔ جلد بازی میں نہ بولیں اور نہ ہی ہر وقت ہنسی مذاق میں مشغول رہیں کیونکہ یہ آپ کو دوسروں کی نظروں میں رسوا کرتا ہے۔

اگر کوئی آپ سے سوال کرے تو اسے غور سے سنیں اور سوچ سمجھ کر جواب دیں۔ بغیر سوچے سمجھے سوالات کا جواب دینا بے وقوفی ہے۔ اگر سوالات کسی اور سے پوچھے جا رہے ہیں، تو خود جواب دینے کے لیے غیر ذمہ دار نہ ہوں۔

جب کوئی کچھ بیان کر رہا ہو تو یہ نہ کہو کہ "ہم پہلے سے جانتے ہیں"۔ ہو سکتا ہے وہ کچھ ظاہر کرے۔
نہا اور اس کے اخلاص اور تقویٰ سے آپ کو متاثر کرتا ہے۔

جب آپ کسی سے بات کرتے ہیں تو اس کی عمر، حیثیت اور آپ کے ساتھ اس کے رشتے کا لحاظ رکھیں۔ اپنے والدین، اساتذہ اور بزرگوں سے اس انداز میں بات نہ کریں جس طرح آپ اپنے دوستوں سے بات کرتے ہیں۔ اسی طرح جب آپ نوجوانوں سے بات کریں تو پیار اور بزرگوں کے وقار سے بات کریں۔

گفتگو میں مشغول رہتے ہوئے کسی کی طرف اشارہ نہ کریں ایسا نہ ہو کہ اسے کوئی غلط فہمی یا شبہ پیدا ہو جائے۔ دوسروں کی باتیں سننے سے پرہیز کریں۔

زیبا لکھنؤ، نیک بیتی، اور بکرمی اولیسی۔ کہ اچھا ہے زرا ہندو کو کسے تو وہی قہر نہ ظاہر ہوتا ہے۔ کریں۔ ایک بار جب آپ کسی راز کا انکشاف کریں۔

گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینا

حضرت و تمہیں اللہ، نا عاجل و بنا و سید تمون ایسے زحاج و بنا ہکا۔ باکون نہ جتانہ کونہ وہ ۱۱۱۱ کی سارے و مہلانیہ جاب و نرا آبیلا وہ اسہ اہکاحہ گھت و مہیانہ بجا یکتا، بکونیلا ملافاتی رکہ مکتا ہ یا نہیں۔ ۱۱ اجازت لیں اور اس کے بغیر کبھی اندر نہ جائیں۔ ہ ہلا ،

کلدہ ابن حنبل سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ان کے سوتیلے بھائی سفوان بن امیہ نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ دودھ، ایک برتن کا بچم اور چند کڑیاں دے کر بھیجا۔ یہ وہ وقت تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی وادی کے بالائی حصے میں رہتے تھے۔ کلدہ کہتے ہیں کہ میں ان چیزوں کے ساتھ گیا جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے بغیر سلام کیے اور نہ اجازت لیے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا واپس جانا، اور یہ کہہ کر اجازت طلب کرنا: السلام علیکم کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟

(ترمذی اور ابوداؤد)

تفسير:

سفوان ابن امیہ، امیہ بن خلف کا بیٹا تھا جو اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور دشمن تھا، اس نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا تھا اور مذکورہ واقعہ غالباً اس کے سفر کے دوران پیش آیا تھا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم وادی مکہ کے بلند مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے جسے معاذ اللہ کہتے ہیں۔

کلدہ ابن حنبل کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اگر وہ کسی سے ملنے جانا چاہتے ہیں تو گھر میں داخل ہونے سے پہلے سلام پھیر لیں اور اجازت لے لیں۔ لہٰذا وہ بیعتحات کو دیکھے بغیر سیدھے حضور کے پاس چلا گیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باہر جاؤ اور یہ کہہ کر اجازت لے لو۔ جیسا کہ-

السلام علیکم میں اندر آیا ہوں؟ اس طرح اس نے تم صرف اسے بتایا کہ اسے موقع پر تم کرنا صحیح کیا ہے، بلکہ اس پر عمل کرنے پر بھی مجبور کیا، ظاہر ہے کہ راہ میں دبا گیا سبق زیادہ مؤثر ہے۔

بیت الخلا کے استعمال کے آداب

اسلام میں بیت الخلا کے استعمال کے وقت کئی اصول اور آداب ہیں جن پر عمل کرنا چاہیے۔ یہ بہت ہے۔

ضروری ہے کہ ہم ان اصولوں پر عمل کریں اور ان کا قریب سے مشاہدہ کریں۔ میں ہر ایک کی مختصر تفصیل میں جاؤں گا۔

انہاز۔

سب سے پہلے، جب ہم غسل خانے میں داخل ہوتے ہیں، تو ہمیں کوئی ایسی چیز نہیں رکھنی چاہیے جس پر اللہ کا نام ہو (جب تک کہ اس کے کھو جانے یا چوری ہونے کا اندیشہ نہ ہو)۔ جن عورتوں کے گلے میں ہار، کنگن یا انگوٹھیاں ہوں جن پر اللہ کا نام لکھا ہوا ہو، وہ غسل خانے میں داخل ہونے سے پہلے اتار لیں۔

بیت الخلا کے استعمال کے دوران دوسروں کی نظروں میں نہ ہو اور اگر کسی کھلی جگہ پر جیسے صحرا میں ہو تو دور جا کر اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ خاص طور پر رفع حاجت کے معاملے میں درست ہے، لہذا دوسروں کو ناگوار آوازیں سنائی نہیں دیتیں یا بدبو نہیں آتی۔ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس وقت آرام فرماتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نظر سے اوجھل ہوتے۔ (ابن ماجہ)۔

قضاءے حاجت کے لیے بیت الخلا میں داخل ہونے سے پہلے اللہ کا نام لے اور اس کی پناہ مانگیے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل خانے میں داخل ہوتے تو فرماتے: ”بسم اللہ، اے اللہ!“ (”گروپ“ سے متعلق)۔

غسل خانے میں بات نہیں کرنی چاہیے۔ ”کسی کو سلام کا جواب نہیں دینا چاہیے اور نہ ہی دعا کرنے والا جو کہم رہا ہے اسے دہرانا چاہیے۔ اگر کچھ ضروری ہو تو وہ بول سکتا ہے (مثلاً کسی نابینا آدمی کی رہنمائی کے لئے جسے اس کے نقصان کا اندیشہ ہو)۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ (بخاری کے علاوہ ”گروہ“ سے متعلق)۔

دوسری ثقافتوں میں ہم سب ہاتھ روم جانے اور ایک دوسرے سے بات کرنے کے عادی ہیں۔

خاص طور پر خواتین ہمیشہ اپنے دوستوں کو اپنے ساتھ ہاتھ روم لے جاتی ہیں۔ ہمیں اس غلطی میں نہیں پڑنا چاہیے جو غیر مسلم کرتے ہیں، خاص طور پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دوسری صورت میں نصیحت کی تھی۔

اگر کسی کو کھلی جگہ پر رفع حاجت کرنی ہو تو وہ سایہ دار جگہوں اور ان جگہوں سے پرہیز کرے جہاں لوگ چلتے پھرتے اور جمع ہوتے ہیں۔ ابوبیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ان کاموں سے بچو جو لوگوں پر لعنت بھیجیں۔ انہوں نے پوچھا وہ اعمال کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا لوگوں کے چلنے کے راستوں میں یا ان کے سائے میں آرام کرنا۔ (احمد، مسلم، اور داؤد)۔

خود کو صاف کرنے کے بعد اپنی شرمگاہ کو اچھی طرح پانی سے چھڑکنا چاہیے۔ اگر اسے شک ہو کہ اس سے کچھ پیشاب نکلنا ہے تو وہ اپنے زیر جامہ پر بھی پانی چھڑک سکتا ہے اور اگر بعد میں اسے کچھ گیلا پن یا رطوبت محسوس ہو تو وہ تصدیق کر سکتا ہے کہ یہ صرف پانی ہے۔

دلچسپی کے مقامات:

اگر کسی کو ریگستان جیسی کھلی جگہ پر، اپنے آپ کو حاجت کے لیے زمین میں سوراخ نہیں کرنا چاہیے۔

دائیں ہاتھ سے اپنے آپ کو صاف نہیں کرنا چاہیے۔

کسی کو اپنے ہاتھ کی صفائی کے بعد کسی بھی قسم کی بدبو کو دور کرنا چاہیے۔

ہاتھ روم میں بائیں پاؤں سے داخل ہونا چاہیے اور دائیں پاؤں سے باہر نکلنا چاہیے۔

سبق 12 کی آیات



اور جب تم کو کچھ الفاظ کے ساتھ سلام کیا جائے تو اس سے بہتر الفاظ سے یا اسی طرح سے جواب دو۔ بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لے گا۔ (النساء: 68)

و

وَمَا يَكْفُرُ بِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

اور جب آپ کھانا کھا لیں تو منتشر ہو جائیں۔ بات چیت میں خوش ہو کر نہ رہیں۔ (الاحزاب:35)

وَمَا يَكْفُرُ بِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

وَمَا يَكْفُرُ بِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

وَمَا يَكْفُرُ بِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

وَمَا يَكْفُرُ بِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

وَمَا يَكْفُرُ بِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

وَمَا يَكْفُرُ بِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

اپنی آوازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی نہ کرو اور نہ ان سے اس طرح اونچی آواز میں بات کرو جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو (الحجرات:2)

وَمَا يَكْفُرُ بِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

وَمَا يَكْفُرُ بِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

وَمَا يَكْفُرُ بِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

وَمَا يَكْفُرُ بِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

وَمَا يَكْفُرُ بِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

وَمَا يَكْفُرُ بِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

اے ایمان والو! مردوں کو دوسرے مردوں کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ تمسخر کرنے والے ٹھٹھا کرنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ ہی عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں کیونکہ تمسخر کرنے والی عورتیں تمسخر کرنے والوں سے بہتر ہوں گی۔ اور ایک دوسرے کی توہین نہ کرو اور نہ ہی برے القابات رکھو۔ مسلمان ہونے کے بعد گناہ گار کہلانا کیسا ہے! اور جو توہین نہ کرے تو وہی ظالم ہیں۔ (الحجرات:11)

و

وَمَا يَكْفُرُ بِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

وَمَا يَكْفُرُ بِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

وَمَا يَكْفُرُ بِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

اے ایمان والو! اگر کوئی بدمعاش آپ کے پاس کوئی خبر لائے تو اس کی تصدیق کر لیا کریں، ایسا نہ ہو کہ آپ انجانے میں کسی کو تکلیف پہنچائیں اور پھر اپنے کیے پر پشیمان رہیں۔ (الحجرات:6)

حدیث نمبر 12

وَمَا يَكْفُرُ بِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

معاملات میں) آسانیاں پیدا کرو، ان پر سختی نہ کرو اور انہیں خوشخبری دو اور انہیں (اسلام سے) بھاگنے پر مجبور نہ کرو۔

وَمَا يَكْفُرُ بِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

وَمَا يَكْفُرُ بِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

وَمَا يَكْفُرُ بِهِمْ مِنَ الْمَوْتِ

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے الگ انداز میں بات کی تاکہ جو بھی آپ کی بات سنتا وہ اسے سمجھ سکے۔

(سنن ابی داؤد)

لیکچر نمبر: 13

والدین کا احترام

احترام کا مفہوم

احترام جرمن لفظ ehrfrucht سے آیا ہے، جس کا مطلب خوف اور عزت دونوں ہے۔

عزت ایک عجیب لفظ ہے، یہ خوف اور عزت کا مجموعہ ہے۔ خوف جو عزت دیتا ہے۔ عزت جو خوف سے چھائی ہوئی ہے۔ یہ کس قسم کا خوف ہو سکتا ہے؟ یقینی طور پر اس قسم کا خوف نہیں جو ہم پر کسی نقصان دہ چیز کے پیش نظر آتا ہے یا اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ اس قسم کا خوف ہمیں اپنا دفاع کرنے اور حفاظت تلاش کرنے کا سبب بنتا ہے۔

جس خوف سے ہم بات کریں گے وہ نہ لڑتا ہے اور نہ ہی بھاگتا ہے، لیکن یہ ہچکچاہٹ کو روکتا ہے، کسی کو ایک فاصلے پر رکھتا ہے، اور اپنے وجود کی سانس کو قابل احترام چیز کو چھونے کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ شاید اس خوف کو "خوف" کے طور پر بولنا بہتر ہوگا۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا

الحمد للہ رب العالمین۔ اور درود و سلام ہمارے نبی پر

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل اور تمام صحابہ کرام پر۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک اور حسن سلوک شریعت میں فرض ہے۔ یہ قرآن، سنت اور مسلم علماء کے اجماع سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور والدین، رشتہ داروں، یتیموں، المساکین کے ساتھ نیکی کرو۔ غریب}، وہ پڑوسی جو قریبی رشتہ دار ہو، پڑوسی جو اجنبی ہو، آپ کا ساتھی ہو، مسافر (آپ سے ملاقات ہو) اور وہ (غلام) جو آپ کے دست راست ہیں۔ بے شک اللہ متکبر اور تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا { [4:36]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کی ناک خاک میں مل جائے، اس کی ناک خاک میں مل جائے، اس کی ناک خاک میں مل جائے، یعنی وہ ذلیل ہو، (یہ تین مرتبہ فرمایا) جس نے اپنے والدین میں سے ایک یا دونوں کو قریب آنے پایا۔ بڑھاپے میں داخل ہونے لیکن جنت میں داخل نہ ہوئے۔ [مسلمان]۔

یہ فرمانبرداری کئی صورتوں میں ہو سکتی ہے جیسے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا، ان کا خیال رکھنا، بات کرنے میں ان کے ساتھ شائستگی سے پیش آنا اور ان کے معاملات اور مفادات کو ترجیح دینا وغیرہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: {اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور یہ کہ تم اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اگر آپ کی زندگی میں ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو حقارت کی بات نہ کہو اور نہ ہی ان کو چیخیں بلکہ عزت کے ساتھ مخاطب کریں۔ اور ان کے سامنے تواضع و تواضع کا بازو رحمت کے ساتھ جھکا دے اور کہو: اے میرے رب! ان پر اپنی رحمت نازل فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا۔ [24:17]

لہذا بڑبڑانا، شکایت کرنا اور جھنجھوڑنے کا رواج اطاعت کے خلاف ہے۔

والدین یہ بھی جان لیں کہ والدین کی اطاعت ان کی زندگی میں اور ان کے مرنے کے بعد بھی جاری رہتی ہے۔

ابو اسید کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ قبیلہ بنی سلمہ کا ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! کیا اب کوئی ایسی چیز ہے جس کے ذریعے میں اپنے والدین کی وفات کے بعد ان کے لیے احسان کر سکوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، ان کے لیے دعا کرنے اور ان کے لیے رحمت و مغفرت کی درخواست کرنے، ان کے وعدوں اور وعدوں کو پورا کرنے، ان کے ذریعے سے جو لوگ آپ سے تعلق رکھتے ہیں ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کے دوستوں کا احترام کرنے سے۔ داؤد]۔

امام مسلم نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سب سے زیادہ فضیلت وہ ہے کہ آدمی جو اپنے والد کے دوست کے ساتھ مہربان اور فیاض ہے"۔

آخر کار اپنے والدین کے ساتھ اچھے سلوک کو بات کرنے کے آداب، شرائط میں عملی شکل دی جا سکتی ہے۔ معاملہ کرنا، پیشکش دینا، تعلقات رکھنا، عزت کرنا اور ان کی اطاعت کرنا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

اپنے والدین کا احترام کرنا

والدین اپنے بچوں کے لیے کچھ بھی اور سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ بدلے میں وہ کیا مستحق ہیں؟ ایک طویل، مشکل دن کے اختتام پر، میں نے آخر کار اپنی نو ماہ کی بیٹی کو سونے کے لیے لٹا دیا۔ میں نے گہری نظروں سے اس کے معصوم چہرے کو دیکھا۔ ایک مصروف دن کے فلیش بیک میرے ذہن میں چلتے ہیں -کھانا کھانا، بدلنا، پیچھا کرنا، پڑھانا اور تغریح۔

تپ میرے خیالات گینٹر بدلتے ہیں جب میں اس کے مستقبل کے بارے میں سوچتا ہوں۔ زندگی اس کے لیے کیا رکھتی ہے؟ کیا ہم ہنسی اور خوشی ہوگی یا آنسو اور درد؟ کیا وہ بہترین مسلمان ہوگی جو وہ ہوسکتی ہے یا کوئی اور چیز اسے گمراہ کرے گی؟ کیا میں اس کی رہنمائی کرنے اور اسے واپس سیدھے راستے پر لے جانے کے لیے حاضر ہوں گا؟ کیا وہ پرواہ بھی کرے گی یا سنے گی؟ پھر میں اس کے تیز اور اچانک رونے سے حال میں واپس آ گیا، یہ دعا کرتے ہوئے کہ یہ ساری رات ایک اور نہ ہو۔ اللہ جانتا ہے کہ میں کتنی محبت کرتا ہوں، اور میری نیند بہت کم محسوس ہوتی ہے۔

اس سے ملتے جلتے خیالات اور واقعات وہی ہیں جو ہر والدین، خاص طور پر ماں نے محسوس کیے ہوں گے یا ہوں گے۔ وہ اپنے بچوں کے لیے کچھ بھی اور سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہیں۔ وقت، پیسہ، نیند اور بعض اوقات سماجی زندگی بھی اس فہرست میں سرفہرست ہوتی ہے۔

بدلے میں وہ کیا مستحق ہیں؟ ٹھیک ہے، آپ وقت اور نیند واپس نہیں دے سکتے۔ وہ یقینی طور پر آپ کے پیسوں میں دلچسپی نہیں رکھتے ہیں (جب تک کہ آپ کے پاس نوکری نہ ہو وہ شاید آپ کو بہرحال دے دیں)۔ وہ آپ سے جو کچھ پوچھتے ہیں وہ تھوڑا سا احترام ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ وہ آپ کے لیے جو کچھ بھی کرتے ہیں، آپ ان کے لیے کم سے کم کر سکتے ہیں۔

ویسے بھی احترام سے میرا کیا مطلب ہے؟ ٹھیک ہے، شروعات کرنے والوں کے لیے، اگر وہ آپ سے کچھ کرنے کو کہتے ہیں تو یہ کریں۔ یقینی طور پر آپ کسی چیز کے بیچ میں ہو سکتے ہیں یا شاید آپ تھکے ہوئے یا مصروف ہیں۔ جیسے ہی آپ وہ کرتے ہیں جو وہ چاہتے ہیں، آپ واپس جا سکتے ہیں جو کچھ آپ کر رہے تھے۔ بے ساختہ گلے ملنا، بوسے اور مسکراہٹیں کسی کا دن روشن کر دیں گی۔

نمبر ایک چیز جس سے آپ کو پرہیز کرنا چاہیے، تاہم، رویہ ہے۔ یہ شاید بے عزتی کی سب سے مشہور شکل ہے۔ پیچھے ہٹ کرنا، آنکھیں گھمانا اور انہیں "ہاتھ سے بات کرنا" بنانا سب اس زمرے میں آتے ہیں۔

اللہ قرآن میں فرماتا ہے:

اور تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرو، اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو نہ کہو اور نہ کہو۔ اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان سے نرمی سے بات کرنا اور ان کے لیے نرمی کے ساتھ اپنے آپ کو مطیع بناؤ اور کہو کہ اے میرے رب ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔ [24-17:23]

ان سے اتنا نہ کہو جتنا "ڈف"۔ "ڈف" ایک لفظ بھی نہیں ہے! یہ صرف ایک آواز ہے جب آپ سانس چھوڑتے ہیں، ناراضگی ظاہر کرتے ہیں۔ اگر چھوٹا پرانا "ڈف" حرام ہے، تو بالکل "نہیں" یا "میں نہیں چاہتا" کا کیا ہوگا؟ وہ شاید اس سے بھی زیادہ حرامی ہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (گناہوں میں سے) کبیرہ گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی کو قتل کرنا، اور (جان بوجہ کر) چھوٹی قسم کھانا۔ (بخاری)

کبیرہ گناہوں میں سے! کیا آپ واقعی چاہتے ہیں کہ اللہ آپ کو سزا دے یا صرف اس وجہ سے آپ سے ناراض ہو کہ آپ نے دسترخوان نہیں لگایا؟ یا اس لیے کہ آپ نے وہ نہیں کیا جو آپ کے والد نے پوچھا تھا کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ ٹھنڈا کیا ہے؟ اس کے علاوہ، آپ کی والدہ کے پاس بھی کوئی چارہ نہیں تھا جب آپ کو اپنے مطالبات پورے کرنے کی ضرورت تھی۔ اس نے بس اپنی سانس روکی اور آپ کو جتنی تیزی سے بدل سکتی تھی اس سے پہلے کہ وہ آکسیجن کی کمی سے بیہوش ہو جائے۔

مزید برآں، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اسے پاس آتا ہے۔ جیسا کہ آپ اپنے والدین کے ساتھ سلوک کرتے ہیں، آپ کے بچے آپ کے ساتھ سلوک کریں گے۔ گھر سے باہر ہر کسی کو عزت اور اپنا اچھا پہلو نہیں دکھانا چاہیے لیکن جب آپ گھر آتے ہیں تو اپنے والدین کو اس کے برعکس دکھاتے ہیں۔ آپ کو ان کے ساتھ ایسا سلوک کرنا چاہیے جیسا کہ آپ چاہتے ہیں کہ نہ صرف آپ کے بچے بلکہ آپ کے دوستوں، ہم جماعتوں اور اساتذہ کے ساتھ سلوک کیا جائے۔

کچھ نکات جو آپ آزما سکتے ہیں وہ ان کی درخواستوں کا جواب "یقینی" یا "یقیناً" کے ساتھ دے رہے ہیں۔ یہ چھوٹے الفاظ ہیں جو بہت آگے جاتے ہیں۔ ردی کی ٹوکری سے باہر لے کر انہیں حیران کریں یا اپنے بہن بھائیوں کو دیکھنے کی پیشکش کریں جب وہ ایک اچھے ڈنر کے لیے باہر جاتے ہیں۔ وہ آپ کو ایک مختلف روشنی میں دیکھیں گے اور وہ آپ کا زیادہ احترام کریں گے۔

آپ کے والدین آپ سے اتنے خوش ہوں گے کہ وہ آپ کو ہر ہفتے 100 ڈالر کی خریداری کا موقع دینے کا فیصلہ بھی کر سکتے ہیں! وو ہو! ٹھیک ہے، شاید نہیں۔ لیکن وہ آپ سے ضرور خوش ہوں گے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اللہ بھی آپ سے خوش ہوگا۔

غیر مسلم والدین کے ساتھ سلوک درج ذیل صورت حال میں کیا کرنا چاہیے؟

امام مسلم نے سعد بن ابی وقاص کا واقعہ بیان کیا جن کی والدہ نے قسم کھائی اور قسم کھائی کہ وہ اس سے بات نہیں کرے گی اور جب تک وہ اسلام نہ چھوڑیں وہ نہ کھائے گی نہ پیے گی۔ اس نے کہا کہ اللہ نے تمہیں والدین کی اطاعت کا حکم دیا ہے، میں تمہاری ماں ہوں، اس لیے تم میری اطاعت کرو۔ وہ آخر کار اس وقت تک باہر نکل گئی جب تک کہ کسی نے اسے پانی نہیں دینا تھا۔ اسی بنا پر یہ آیت نازل ہوئی:

"اب ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ بھلائی کا حکم دیا ہے، پھر بھی اگر وہ آپ کو میرے ساتھ ایسی چیز میں شریک کرنے کی کوشش کریں جس کا آپ کو علم نہیں، تو ان کی بات نہ ماننا۔" (8:92)

اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے

"پھر بھی اگر وہ میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرنے کی کوشش کریں جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان کی بات نہ مانیں، لیکن پھر بھی دنیا کی زندگی میں ان کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ رہیں۔" (31:15)

ان آیات نے غیر مسلم والدین کے ساتھ معاملہ یا سلوک کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ ایک نہیں ہونا چاہئے تصور کریں کہ کفر اور گناہ کے معاملات میں ان کی اطاعت کرنا اچھا ہے یا ان کے ساتھ احسان کرنے کو سمجھنا۔ اللہ کے حقوق سب پر مقدم ہیں۔ مزید برآں، اطاعت کا مطلب حرام یا حد سے زیادہ چیزوں میں پڑنا نہیں ہے۔ ہم میں سے جو لوگ غیر مسلم معاشروں میں رہتے ہیں، ان کے لیے غیر مسلم والدین کی اطاعت کے موضوع پر غور کرنا چاہیے۔

مثال کے طور پر، کوئی بھی کرسمس، مدرز ڈے، ٹھینکس گیونگ، یوم آزادی وغیرہ کو تحائف کے تبادلے یا ان مواقع پر مبارکباد دے کر نہیں منا سکتا۔ اس کے علاوہ، اگر وہ آپ سے یہ توقع کریں کہ آپ ان کے ساتھ باہر جانے وقت آپ کا حجاب اتاریں گے، یا خاندانی ملاپ کے دوران مرد/خواتین رشتہ داروں سے گپ شپ کریں گے، یا رات کے کھانے سے پہلے ہاتھ پکڑ کر رب کی دعا پڑھیں گے، تو آپ ان کی بات نہیں مان سکتے۔

ان کو نہ کائیں۔

کچھ لوگ اپنے والدین سے مایوس ہو جاتے ہیں اور ان سے تعلقات منقطع کر لیتے ہیں کیونکہ وہ آپ کے نئے مذہب کو نہیں سمجھتے، یا اس لیے کہ وہ ایسی باتیں اور باتیں کرتے ہیں جو آپ کو پریشان کرتے ہیں۔ اگر آپ ان لوگوں میں سے ہیں تو پچھلی آیت (31:15) پر غور سے غور کریں۔ یہ نہیں کہتا کہ "ان کو کاٹ دو" بلکہ "ان کی اطاعت نہ کرو" یعنی شریک کے معاملات میں۔ جہاں تک ان کے ساتھ پریزیگاری اور مہربان ہونے کا تعلق ہے تو پھر بھی اس کی ضرورت ہے جیسا کہ آیت کا بنیادی حصہ واضح کرتا ہے کہ "لیکن (پھر بھی) دنیا کی زندگی میں ان کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ رہو۔"

بدقسمتی سے بہت سے نئے مسلمان اس نکتے کو نہیں سمجھتے۔ ان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے والدین کو کاٹ کر ان کی زندگیوں سے مکمل طور پر نکال دیں۔ انہیں اس آیت پر غور کرنا چاہیے اور اپنے تعلق پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ ہمارے والدین کا ہم پر ہمیشہ حق ہے اور ہمیں ہمیشہ ان کے ساتھ اچھے تعلقات رکھنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔

نیز جہاد میں جانے کے لیے غیر مسلم والدین سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ بخاری و مسلم نے جو واقعہ بیان کیا ہے اس سے اس معاملے کو پوری طرح واضح کرنا چاہیے:

ابوبکر کی بیٹی اسماء کی ایک غیر مسلم ماں تھی جو مکہ میں رہتی تھی، جب کہ وہ اپنے والد اور باقی مسلمانوں کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کر گئی تھیں۔ معاہدہ حدیبیہ کے بعد امن قائم ہو گیا اور وہ ایک دوسرے سے ملاقات کر سکتے تھے۔ چنانچہ ان کی والدہ اسماء کی عبادت کے لیے مدینہ آئیں۔ وہ اسماء سے کچھ تحائف اور چندہ چاہتی تھی۔

اسماء کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کی ماں اسلام سے نفرت کرتی ہے اور وہ مشرک ہے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں، آپ کو حالات سے آگاہ کیا، اور آپ سے پوچھا کہ کیا وہ بھی رشتہ داری میں شامل ہو جائے اور اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ ہاں، اس کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ (بخاری، مسلم و ابوداؤد)

ان کے لیے بہترین کام کرنا

غیر مسلم والدین کی اولاد کو بھی ان کے لیے دعا کرنی چاہیے۔

اللہ فرماتا ہے،

"تبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا کریں، اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب یہ واضح ہو جائے کہ وہ دوزخی ہیں۔" (31:9)

ہم ان کے غیر مسلم ہونے کے بعد کفر پر مرنے کے بعد ہے۔ البتہ ان کی رہنمائی کرنا جائز ہے۔ ان کی زندگی میں اسلام۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ جب ابوبکریرہ نے اسلام قبول کیا تو ان کی والدہ کافی عرصہ تک کافر رہیں۔ اس نے مسلسل اسے اسلام کے حق میں سمجھانے کی کوشش کی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اس کے باوجود وہ اس کی تعظیم اور اطاعت کرتا رہا۔ ایک دفعہ جب وہ اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا تو وہ گستاخ ہو گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ توہین آمیز باتیں کہیں۔ اس کی وجہ سے ابوبکریرہ کو بہت تکلیف ہوئی۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور شکایت کی کہ

"اے اللہ کے رسول! میں ہمیشہ یہ کوشش کرتا رہا ہوں کہ میری والدہ اسلام قبول کرانیں لیکن وہ ہمیشہ قبول کرنے سے انکار کرتی ہیں، لیکن آج جب میں نے ان سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا کہا تو وہ بہت بریم ہوئیں اور آپ کو گالیاں اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگیں۔ کھڑے نہ ہو سکے اور میری آنکھوں میں آنسو آگئے، یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میری والدہ کا دل اسلام کے لیے کھول دے"۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی کہ اے اللہ ابوبیرہ کی والدہ کو ہدایت عطا فرما۔ ابوبیرہ رضی اللہ بہت خوش ہوئے اور گھر چلے گئے۔ جب وہ گھر پہنچا تو دیکھا کہ دروازہ اندر سے بند تھا لیکن اس نے بہتے پانی کی آواز سنی جس سے اسے رسول عند یقین ہو گیا کہ اس کی ماں نہا رہی ہے۔ اس کے قدموں کی آہٹ سن کر وہ عجلت میں نہانے سے فارغ ہو گئی۔ پھر اس نے دروازہ کھولا۔

اس نے کہا اے میرے بیٹے ابوبیرہ، اللہ نے تمہاری سنی ہے، تم گواہ رہو کہ میں شہادت پڑھتی ہوں۔ وہ سراسر خوشی کے مارے رونے لگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ خبر لے کر واپس آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کی والدہ کو اسلام کا خزانہ عطا فرمایا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوش ہوئے۔ اس نے اللہ کی حمد کی اور ابوبیرہ کو کچھ نصیحت کی۔ پھر ان کی درخواست پر آپ نے دعا کی کہ اے اللہ تمام سچے مسلمانوں کے دلوں میں ابوبیرہ اور ان کی والدہ کی محبت ڈال دے اور ان دونوں کے دلوں میں تمام سچے مسلمانوں کی محبت ڈال دے۔

اگر یہ عقیدہ اور اسلام کی بنیاد کا معاملہ نہیں ہے تو ان کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرنے کا حکم ہے۔ حسن سلوک اور محبت کرنا نہ صرف ہمارا فرض ہے بلکہ یہ وہ ذریعہ بن سکتا ہے جس کے ذریعے وہ اسلام قبول کرتے ہیں۔ یہ سب سے بہتر کام ہے جو ہم اپنے غیر مسلم والدین کے لیے کر سکتے ہیں۔

اسلام میں بچوں کے حقوق

آئیے سب سے پہلے ان بچوں کو اسلامی تصور کے مطابق قائم کریں یعنی مرد اور عورت دونوں۔ کچھ اسلام مخالف تصورات اسلام پر نر اور مادہ بچوں میں فرق کرتے ہوئے الزام لگاتے ہیں کہ یہ وراثت کے معاملے میں لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح دیتا ہے، عقیدہ (ایک نر بچے کی پیدائش پر دو میمنوں کا ذبح، اور ایک بھیڑ کا بچہ صرف بچی کے لیے۔) اور دیگر معاملات۔ حقیقی اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی نظر میں مرد اور عورت دونوں یکساں ہیں۔

تاہم، ہر ایک جسمانی طور پر کچھ خاص کاموں اور فرائض کو انجام دینے کے لیے تیار اور لیس ہے جو اس کی فطرت کے مطابق ہوں۔ مذہبی فرائض میں سب ایک بار پھر برابر ہیں، سوائے چند مستثنیات کے جن کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کی ہے، یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان اور وضاحت کی ہے۔ ان اختلافات کو صرف اسلام اور اس کی تعلیمات کے مطابق تسلیم کیا جانا ہے۔

اسلام کی رو سے بچے مختلف اور متعدد حقوق کے حقدار ہیں۔ ان حقوق میں سب سے پہلا اور سب سے اہم حق صحیح طور پر پرورش پانے، پرورش پانے اور تعلیم یافتہ ہونے کا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بچوں کو ان کی پوری زندگی کے لیے مناسب، مناسب اور مناسب مذہبی، اخلاقی اور اخلاقی رہنمائی فراہم کی جائے۔ ان پر صحیح اقدار، صحیح اور غلط کے معنی، صحیح اور غلط، غلط، غلط، مناسب اور نامناسب اور اسی طرح کے دیگر معنی کدہ کیے جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

"اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں؟" (6:66)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا:

"تمہارے لوگوں میں سے ہر ایک چرواہا ہے۔ اور جو کچھ اس کی ذمہ داری میں آتا ہے اس کا ہر ایک ذمہ دار ہے۔ ایک آدمی اپنے خاندان کے چرواہے کی طرح ہے، اور وہ ان کا ذمہ دار ہے۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

اس لیے بچے والدین کی امانت ہیں۔ قیامت کے دن اس امانت کے ذمہ دار والدین ہوں گے۔ والدین بنیادی طور پر اپنے بچوں کی اخلاقی، اخلاقی اور بنیادی اور ضروری مذہبی تعلیمات کے ذمہ دار ہیں۔

اگر والدین اس ذمہ داری کو نبھاتے ہیں تو وہ قیامت کے دن اس کے نتائج سے آزاد ہوں گے۔ بچے بہتر شہری بنیں گے اور والدین کی نظروں میں خوشی کا باعث بنیں گے، پہلے دنیا میں اور آخرت میں۔

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

"اور جو لوگ ایمان لائے اور جن کے گھر والے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کرتے ہیں، ہم ان کے گھر والوں کو ان سے ملا دیں گے اور نہ ہی ہم ان سے ان کے اعمال کا کوئی حصہ چھینیں گے، البتہ ہر ایک اپنے اعمال کا گروہ ہے۔" (12:25)

مزید برآں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مرنے کے بعد انسان کے اعمال (یقینی طور پر) بند ہو جائیں گے، سوائے تین اعمال کے، یعنی: مسلسل صدقہ، وقف یا خیر خواہی۔ لوگوں کے لیے استفادہ کرنے کے لیے علم چھوڑا گیا ہے۔ اور نیک صالح اور پرہیزگار بچہ جو مسلسل اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ "اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ درحقیقت اس طرح کا بیان اس کے والدین کی روح کی قدر کو ظاہر کرتا ہے۔ بچوں کی مناسب پرورش۔ مرنے کے بعد بھی اس کا اثر لازوال ہے۔

بدقسمتی سے، زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے بہت سے والدین، مذہب، اصل، سماجی اور معاشی حیثیت وغیرہ سے قطع نظر، اپنے بچوں کے ان پر عائد کردہ اس اہم حق کو نظر انداز کر چکے ہیں۔ ایسے افراد واقعی اپنی غفلت کے نتیجے میں اپنے بچوں کو کھو چکے ہیں۔

ایسے والدین اس بات سے بہت لاپرواہ ہوتے ہیں کہ ان کے بچوں نے کتنا وقت گزارا ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، وہ جن دوستوں کے ساتھ ملتے ہیں، وہ کہاں جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ ایسے والدین کو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ ان کے بچے کہاں جاتے ہیں، کب واپس آتے ہیں وغیرہ۔ آگے اور اسی طرح، بچوں کو بغیر کسی ذمہ دار بالغ اور دیکھ بھال کرنے والی نگرانی کے بڑھنے کا باعث بننا ہے۔

ایسے والدین اپنے بچوں کو صحیح طرز زندگی، رویے یا دوسروں کے ساتھ صحیح رویوں کی ہدایت، ہدایت یا رہنمائی کرنے سے بھی غفلت برتتے ہیں۔ پھر بھی، آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یہ والدین اپنی دولت کے بارے میں بہت محتاط ہیں۔ وہ اپنے کاروبار، کام اور دوسری صورت میں بہت زیادہ فکر مند ہیں۔ وہ مادی فوائد کے لحاظ سے ایک بہت ہی کامیاب زندگی گزارنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، حالانکہ یہ ساری دولت دراصل ان کی نہیں ہے۔ کوئی بھی دولت کو قبر تک نہیں لے جائے گا۔

بچوں کو نہ صرف اچھی طرح سے کھلایا جائے، اچھی طرح سے تیار کیا جائے، موسموں اور ظاہری شکل کے لیے مناسب لباس پہنا جائے، رہائش اور افادیت کے معاملے میں اچھی طرح سے خیال رکھا جائے۔ تعلیمی، مذہبی تربیت، اور روحانی رہنمائی کے لحاظ سے بچے کی موازنہ کی دیکھ بھال کرنا زیادہ اہم ہے۔ بچے کا دل ایمان سے لبریز ہونا چاہیے۔ ایک بچے کے ذہن کو مناسب رہنمائی، علم اور حکمت سے محفوظ کرنا چاہیے۔ کپڑے، کھانا، رہائش، تعلیم، کسی بھی طرح سے، بچے کی مناسب دیکھ بھال کا اشارہ نہیں ہیں۔ مناسب تعلیم اور رہنمائی بچے کے لیے اس کی خوراک، ستوارنے اور ظاہری شکل و صورت سے کہیں زیادہ اہم ہے۔

والدین پر اولاد کے واجب حقوق میں سے ایک ان کی فلاح و بہبود کے لیے اعتدال کے ساتھ خرچ کرنا ہے۔ اسلام میں ضرورت سے زیادہ خرچ یا لاپرواہی قابل مذمت، قبول یا برداشت نہیں ہے۔ اس طرح کے طریقے بچے پر منفی اثرات مرتب کریں گے چاہے وہ سماجی حیثیت کچھ بھی ہو۔ مردوں سے گزارش ہے کہ وہ اپنے بچوں اور گھر والوں کے ساتھ بغل نہ کریں، جو ہر مذہب اور معاشرے میں ان کے فطری وارث ہیں۔ جو لوگ اس کے مال کے وارث ہونے والے ہیں ان سے بغل کیوں کیا جائے گا؟ بچے اتنے اہم حق کے حقدار ہیں۔ یہاں تک کہ انہیں اپنے والدین کی دولت سے اعتدال سے اپنے آپ کو برقرار رکھنے کی اجازت ہے اگر والدین نے انہیں ان کی زندگی گزارنے کے لیے مناسب فنڈز دینے سے انکار کر دیا۔

بچوں کو مالی تحائف کے لحاظ سے بھی مساوی سلوک کرنے کا حق ہے۔ کسی کو دوسروں پر ترجیح نہیں دینی چاہیے۔ سب کے ساتھ منصفانہ اور یکساں سلوک ہونا چاہیے۔ ماں باپ کے تحفے سے کوئی محروم نہ رہے۔ والدین کی زندگی کے دوران وراثت کے حق، یا دیگر مالی تحائف سے محروم کرنا یا اس پر پابندی لگانا یا کسی بچے کے لیے والدین کو دوسرے پر ترجیح دینا اسلام کی رو سے ناانصافی تصور کیا جائے گا۔ ناانصافی یقینی طور پر ایک گھر کے بچوں میں نفرت، غم اور مایوسی کی فضا کو جنم دے گی۔ درحقیقت، ایسا ناانصافی کا عمل، غالباً، بچوں کے درمیان عداوت کا باعث بن سکتا ہے، اور نتیجتاً، یہ پورے خاندانی ماحول کو متاثر کرے گا۔

بعض صورتوں میں جب ایک خصوصی بچہ اپنے بوڑھے والدین کو دیکھ بھال کرنے کے لیے نرمی دکھا سکتا ہے، مثال کے طور پر، والدین ایسے بچے کو خصوصی تحفہ دینے، یا اسے گھر، فیکٹری، زمین، کھیت کی ملکیت جاری کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔ ایک کار، یا کوئی اور قیمتی اشیاء۔ تاہم اسلام ایسے مالیاتی انعام کو ایسے خیال رکھنے والے، محبت کرنے والے اور شاید فرمانبردار بچے کے لیے ایک غلط عمل سمجھتا ہے۔ دیکھ بھال کرنے والا بچہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام کا حقدار ہے۔

اگرچہ یہ اچھی بات ہے کہ ایسے بچے کو اس کی لگن اور خصوصی کوششوں کی تعریف میں کچھ عطا کیا جائے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا باعث نہیں بننا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ ایسے پیار کرنے والے اور دیکھ بھال کرنے والے بچے کا دل اور احساسات ایک وقت میں بدل جائیں، جس کی وجہ سے وہ ایک گندا اور نقصان دہ بچہ بن جائے۔ اسی نشانی سے، ایک گندا بچہ کسی بھی وقت بدل سکتا ہے، ساتھ ہی، ایک ہی والدین کے لیے بہت خیال رکھنے والا اور مہربان بچہ بن سکتا ہے۔

دل اور احساسات، جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، اور کسی بھی وقت اور بغیر کسی اطلاع کے ان کا رخ کسی بھی طرف موڑا جا سکتا ہے۔ یہ، درحقیقت، ایک بچے کی دوسرے پر مالی ترجیح کو روکنے کی ایک وجہ ہے۔ دوسری طرف، اس بات کی کوئی یقین دہانی یا ضمانت نہیں ہے کہ دیکھ بھال کرنے والا بچہ اپنے والدین کے مالی تحفے کو سمجھداری سے سنبھال سکتا ہے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے ایک صحابی النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے اپنے بچوں میں سے ایک کو ایک خادم عطا کیا ہے (اس سے اس تحفہ کی گواہی مانگنا)۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تم نے اپنے بچے کو وہی عطا کیا؟

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے بارے میں منفی طور پر آگاہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے تمام بچوں کے ساتھ انصاف کرو۔ میرے علاوہ کسی اور کی گواہی طلب کرو۔ میں کسی نا انصافی کی گواہی نہیں دوں گا۔" اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دوسرے پر ترجیح دینے کے اس عمل کو "نا انصافی" قرار دیا۔

اسلام میں ظلم حرام اور حرام ہے۔

لیکن، اگر والدین نے اپنے بچوں میں سے کسی کو کسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مالی معاوضہ دیا، جیسے کہ طبی علاج کی کوریج، شادی کی لاگت، کاروبار شروع کرنے کی لاگت وغیرہ، تو ایسی گرانٹ کو ایکٹ کی درجہ بندی نہیں کیا جائے گا۔ نا انصافی اور نا انصافی کی۔ ایسا تحفہ بچوں کی ضروری ضروریات میں خرچ کرنے کے حق کے تحت آتا ہے، جو کہ والدین کو پورا کرنا ضروری ہے۔

اسلام یہ دیکھتا ہے کہ اگر والدین تمام بچوں کے لیے ضروری تربیت، تعلیمی پشت پناہی، اخلاقی، اخلاقی اور مذہبی تعلیم فراہم کرنے کے حوالے سے اپنے فرائض ادا کریں تو یہ یقینی طور پر زیادہ خیال رکھنے والا بچہ، بہتر خاندانی ماحول اور بہتر سماجی ماحول اور بیداری کا باعث بنے گا۔ دوسری طرف، والدین کے فرائض میں کسی قسم کی کوتاہی بچے کے نقصان یا بعد کی عمر میں والدین کے ساتھ برا سلوک کا باعث بن سکتی ہے۔

رشتہ داروں کے حقوق

تمام رشتہ دار، فوری یا دور، مومن مسلمانوں پر کچھ حقوق حاصل کرتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر رشتہ دار کے حقوق کا ایک خاص درجہ ہے۔ اس طرح کے درجات فرد کے قریبی رشتوں پر منحصر ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے۔ صحت مند سماجی تعلقات اور نتیجہ خیز تعلقات اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی قیمتی ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے ایسے رشتوں کا مطالعہ کیا جائے، ان کا مشاہدہ کیا جائے اور ایسے اچھے اور پروان رشتوں کو برقرار رکھا جائے جو ایک بہتر معاشرہ، قریبی تعلقات، زیادہ ہم آہنگ برادری اور بہتر ماحول کا باعث بنیں۔

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: "اور

رشتہ داروں کو ان کا حق ادا کرو" (62:71)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی ارشاد فرمایا:

"خدا کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔" (63:4)

ہر مسلمان فرد، مرد و عورت، جوان ہو یا بالغ، غریب ہو یا امیر، قریبی ہو یا دور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا تقاضا کرتا ہے۔ سب سے گزارش ہے کہ رشتہ داروں کی ہر ممکن مدد کریں اور ہر ممکن طریقے سے چاہے جسمانی، ذہنی، روحانی، اخلاقی یا مالی۔ امداد کی رقم رشتہ دار کی حیثیت یا رشتہ کی سطح کے متناسب ہے، اور اس کا اندازہ ایسے رشتہ دار کی ضرورت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کی اپنی خوبیاں مذہبی تعلیمات، اخلاقی ذمہ داریوں، ذہنی فیصلے اور خالص فطری تقاضوں اور ذمہ داریوں پر مبنی ہیں۔ دوسری طرف یہ اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ اسلام اس روئے زمین پر انسان کے خالص، فطری اور فطری تقاضوں سے کس حد تک متفق ہے۔

اسلام اور اس کی صحیح، پاکیزہ اور درست تعلیمات پر کاربند مومن مسلمان افراد کو بار بار تاکید کی جاتی ہے اور کسی رشتہ دار کو ایسے نیک عمل کی قدر کے ساتھ مسلسل یاد دلایا جاتا ہے۔ بہت سے بیانات اس حقیقت کی تائید قرآن اور پیغمبر اسلام محمد بن عبد اللہ کی سنت دونوں سے کرتے ہیں، جیسا کہ ہم مندرجہ ذیل پیراگراف میں واضح کریں گے۔

حضرت ابوبریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا۔ اپنی تخلیق مکمل کرنے کے بعد رحم نے کھڑا ہو کر کہا:

"اے اللہ! یہ اس شخص کی جگہ ہے جو تجھ سے پناہ مانگتا ہے اس کا بائیکاٹ کیا جاتا ہے اور اس پر پابندی لگا دی جاتی ہے یا خارج کردی جاتی ہے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں، بے شک، یہ نہ مانو کہ میں (خود) اس سے دوستی کروں گا جو تجھ سے دوستی کرے گا (بطور رحم، یا رحم کے رشتوں کی وجہ سے جو رشتہ دار پیدا ہوئے اور جوڑے گئے)۔ میرے تعلقات منقطع کریں گے اور پابندی لگا دیں گے کہ آپ پر کون پابندی لگاتا ہے؟" رحم نے کہا: میں قبول کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میں تمہیں اس بات کا یقین دلاتا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم قرآن مجید کا نزول چاہتے ہو تو پڑھو:

پھر کیا تم سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اگر تم کو اختیار دیا جائے تو تم زمین میں فساد برپا کرو گے اور رشتہ داریاں توڑ ڈالو گے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے کیونکہ اس نے انہیں بھرا کر دیا ہے اور ان کی بیعتی کو اندھا کر دیا ہے۔" (22:74)، (23)

اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی منقول ہے: "جو شخص اللہ، اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں یا رشتہ داروں کے ساتھ بات چیت کرے، نیک، مہربان اور مہربان ہو۔" اس حدیث کو بخاری اور مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

یہ دیکھنا افسوسناک ہے کہ بہت سے لوگ ایسے اہم سماجی حقوق اور مذہبی ذمہ داریوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ بدقسمتی سے بہت سے مسلمان اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی پرواہ نہیں کرتے جو غریب اور نادار ہیں اور نہ ہی سماجی تعلقات کے ذریعے یا یہاں تک کہ کوئی دوسری مدد جو وہ بغیر کسی قیمت کے فراہم کر سکتے ہیں۔ بعض اوقات آپ کسی شخص کو، اس کے برعکس، سخت مزاج، اپنے ہی رشتہ داروں کے لیے، خواہ مخواہ، حسد کرنے والا یا بخل کرنے والا، جب کہ دور دراز کے لوگوں کے خلاف ہو۔ کچھ لوگ، بدقسمتی سے، اپنے رشتہ داروں سے ملنے تک نہیں جاتے، انہیں کبھی کبھار تحائف اور تحائف پیش کرتے ہیں، ضرورت پڑنے پر ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں، ان کی مدد کرتے ہیں یا اگر واقعی مدد کی اشد ضرورت ہو تو مدد کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔

دوسری طرف اور بھی قسم کے لوگ ہیں جو رشتہ داروں سے اچھے تعلقات صرف رشتوں کی خاطر قائم کرتے ہیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ ایسا شخص درحقیقت وہ کچھ نہیں کر رہا جو وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تکمیل کے لیے کر رہا ہے، بلکہ وہ ان رشتہ داروں کو واپس کر رہا ہے جو اسے پیشگی ادا کیا گیا تھا۔ ایسا فعل رشتہ داروں، دوستوں اور دور کے لوگوں پر لاگو ہوتا ہے۔ حقیقی نیک انسان وہ ہے جو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صرف اللہ رب العزت کی خوشنودی کے لیے اچھے تعلقات قائم کرے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلقات کو بہتر بنانے کی امید رکھے چاہے وہ اس کے ساتھ ایسا ہی کریں یا نہ کریں۔ .

بخاری نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جو شخص اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے وہ ایسا نہیں ہے جو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے، یا ان کو ان کے برابر بدلہ دے، اچھا وہ ہے جو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ رشتہ دار خواہ وہ اس کے ساتھ ایسا نہ بھی کریں، ان کی عبادت کریں خواہ وہ اس کی عبادت نہ کریں، انہیں دیں خواہ وہ اسے نہ دیں، وغیرہ۔ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن سے میں ملاقات کرتا ہوں، ان کے ساتھ حسن سلوک کریں اور جو کچھ میں دے سکتا ہوں، لیکن وہ میرے خلاف کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ انتہائی صبر کرنے کی کوشش کرتا ہوں، قطع نظر اس کے کہ وہ مجھے جو بھی تکلیفیں، لاپرواہی اور پریشانیاں لاتے ہیں۔ ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم واقعی وہی ہو جو تم بیان کرتے ہو، تو تم ایسے ہو جیسے تم انہیں راکھ کھانے دیتے ہو (ان کے اپنے اعمال کے نتیجے میں) جب تک تم ان کے ساتھ بھلائی کرتے رہو گے۔ پھر بھی، اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرتا رہے گا، آپ کی مدد کرے گا اور ان پر آپ کی مدد کرے گا جب تک کہ آپ اچھے رہیں۔

ان کے لئے۔"

یہ ایک حقیقی خوشی کی بات ہے کہ کسی کو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھے اور مہربان ہونے سے فائدہ ہوتا ہے۔ اگر انسان کو ایسے نیک سماجی عمل سے صرف ایک چیز ملتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ یہ انسان کو اس زندگی میں کافی ہے۔ لیکن اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ انسان اپنی زندگی میں اللہ رب العزت کے ایسے احکامات کو پورا کرنے سے بے پناہ فائدے حاصل کرے۔ ایک شخص یقینی طور پر سماجی طور پر بڑھتا ہے، اخلاقی طور پر پختہ ہوتا ہے اور اپنے ساتھ اور اپنے آس پاس کی کمیونٹی کے ساتھ آرام اور سکون محسوس کرتا ہے۔

انسان اپنے قریبی افراد کی حمایت یا اپنے بڑھے ہوئے خاندان کے افراد کی اخلاقی حمایت کے بغیر کمزور ہے۔ اسلام زندگی کے اصولوں سے متفق ہے۔ یہ انسان کی سماجی زندگی کے بنیادی تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے حقوق کا قائم کرنا، اسلامی زندگی اور معاشرہ کو چلانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے جو پوری دنیا کے انسانوں کے لیے ہے۔ اس طرح کے تعلقات ایک قریبی معاشرہ، مختلف افراد اور معاشرے کی مختلف اکائیوں کے اجزاء کے درمیان بہتر تعلقات پیدا کریں گے۔

سبق 13 کی آیات

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ
نُؤَادُ اللَّهِ - وَ «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ»

اور (یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔ اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ
نُؤَادُ اللَّهِ - وَ «لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ»

آپ کہہ دیجئے کہ آؤ تاکہ میں تمہیں وہ چیزیں سناؤں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کر دی ہیں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو (الانعام: 151)

[illegible]

اور ہم نے ان کو بچپن میں نبوت عطا کی۔ (اس وقت حضرت یحییٰ کی عمر صرف 2 سال تھی۔) (12) اور اپنی طرف سے بعدزدی، اور عفت۔ اور وہ انتہائی متقی تھا۔ (13) اور اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرتی تھی۔

و ریم اظہی

[illegible]

اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا تھا اور وہ اسے نصیحت کرتا تھا کہ اے میرے بیٹے! کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ۔
 بے شک اس کا شریک ٹھہرانا بہت بڑا ظلم ہے۔^{۱۱} (31) اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں حکم دیا۔ اس کی ماں نے اسے کمزوری
 پر کمزوری کے ساتھ جنم دیا، اور اس کا دودھ پلانا دو سال تک ہے، لہذا میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔ آخر کار میری طرف لوٹنا ہے
 (لقمان: 13,14)

[illegible]

فَقَالَ اِنْ اُرِيْءُ بِمِثْقَالٍ رَّبًّا ۚ اَوْ رُبَّمَا لَظَنُّنَا ۚ
 اَنْ يُّرٰى اِلٰهًا ۚ وَرُبَّمَا لَوٰهِيْنُ السَّجٰنِ ۚ

اور تمام مسلمانوں کو اس دن بخش دے جس دن حساب قائم ہو گا (ابراہیم: 41) اِنَّ اِلٰہَکُمْ یُبَآئِکُمْ اَنْزَعُیْنِکُمْ

[illegible]

اس نے کہا: اے میرے رب! مجھے حوصلہ دے کہ میں ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو آپ نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی ہیں (الاحقاف: 15)

[illegible]

"اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مساکین کے ساتھ بھلائی کرو، قریبی رشتہ دار پڑوسی، اجنبی پڑوسی، سانھی، مسافر (تم ملنے ہو) اور وہ (غلام) جن کے پاس تمہارے دائیں ہاتھ ہیں۔ بے شک اللہ متکبر اور تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" (63:4)۔

[illegible]

نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے موافق کسی کی بندگی نہ کرو اور اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرو، اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے یہ وعدہ کرو۔ تم ان کو جھڑکتا اور نہ ہی ان سے نرمی سے بات کرنا اور ان کے لیے نرمی کے ساتھ اپنے آپ کو مطیع بناؤ اور کہو: اے میرے رب ان پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے مجھے پہلے پایا۔ جب میں چھوٹا تھا۔" [42-32:71] تَعَالٰی یام

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر قائم رہو، اللہ کے لیے گواہی دو، خواہ ہم تمہارے لیے یا والدین کے لیے نقصان دہ ہو۔

لیکچر نمبر: 14

بھائی چارہ

اخوت کی تعریف

جیسا کہ باطنی فلسفہ میں سمجھا جاتا ہے، اور جو کہ آفاقی فطرت کی ایک اعلیٰ فطری حقیقت ہے، محض جذباتی اتحاد، یا ایک سادہ سیاسی یا سماجی تعاون کی علامت نہیں ہے۔ اس کا مفہوم اس سے کہیں زیادہ وسیع اور گہرا ہے۔ ان کے وسیع ترین اصطلاح یا مقصد کے الفاظ میں موروٹی احساس تمام مخلوقات کا روحانی بھائی چارہ ہے۔ خاص طور پر، اس نظریے کا مطلب یہ ہے کہ تمام انسان ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں، نہ صرف جذباتی سوچ یا احساس کے بندھنوں سے، بلکہ خود کائنات کے تانے بانے سے، تمام انسانوں کے ساتھ ساتھ تمام مخلوقات، اعلیٰ اور ادنیٰ اور درمیانی دونوں۔ کائنات کے اندرونی اور روحانی سورج سے اس کی روحانی کرنوں کے میزبان کے طور پر نکلتا ہے۔ ہم سب اس ایک ذریعہ سے آئے ہیں، اس روحانی سورج، اور تمام مختلف طیاروں پر ایک ہی زندگی کے ایٹموں کے معمار ہیں۔

اسلام میں بھائی چارہ

الحمد للہ رب العالمین اور درود و سلام ہمارے نبی پر

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل اور تمام صحابہ کرام پر۔

س اخوت کا ایک شاندار معنی ہے، اسلام نے اس کی گہری جڑیں قائم کیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں: "مومنین (اسلام میں) بھائی بھائی کے علاوہ کچھ نہیں ہیں۔"

ایک مسلمان ہمیشہ اپنے مسلمان بھائیوں کے بارے میں اچھا فیصلہ رکھتا ہے اور ان کی عزت کے دفاع کے لیے سخت محنت کرتا ہے۔ ابوبیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی جھوٹی کہانیوں میں سب سے بڑی چیز ہے، دوسرے کے عیب تلاش نہ کرو، ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو، اور نجش پر عمل نہ کرنا (یعنی کسی چیز میں دلچسپی رکھنے والے دوسرے گاہک کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے کسی چیز کی زیادہ قیمت پیش کرنا)۔ ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے دشمنی نہ پالو، ایک دوسرے سے رشتہ نہ توڑو۔ اللہ کے بندے بنو اور آپس میں بھائی بھائی بنو جیسا کہ اس نے حکم دیا ہے، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے ذلیل کرے، تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے۔ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا۔ "مسلمان کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر نظر سے دیکھے، مسلمان کی تمام چیزیں اس کے ایمانی بھائی کے لیے حرام ہیں: اس کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت، بے شک اللہ تعالیٰ نہ تمہارے جسموں کو دیکھتا ہے اور نہ تمہاری طرف۔ چہرے مگر وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔"

مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی پر کوئی ترجیح نہیں ہے۔ وہ کنگھی کے دانتوں کے برابر ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے خوف اور اعمال صالحہ کے سوا کسی پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام مسلمانوں کی جانیں برابر ہیں، سب ایک ہاتھ ہیں۔

دوسروں کے خلاف، اور ان میں سے ادنیٰ ترین ان کے تحفظ کی ضمانت دے سکتا ہے۔ کسی مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جانا چاہیے اور نہ ہی جس سے عہد کیا گیا ہو اسے اس وقت قتل کیا جائے جب تک اس کا عہد قائم ہو۔ ایک مسلمان ایک مسلمان کے لیے ہمیشہ نرم مزاج ہوتا ہے اور مومنوں کے لیے مہربان اور حلیم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت اور آپس میں رحم دل ہیں، اللہ ایسی قوم کو لائے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، ان کی طرف عاجز ہوں گے۔ ایمان والے، کافروں کے لیے سخت ہیں۔"

انسانیت کی مساوات

خدا نے زمین پر بنی نوع انسان کی زندگی کے آغاز کے لیے ایک انسانی جوڑا بنایا اور آج اس دنیا میں بسنے والے تمام افراد اسی جوڑے سے نکلے ہیں۔ ابتدائی مرحلے میں کچھ عرصے کے لیے اس جوڑے کی اولاد نے ایک گروہ کو یاد دلایا۔ اس کا ایک ہی مذہب تھا اور ایک ہی زبان بولتا تھا۔ ان میں بہت کم یا کوئی فرق نہیں تھا۔

لیکن جیسے جیسے ان کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہوتا گیا، وہ پوری زمین پر پھیل گئے اور ان کے تنوع اور ترقی کے قدرتی نتیجے کے طور پر مختلف قبائل اور قومیتوں میں تقسیم ہو گئے۔ ان کی زبانیں مختلف ہو گئیں۔ ان کے لباس کے انداز مختلف تھے۔ اور ان کے رہن سہن بھی ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ مختلف جگہوں کی آب و ہوا اور ماحول نے ان کے رنگ اور طبعی خصوصیات کو بدل دیا۔ یہ تمام اختلافات قدرتی تغیرات ہیں۔

وہ حقیقت کی دنیا میں موجود ہیں۔ اس لیے اسلام ان کو حقائق کے طور پر تسلیم کرتا ہے۔ یہ ان کو مٹانے یا نظر انداز کرنے کی کوشش نہیں کرتا ہے بلکہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ ان کے فوائد ایک دوسرے سے ممتاز کرنے کے واحد ممکنہ ذرائع کو برداشت کرنے میں شامل ہیں۔ لیکن نسل، رنگ، زبان، قومیت کی بنیاد پر گروہ بندیوں اور تنظیموں کی شکل میں ان اختلافات سے بنی نوع انسان کے درمیان جو تعصبات پیدا ہوئے ہیں، ۔ 71

وغیرہ اسلام میں ناپسندیدہ ہیں۔ اسلام پیدائش کے تمام امتیازات، انسانوں میں اونچ نیچ، اونچے اور نچلے طبقے، مٹی کے باشندوں اور پردیسیوں کے تمام امتیازات کو سراسر جہالت کا مظہر سمجھتا ہے۔ یہ اعلان کرتا ہے کہ دنیا کے تمام مرد ایک ہی والدین سے پیدا ہوئے ہیں اور اس لیے وہ بھائی ہیں اور انسان کی حیثیت سے برابر ہیں۔

انسانیت کی مساوات اور بھائی چارے کے اس تصور کو پیش کرنے کے بعد اسلام مزید کہتا ہے کہ اگر مرد اور مرد کے درمیان کوئی حقیقی فرق ہو سکتا ہے تو وہ نسل، رنگ، ملک یا زبان کا نہیں بلکہ نظریات، عقائد اور اصولوں کا ہے۔ ایک ہی ماں کے دو بچے، اگرچہ مشترکہ نسب کے نقطہ نظر سے برابر ہو سکتے ہیں، لیکن اگر ان کے عقائد اور اخلاقی طرز عمل ایک دوسرے سے مختلف ہوں تو انہیں زندگی میں مختلف طریقوں سے چلنا پڑے گا۔ اس کے برعکس دو افراد، ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں، حتیٰ کہ جغرافیائی اور ظاہری طور پر ایک دوسرے سے وسیع فاصلوں کے بارے میں سوچتے ہیں، اگر انہوں نے بنیادی اصول کی شناخت کر لی ہے تو زندگی میں اسی راستے پر چلیں گے۔ اسلام دنیا میں موجود نسلی، قومی اور متعصبانہ معاشروں کے مقابلے میں ایک اصولی اور نظریاتی معاشرہ بنانا چاہتا ہے۔ ایسے معاشرے میں مردوں کے درمیان تعاون کی بنیاد کسی کی پیدائش نہیں بلکہ ایک عقیدہ اور اخلاقی اصول ہے۔

کوئی بھی شخص، اگر وہ خدا کو اپنا آقا اور رب ماننا ہے اور انبیاء کی رہنمائی کو اپنی زندگی کے قانون کے طور پر قبول کرتا ہے، اس کمیونٹی میں شامل ہو سکتا ہے، خواہ وہ امریکی ہو یا افریقہ کا؛ چاہے وہ سیاہ رنگ کا ہو یا سفید چمڑی والا۔ چاہے وہ یورپی زبان بولتا ہو یا عربی۔ اس کمیونٹی میں شامل ہونے والے تمام افراد کو یکساں حقوق اور سماجی حیثیت حاصل ہوگی۔ وہ کسی بھی قسم کے نسلی، قومی یا طبقاتی امتیازات کا شکار نہیں ہوں گے۔ کسی کو اونچا یا ادنیٰ نہیں سمجھا جائے گا۔ ان کے درمیان کوئی غیر ملنسار نہیں ہو گا۔ کسی کے ہاتھ کے چھونے سے کوئی آلودہ نہیں ہو سکتا۔ مادی تعلقات، کھانے پینے اور سماجی روابط کے معاملے میں ان کے لیے کوئی معذوری نہیں ہوگی۔ کسی کو بھی اس کی پیدائش یا پیشے کی وجہ سے نیچا یا حقیر نہیں سمجھا جائے گا۔ کوئی بھی اپنی ذات، برادری یا نسب کی بنیاد پر کسی مخصوص حقوق کا دعوٰی نہیں کرے گا۔ انسان کی خوبی اس کے خاندانی روابط یا دولت پر منحصر نہیں ہے، بلکہ صرف اس بات پر ہے کہ وہ اخلاق میں دوسروں سے بہتر ہے یا تقویٰ اور نیکی میں دوسروں سے افضل ہے۔

ایسا سماجی نظام نسل، رنگ اور زبان کی جغرافیائی حدود و قیود سے بالاتر ہو کر دنیا کے تمام خطوں میں پھیل سکتا ہے اور اس کی بنیادوں پر انسانوں کے عالمگیر بھائی چارے کی عمارت کھڑی کی جا سکتی ہے۔

نسل یا قومیت پر مبنی معاشروں میں صرف وہی لوگ شامل ہو سکتے ہیں جو کسی خاص نسل یا ملک سے تعلق رکھتے ہوں اور ان تمام لوگوں کے سامنے دروازہ بند ہو جاتا ہے جو ان سے تعلق نہیں رکھتے۔ لیکن اس نظریاتی معاشرے میں جو کوئی بھی عقیدہ اور اس کے اخلاقی معیار کو قبول کرتا ہے وہ اس کا رکن بن سکتا ہے اور اسے باقی سب کے برابر حق حاصل ہوتا ہے۔ جہاں تک اس عقیدے کو قبول نہ کرنے والوں کا تعلق ہے تو یہ معاشرہ ان کو اپنے دائرے میں قبول نہیں کر سکتا لیکن ان کے ساتھ رواداری اور بھائی چارے کے تعلقات رکھنے اور انہیں تمام بنیادی انسانی حقوق دینے کے لیے تیار ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر ایک ہی ماں کے دو بچے اپنے خیالات میں اختلاف رکھتے ہیں تو ان کی زندگی کے طریقے بہرحال مختلف ہوں گے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ بھائی نہیں رہیں گے۔ بالکل اسی طرح، اگر انسانوں کے دو گروہ یا ایک ہی ملک میں رہنے والے لوگوں کے دو گروہ اپنے بنیادی عقائد اور اصولوں اور نظریے میں مختلف ہوں تو ان کا معاشرتی نظام بھی یقیناً ایک دوسرے سے مختلف ہو جائے گا، حالانکہ وہ بانٹتے رہیں گے۔ انسانیت کے مشترکہ تعلقات، اس لیے اسلامی معاشرہ غیر مسلم معاشروں اور گروہوں کو زیادہ سے زیادہ سماجی اور ثقافتی حقوق فراہم کرتا ہے جو ممکنہ طور پر انسانیت کے مشترکہ بندھنوں کی بنیاد پر فراہم کیے جاسکتے ہیں۔

اسلام میں انسانی حقوق

چونکہ خدا ہی انسانوں اور کائنات کا مطلق اور واحد مالک ہے، اس لیے وہ خود مختار رب، پالنے والا اور پرورش کرنے والا، رحم کرنے والا ہے، جس کی رحمت تمام مخلوقات پر محیط ہے۔ اور چونکہ اس نے ہر انسان کو انسانی وقار اور عزت دی ہے، اور اس میں اپنی روح پھونک دی ہے، اس لیے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس میں اور اس کے ذریعے سے مرد ایک جیسے ہیں اور ان میں کوئی واضح اور حقیقی فرق نہیں کیا جا سکتا۔

اگرچہ زمین کے کسی بھی حصے میں اسلامی ریاست قائم کی جا سکتی ہے، اسلام انسانی حقوق یا مراعات کو اپنی ریاست کی جغرافیائی حدود تک محدود نہیں کرنا چاہتا۔ اسلام نے پوری انسانیت کے لیے کچھ عالمی بنیادی حقوق متعین کیے ہیں، جن کا ہر حال میں مشاہدہ اور احترام کیا جانا چاہیے، چاہے وہ اسلامی ریاست کے ساتھ امن میں ہو یا اس سے باہر، چاہے وہ ریاست کے ساتھ امن میں ہو یا جنگ میں۔ قرآن بہت واضح طور پر کہتا ہے:

"اے ایمان والو! اللہ کے لیے مضبوطی سے کھڑے ہو جاؤ، عدل و انصاف کے گواہ بنو اور نفرت نہ کرو۔ دوسروں کا آپ کو غلط کرنے اور انصاف سے دور کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ عدل کرو: یہ تقویٰ کے آگے ہے۔" (8:5)

انسانی خون ہر حال میں مقدس ہے اور بغیر جواز کے بہایا نہیں جا سکتا۔ اور اگر کوئی بغیر جواز کے ایک جان کو قتل کرکے انسانی خون کی اس حرمت کو پامال کرتا ہے تو قرآن اسے پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیتا ہے:

”جو شخص کسی جان کو قتل کرتا ہے ناکہ کسی مقتول کا بدلہ نہ لیا جائے اور نہ ہی زمین میں فساد برپا کیا جائے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا“ (23:5)

عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں اور زخمیوں پر ظلم کرنا جائز نہیں۔ خواتین کی عزت اور عفت کا ہر حال میں احترام کیا جانا چاہیے۔ بھوکے کو کھانا کھلایا جائے، ننگے کپڑے پہنائے جائیں اور زخمی یا بیمار کا علاج کیا جائے، خواہ وہ اسلامی برادری سے تعلق رکھتا ہو یا اس کے دشمنوں میں سے ہو۔

جب ہم اسلام میں انسانی حقوق کی بات کرتے ہیں تو ہمارا اصل مطلب یہ ہے کہ ہم حقوق اللہ نے عطا کیے ہیں۔ انہیں کسی بادشاہ یا کسی قانون ساز اسمبلی نے نہیں دیا ہے۔ بادشاہوں یا قانون ساز اسمبلیوں کی طرف سے دیے گئے حقوق بھی اسی طریقے سے واپس لیے جا سکتے ہیں جس طرح انہیں عطا کیے گئے ہیں۔

آمرین کے قبول اور تسلیم شدہ حقوق کا بھی یہی حال ہے۔ وہ جب چاہیں انہیں دے سکتے ہیں اور جب چاہیں واپس لے سکتے ہیں۔ اور جب وہ چاہیں ان کی کھلم کھلا خلاف ورزی کر سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ اسلام میں انسانی حقوق اللہ کی طرف سے عطا کیے گئے ہیں، اس لیے دنیا کی کسی بھی قانون ساز اسمبلی یا روئے زمین پر کسی حکومت کو یہ حق یا اختیار حاصل نہیں کہ وہ اللہ کے عطا کردہ حقوق میں کوئی ترمیم یا تبدیلی کرے۔

کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ان کو منسوخ کرے یا واپس لے۔ نہ ہی بنیادی انسانی حقوق جو کاغذ پر دکھاوے اور نمائش کے لیے دیے جاتے ہیں اور جب شو ختم ہو جاتے ہیں تو اصل زندگی میں انکار کر دیا جاتا ہے۔ نہ ہی وہ فلسفیانہ تصورات کی طرح ہیں، جن کے پیچھے کوئی پابندی نہیں ہے۔

اقوام متحدہ کے چارٹر اور اعلانات اور قراردادوں کا خدا کے منظور کردہ حقوق سے موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اول الذکر کسی پر لاگو نہیں ہوتا جبکہ مؤخر الذکر ہر مومن پر لاگو ہوتا ہے۔ وہ اسلامی عقیدہ کا حصہ اور پارسل ہیں۔

ہر مسلمان یا منتظم، جو کہ مسلمان ہونے کا دعوٰی کرتا ہے، اسے قبول کرنا، پہچاننا اور نافذ کرنا ہوگا۔ اگر وہ ان کو نافذ کرنے میں ناکام رہیں اور ان حقوق کا انکار کرنے لگیں جن کی ضمانت خدا نے دی ہے یا ان میں ترامیم اور تبدیلیاں کرنے لگیں یا ان پر لب کشائی کرتے ہوئے عملاً ان کی خلاف ورزی کریں تو ایسی حکومت کے لیے قرآن کریم کا فیصلہ واضح اور غیر واضح ہے۔ ;

"اگر کوئی اللہ کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ کرنے میں ناکام رہے تو وہ کافر ہیں۔" (44:5)

اسلامی ریاست میں انسانی حقوق:

جان و مال کی حفاظت: حجۃ الوداع کے موقع پر جو خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں فرمایا: ”تمہاری جان و مال ایک دوسرے پر حرام ہے یہاں تک کہ تم قیامت کے دن اپنے رب سے مل جاؤ“۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذمیوں (مسلم ریاست کے غیر مسلم شہریوں) کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے: ”جو شخص کسی شخص کو عہد کے تحت قتل کرتا ہے (یعنی ذمی) اس کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گی۔“

جنت۔

عزت کی حفاظت: قرآن پاک میں ارشاد ہے:

میں)۔ "تم لوگو، جو ایمان لائے ہو، ایک شخص دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائیں۔"

۔ (١١)"ایک دوسرے کو بدنام نہ کرو۔" (١١)"عرفی نام استعمال کرکے توہین نہ کریں۔"

"ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو اور نہ بات کرو۔" (21-11:94)

نجی زندگی کا تقدس اور تحفظ:

قرآن نے حکم دیا ہے۔

میں)۔ "ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو۔" (21:94)

۔ (١١)"کسی بھی گھر میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک کہ تمہیں ان کے مکین کی رضامندی کا یقین نہ ہو۔" (72:42)

ذاتی آزادی کی حفاظت: اسلام نے یہ اصول دیا ہے کہ کسی بھی شہری کو اس وقت تک قید نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس کا جرم کھلی عدالت میں ثابت نہ ہو جائے۔ صرف کی بنیاد پر آدمی کو گرفتار کرنا

بغیر کسی عدالتی کارروائی کے اور اسے اپنے دفاع کا معقول موقع فراہم کیے بغیر شک کرنا اور اسے جیل میں ڈالنا اسلام میں جائز نہیں ہے۔

ظلم کے خلاف احتجاج کا حق:

اسلام نے انسانوں کو جو حقوق عطا کیے ہیں ان میں حکومتی جبر کے خلاف احتجاج کا حق بھی ہے۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے: ”اللہ تعالیٰ عوام میں بری بات کو پسند نہیں کرتا جب تک کہ اس میں کوئی زخمی نہ ہو۔“

اسلام میں، جیسا کہ پہلے استدلال کیا جا چکا ہے، تمام طاقت اور اختیار خدا کے پاس ہے، اور انسان کے پاس صرف سپرد طاقت ہے جو امانت بن جاتی ہے۔ ہر وہ شخص جو اس طرح کی طاقت کا وصول کنندہ یا عطیم کرنے والا بنتا ہے اسے اپنے لوگوں کے سامنے خوفناک تعظیم کے ساتھ کھڑا ہونا پڑتا ہے کہ کس کی طرف اور کس کی خاطر اس سے ان اختیارات کو استعمال کرنے کے لئے کہا جائے گا۔

آزادی اظہار:

اسلام اسلامی ریاست کے تمام شہریوں کو اظہار رائے کی آزادی اس شرط پر دیتا ہے کہ اس کا استعمال نیکی اور سچائی کی تبلیغ کے لیے کیا جائے نہ کہ برائی اور برائی پھیلانے کے لیے۔ آزادی اظہار کا اسلامی تصور رائج تصور سے بہت زیادہ برتر ہے۔

مغرب میں۔

انجمن کی آزادی:

اسلام نے لوگوں کو انجمن سازی اور جماعتیں یا تنظیمیں بنانے کا حق بھی دیا ہے۔ یہ حق بھی کچھ عمومی اصولوں کے تابع ہے۔

ضمیر اور یقین کی آزادی:

اسلام نے حکم دیا ہے کہ ایمان کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ہونا چاہیے۔

اس کے برعکس مطلق العنان معاشرے افراد کو ان کی آزادی سے مکمل طور پر محروم کر دیتے ہیں۔ درحقیقت ریاستی اٹھارٹی کی یہ ہے جا بلندی حیرت انگیز طور پر انسان کی طرف سے ایک طرح کی غلامی، غلامی کو ظاہر کرتی ہے۔ مذہبی جذبات کا تحفظ: یقین کی آزادی اور ضمیر کی آزادی کے ساتھ ساتھ اسلام نے فرد کو یہ حق بھی دیا ہے کہ اس کے مذہبی جذبات کا احترام کیا جائے گا اور ایسا کچھ نہیں کہا جائے گا اور نہ کیا جائے گا جس سے اس کے حق پر تجاوز ہو۔

صوابدیدی قید سے تحفظ:

اسلام فرد کے اس حق کو بھی تسلیم کرتا ہے کہ اسے گرفتار یا قید نہیں کیا جائے گا۔

دوسروں کے جرائم۔ قرآن کریم نے یہ اصول واضح طور پر بیان کیا ہے:

”کوئی بوجہ اٹھانے والے کو کسی دوسرے کا بوجہ نہیں اٹھانا چاہیے۔“

زندگی کی بنیادی ضروریات کا حق:

اسلام نے ضرورت مندوں کا یہ حق تسلیم کیا ہے کہ ان کی مدد اور مدد کی جائے گی۔ انہیں:

"اور ان کے مال میں مسکینوں اور مسکینوں کا حق تسلیم کیا جاتا ہے۔"

قانون کے سامنے مساوات:

اسلام اپنے شہریوں کو قانون کی نظر میں مکمل اور مکمل مساوات کا حق دیتا ہے۔

قانون سے بالاتر حکمران:

اعلیٰ اور شریف گھرانے سے تعلق رکھنے والی خاتون کو چوری کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ مقدمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا، اور سفارش کی گئی کہ اسے چوری کی سزا سے بچایا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم سے پہلے جو قومیں گزری ہیں ان کو خدا نے اس لیے تباہ کر دیا کہ انہوں نے عام آدمی کو ان کے جرائم کی سزا دی اور ان کے معزین کو ان کے جرائم کی سزا نہیں دی، مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی نے یہ جرم کیا ہوتا تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔ امور مملکت میں حصہ لینے کا حق:

"اور ان کا کاروبار آپس میں مشورے سے ہوتا ہے۔" (83:24) .

شورق یا قانون ساز اسمبلی کا اس کے سوا کوئی معنی نہیں:

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اسے
ذلیل کرے۔ تقویٰ یہاں ہے!
تقویٰ یہاں ہے۔
وَوَنُوا عِبَادَ اللَّهِ الْأَوَّخِ

أَوْ مَظْلُومًا أَنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا

اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم (بخاری)

لیکچر نمبر: 15

ایمانداری اور فرض شناسی

ایمانداری کی تعریف

• دیانت سچ بولنے اور قابل اعتماد ہونے کا معیار ہے۔

• اگر کوئی آپ پر بھروسہ کرتا ہے، تو وہ یقین کرتا ہے کہ آپ ایماندار اور قابل اعتماد ہیں۔ یعنی آپ صحیح کام کریں گے۔

• ذمہ داری کی تعریف

• جو قانون، وعدہ، یا معاہدہ عائد کرتا ہے اسے کرنے کی ضرورت؛ ایک فرض

• اس کے عمومی اور سب سے زیادہ وسیع معنی میں، فرض فرض کا مترادف ہے۔ مزید تکنیکی معنی میں، یہ ایک ٹائی ہے جو ہمیں اس ملک کے قوانین اور رسم و رواج کے مطابق ادائیگی کرنے یا کچھ کرنے کا پابند کرتی ہے جس میں یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

• "جب دیانت ختم ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو" صحیح بخاری

ابوبکر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں کچھ کہہ رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات جاری رکھی تو کچھ لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال سنا تھا، لیکن اعرابی نے جو پوچھا تھا اسے پسند نہیں آیا۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہیں سنا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات ختم کی تو فرمایا کہ وہ سائل کہاں ہے جس نے قیامت کے بارے میں پوچھا؟ اعرابی نے کہا کہ یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایمانداری ختم ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اعرابی نے کہا وہ کیسے ضائع ہو گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب طاقت یا اختیار ناپل لوگوں کے ہاتھ میں آجائے تو قیامت کا انتظار کرو۔

ایمانداری اور سماجی ترقی

ایمانداری واقعی بہترین پالیسی ہے اور بالکل بجا طور پر۔ یہ سب سے اہم اور قیمتی میں سے ایک ہے۔ اخلاقی قدریں، لیکن بدقسمتی سے اب ہمارے کردار کی ترجیحات کے پس پردہ رکھ دی گئی ہیں۔

سچائی کا فقدان بڑے پیمانے پر ہے اور قریب اور دور کے لوگوں کو متاثر کرتا ہے، جوان اور بوڑھے، مرد اور عورت، اور ملازمین اور آجر؛ ہم تسلیم کریں یا نہ کریں، اس کی کمی ہمیں بہت نقصان پہنچاتی ہے۔ پیغمبر کے معجزات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے آخری وقت میں ایمانداری کے ضائع ہونے کی پیشین گوئی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "پھر لوگ ایک دوسرے کو چیزیں بیچ دیتے ہیں، اور شاید ہی کوئی ایمانداری سے کام کرتا ہو، یہاں تک کہ لوگ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ فلاں فلاں کے قبیلے میں کوئی ایماندار ہے۔ آدمی۔" (بخاری)

اور آج ہمارے معاشرے کے اندر دیکھ کر یہ پیشین گوئی واضح نظر آتی ہے، کیونکہ ایماندار تاجر بہت کم ہیں۔ دیانت افراد اور معاشرہ کی زندگی میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے اور اسی لیے اسلام اسے ایمان کی سب سے بڑی صفات میں شمار کرتے ہوئے اسے ایمان سے جوڑتا ہے۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جو شخص اپنی نذر کو پورا نہیں کرتا اس کا ایمان نہیں۔ (احمد)

اسلام کا ایمانداری کا تصور وسیع اور جامع ہے۔ اس میں زندگی کے ذاتی، خاندانی، سماجی، معاشی اور سیاسی پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ دیگر پہلوؤں کا بھی جو فرائض سے متعلق ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں درج ذیل مثال میں بیان کیا ہے،

''ہے شک ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے، لیکن انسان نے اسے اٹھا لیا، بے شک وہ ظالم اور جاہل تھا۔'' (27:33).

قرآن کے مفسرین کا کہنا ہے کہ اس تناظر میں "توکل" میں اسلامی قانون کے تحت تمام ذمہ داریاں اور لوگوں کے لیے تمام الہی ہدایات بھی شامل ہیں۔

آج ایمانداری کی سب سے اہم شکلوں میں سے ایک زبانی ایمانداری ہے، جس کا مطلب ہے کہ کوئی لفظ یا بیان کرتے وقت بالکل سچا اور مخلص ہونا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اسے پکڑو! اپنی زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔ معاذ نے پوچھا کہ کیا ہم اس کے ذمہ دار ہیں جو ہم کہتے ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا لوگ جہنم میں ان کے ننھنوں (یا اپنے چہرے) زمین کی طرف نہیں پھیرے جاتے، صرف ان کی زبانوں کے نتیجے میں؟ (احمد اور ترمذی)۔

تغیر میں سچائی کا ایک پہلو مبالغہ آمیز چابولوسی سے بچنا ہے، جو کہ جائز مزاح کے مترادف نہیں ہے۔ ابن القیم نے ان دونوں کے درمیان فرق یہ کہتے ہوئے کیا ہے کہ "مزاح کرنا کسی شخص کے ساتھ نرمی برتنا ہے تاکہ اس سے سچ نکالا جائے، یا اسے جھوٹ کو ترک کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اس دوران خوشامد کرنا، کسی شخص کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنا اور اس کے جھوٹ کو تسلیم کرنا یا اسے چھوڑ دینا ہے۔ اس کے پاس اپنا راستہ ہے، لہذا نرمی مومنوں کی صفت ہے اور چابولوسی منافقوں کی صفت ہے۔"

صحابی رسول عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ؛ "ایک آدمی اپنے ایمان کو ساتھ لے کر گھر سے نکل سکتا ہے، اس کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوتی ہے جس سے اس کا کوئی کام ہوتا ہے اور وہ کہنے لگتا ہے کہ تم یہ ہو اور تم وہ ہو، اس کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے جھوٹی باتیں کہیں۔ اور اس کے بدلے میں اسے اس شخص سے کچھ بھی نہیں ملے گا، وہ اللہ کے غضب کا شکار ہو کر گھر واپس چلا جاتا ہے اور اس کے پاس اس کا ایمان کچھ بھی نہیں بچا تھا۔"

تو بات یہ ہے کہ چابولوسی آپ کو ہمارے دین (مذہب) کے تناظر میں کہیں نہیں ملے گی۔

دوسری طرف، ایک مسلمان کے لیے عصری دنیا میں ایمانداری کی سب سے نمایاں شکل یہ ہے کہ وہ کام انجام دے جو اسے پوری دیانتداری اور دیانتداری کے ساتھ سونپا گیا ہو۔ ایسا کرتے ہوئے وہ اپنے رب کے لیے فرض شناس ہو رہا ہے، جو اس کی زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھی واقف ہے اور جو بدعنوان اور راست باز کے درمیان تمیز بھی کرتا ہے۔ اس قسم کا انسان اس وقت کی فکر اور تیاری کرتا ہے جب وہ اس وقت کی اپنی خواہشات کے بجائے آخرت میں اس زندگی کا جواب اور حساب دے گا۔

تاہم، اور بدقسمتی سے، اس کردار کی قسم مسلم دنیا میں عام نہیں ہے، یا اس معاملے کے لیے کوئی اور۔ اسلامی دنیا کے بہت سے دفاتر میں انتظامی بدعنوانی امانت میں خیانت اور اپنے کاموں کی انجام دہی اور ذمہ داریوں کو نبھانے میں تاخیر کے سوا کچھ نہیں۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ جمع کرنے والا مقرر فرمایا۔ جب وہ آدمی اپنے کام سے فارغ ہوا تو اس نے کہا یا رسول اللہ یہ آپ کے لیے ہے اور یہ مجھے تحفہ میں دیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے والد اور والدہ کے گھر کیوں نہیں ٹھہرتے اور دیکھتے کہ کیا تمہیں کوئی تحفہ ملتا ہے؟ شام کو نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، تم میں سے جو کوئی اس میں سے کچھ حاصل کرے گا وہ قیامت کے دن اسے اپنے گلے میں لے کر آئے گا۔ وہ اونٹ ہے، اس کے پاس ہوگا، اونٹ چبچ رہا ہے، گائے گائے گی، اگر بھیڑ ہے تو رو رہی ہوگی، اے اللہ میں نے پیغام پہنچا دیا۔ (بخاری و مسلم)۔

ایمانداری کی ایک بہت سی قابل ذکر اور قابل تعریف شکل ہر فرد کو ان کی انفرادی صلاحیت کے مطابق صحیح جگہ پر تعینات کرنا، اور اہل تجربہ کار اور دیانتدار لوگوں کو ان کے لیے موزوں عہدوں پر دینا ہے، جہاں وہ بہترین اور تخلیقی ہو سکیں۔ بے ایمان لوگوں کو فیصلہ سازی کی پوزیشن پر رکھنا ایک سنگین معاشرتی نا انصافی ہے جب کہ دوسرے لوگ ایماندار، ماہر اور ملازمت کے تقاضوں کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔

بدترین معاشرے وہ ہوتے ہیں جن میں کام ایسے لوگوں کے سپرد ہوتے ہیں جن کے پاس ان کو انجام دینے کے لیے درکار ہنر اور ہنر نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کی طرف میلان ہوتا ہے۔ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایمانداری ختم ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو! اعرابی نے پوچھا یہ کیسے ہوگا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب چیزیں ان لوگوں کے سپرد کر دی جائیں جو ان کے لائق نہ ہوں تو قیامت کا انتظار کرو۔ (بخاری)

اس کے برعکس، بہترین معاشرہ، جس میں دونوں مقداروں میں سب سے زیادہ پیداواری صلاحیت ہوتی ہے، وہ ہے جو افراد کو ان کی صلاحیتوں، رجحانات، انتخاب، قابلیت، تجربے اور قابلیت کے مطابق کاموں، خدمات اور سرگرمیوں کے لیے تفویض کرتا ہے۔

کسی عہدے پر غیر اہل شخص کی تقرری سے معاشرے اور عوامی مفادات کو پہنچنے والے سنگین نقصانات کے علاوہ ایسی تقرری اللہ، اس کے رسول اور مومنین کے ساتھ خیانت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی شخص اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کے ساتھ خیانت کرتا ہے جب وہ کسی شخص کو بعض لوگوں کا گورنر بناتا ہے جب کہ ان کے پاس ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کو پسند کرتے ہوں، یعنی وہ اس سے بہتر اور اہل ہوں۔ اسے۔"

اس طرح اسلام میں ایمانداری کا مقام بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ثابت کرنا کہ تمام پہلوؤں سے معاشرے کی ترقی میں اس کا اثر ہماری فلاح و بہبود اور ہماری روزمرہ زندگی کے لیے ضروری ہے۔ اس کے بغیر، ہماری دنیا

انتشار اور افراتفری ہو؛ الفاظ بے معنی ہوں گے، وعدے دھوکہ دہی ہوں گے اور صرف بدترین لوگ ہی خوشحال ہوں گے۔

لیکن اپنے عقیدے پر تکبر کرنے کے ساتھ، ہم یہ جان کر سکون محسوس کر سکتے ہیں کہ دنیا میں اب بھی بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ایمانداری اور دیانت کی قدر کرتے ہیں، مکمل سچ اور سچ کے سوا کچھ نہیں بتانے کی قسم کھاتے ہیں۔ تو ان کی اور ہم سب کی مدد فرما یا اللہ۔

ایماندارانہ ذریعہ معاش کی اہمیت

انسان کی قوت گویائی خدا کی طرف سے ایک عظیم تحفہ ہے۔ ابلاغ کے صوتی ذرائع کے ذریعے وہ اپنے خیالات دوسروں تک پہنچانے کی پوزیشن میں ہے۔ انسانی تہذیب کی ترقی انسان کی اجتماعی مسائل کو سمجھنے اور ان کو سمجھنے کی صلاحیت اور باہمی مشاورت اور اتفاق رائے سے ان کا حل تلاش کرنے کی وجہ سے ہے۔

اس طرح کے باہمی رابطے کی بنیاد پر بننے والے معاشرے کا مقصد امن، ہم آہنگی اور سکون سے رہنا ہے۔ لیکن اللہ کا کلام سے بڑا تحفہ حکمت ہے۔ سوچنے اور فیصلے کرنے، دریافت کرنے، تخلیق کرنے اور ایجاد کرنے کی فیکلٹی۔ خدا نے انسان کو زمین پر اپنا نائب بنایا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو ہر دوسرے جاندار پر بلا شبہ غلبہ حاصل ہے اور اس کے پاس زمین پر چھپے اور کھلے ظاہر ہونے والے عناصر کو دریافت کرنے کی طاقت ہے تاکہ اسے تمام انسانوں کی خدمت کے لیے استعمال کیا جا سکے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کو فیصلہ کرنے کی طاقت دی ہے تاکہ وہ اچھے اور برے میں تمیز کر سکے تاکہ وہ اپنے لیے صراطِ مستقیم کا انتخاب کر سکے اور اپنے آپ کو آخرت کے لیے تیار کر سکے۔

آئیے تھوڑی دیر کے لیے اس پر غور کریں۔ چونکہ مرد/خواتین خدا کی بہترین مخلوقات میں سے بہت سی صلاحیتوں سے مالا مال ہیں، جو کہ دیگر جانداروں کے پاس نہیں ہیں، اس لیے مردوں/عورتوں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس کے افعال سے اپنی برتری کا اظہار کریں۔ ہم اپنے روزمرہ کے مشاہدے میں جانتے ہیں کہ ایک جانور جب بھوکا یا پیاسا ہوتا ہے تو وہ جو کچھ بھی پائے اور جہاں بھی ہو کھا یا پیتا ہے۔ یہ فرق نہیں کر سکتا کہ اس سے ملنے والا پانی یا کھانا اس کے لیے جائز ہے یا نہیں۔

لیکن انسانوں پر فرض ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ ان کے ذریعہ معاش حتیٰ کہ خوراک اور پینے کا پانی بھی ان کے لیے جائز ہے یا نہیں اور جو کھانا پینا انہیں دیا جا رہا ہے وہ ایمانداری اور حلال طریقے سے حاصل کیا گیا ہے یا نہیں۔ ابتدائی مسلمان زمین پر ایماندار تھے۔

ایک مسلمان 'ولی' تھا، ذہب ابن الولید۔ اس نے اس بات کو یقینی بنانے کے لیے ایک نکتہ پیش کیا تھا کہ ان کے (رزق) کا ذریعہ معاش ایمانداری اور حلال ہو۔ ذیل میں دکھایا گیا واقعہ واقعی آنکھ کھولنے والا ہے۔

ایک دفعہ اس کی ماں نے اسے دودھ پلایا۔ اس نے دودھ کی فراہمی کا ذریعہ، قیمت وغیرہ کے بارے میں دریافت کیا۔ اس کی ماں نے اسے سب کچھ بتا دیا۔ پھر بھی اس نے اس درخواست پر پینے سے انکار کر دیا کہ وہ چراگاہ جس پر بکری چرتی تھی وہ بے جس پر مسلمانوں کا کوئی حق نہیں۔ اس نے اپنی والدہ کو بتایا کہ "بے شک خدا رحیم و کریم ہے اور ہم پر اپنی شفقت کرتا ہے اور میں (ولی) اس کی شفقت کو گناہ سے خاک نہیں کر سکتا"۔

مندرجہ بالا مثال سے ہم ایماندارانہ ذریعہ معاش کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں جس کا بنیادی مطلب یہ ہے کہ مثال کے طور پر مرد/خواتین بغیر کسی ناجائز یا ناجائز ذرائع کے صحیح اور دیانتدار طریقے سے کماتے ہیں۔ اسلام دولت جمع کرنے کے خلاف نہیں ہے بلکہ اس شرط پر ہے کہ خاندان اور معاشرے کی فلاح و بہبود کو ملحوظ رکھا جائے۔ استحصال یا دوسروں کے حقوق اور ترجیحات کی خلاف ورزی جیسے بے ایمانی کا کوئی ذریعہ استعمال نہیں کیا جاتا ہے۔

اوور رائیڈنگ اصول کوئی بھی آمدنی ہے جو کسی دوسرے شخص کو نقصان یا تکلیف کا باعث بنتی ہے، انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر ممنوع ہے۔ آمدنی کے تمام ذرائع جو باہمی فائدے اور فلاح و بہبود پر مبنی ہوں اور سماجی انصاف اور مساوات کے اصولوں کے مطابق ہوں۔

قرآن کریم نے اس اصول کو واضح طور پر یوں بیان کیا ہے:

"اے ایمان والو! اپنا مال آپس میں فضول خرچی نہ کرو، مگر یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو، اور ایک دوسرے کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔ اسے آگ میں ڈالو، اور یہ اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔" (92:4-03)

غیر قانونی اور ممنوع ذرائع میں رشوت خوری، دوسروں کا مال ہڑپ کرنا، چوری کرنا، خیانت کرنا، امانت میں خیانت کرنا، یتیموں کو ان کے حقوق سے محروم کرنا، ناپ تول کا غلط استعمال، برالیاں، شراب اور دیگر نشہ آور اشیاء بنانا اور بیچنا، جوا، قسمت کا بیان اور سود

ان اور اسی طرح کے ذرائع سے حاصل ہونے والی آمدنی اسلام میں مکمل طور پر حرام ہے۔ بہترین ذریعہ جسمانی طور پر محنت کرنا اور اپنا پسینہ بہانا اور وقت ضائع کیے بغیر شیڈول کے مطابق کام کرنا ہے۔ کوئی بھی 79

دوسروں کو تکلیف پہنچانا یا دوسروں کے حقوق پر ضرب لگانا ایک بھیانک گناہ ہے۔ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ کمائی کے صحیح ذرائع دکھانے کی دعا کرنی چاہیے۔

قناعت اور ذاتی سالمیت ایماندارانہ ذریعہ معاش کے دو بنیادی عناصر ہیں۔ قناعت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی خواہشات اور ضروریات کو حد کے اندر رکھے اور دنیاوی لالچ میں نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اور اللہ تعالیٰ کے علم سے آگاہ ہونا ہی کمائی کے صحیح ذرائع کی طرف لے جانے کے پابند ہیں۔ قناعت اور حق کی کمائی راہ راست اور راستبازی کے سنگ میل ہیں۔

والدین کی اطاعت کا کیا مطلب ہے؟

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا کہ جو شخص صبح کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے والدین کی اطاعت کے لیے بیدار ہوا تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے اپنے لیے جنت کے دو دروازے کھولے ہوئے پائے۔ اور اسے ایک دروازہ کھلا ہوا ملے گا اگر اس کے والدین میں سے کوئی زندہ تھا۔ لیکن جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے والدین کی نافرمانی کرتے ہوئے دن توڑا، وہ اس شخص کی طرح تھا جس نے اپنے لیے جہنم کے دو دروازے کھلے ہوئے پائے۔ اور اسے ایک دروازہ کھلا ہوا ملے گا اگر اس کے والدین میں سے کوئی زندہ تھا۔

اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا کوئی اپنے والدین کی اطاعت کرے خواہ وہ آپ کے لیے بے حس کیوں نہ ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، خواہ وہ بے حس کیوں نہ ہوں، ہاں، اگرچہ وہ بے حس ہی کیوں نہ ہوں۔

والدین کی ان امور میں اطاعت کی جانی چاہئے جن کی اسلام میں اجازت ہے خواہ وہ آپ سے ان کے انجام دینے کا مطالبہ کریں یا انہیں چھوڑ دیں، بشرطیکہ اس سے آپ کی جان یا اعضاء کو خطرہ نہ ہو۔ اگر وہ آپ کو نافرمانی کے کام کا حکم دیں -چاہے وہ کسی واجب چیز کو چھوڑنے کا ہو (جیسے حجاب) یا کسی حرام چیز کا ارتکاب (جیسے سود کا سودا) تو ان کی کوئی اطاعت نہیں ہے۔ اگر وہ کسی مستحب چیز (جیسے رات کی نماز یا قرآن کی تلاوت) کو کسی فائدے کے لیے چھوڑنے کا حکم دیں تو وہ اس سے نکل سکتے ہیں، جیسے صحبت، تو ان کی اطاعت واجب ہے۔ اگر وہ آپ کو فرض کفایہ چھوڑنے کا حکم دیں (جیسے میت کو دھونا، یا اس پر نماز جنازہ پڑھنا، یا جہاد وغیرہ) اور اس کے کرنے والا کوئی نہ ہو یا اس کے لیے کافی لوگ نہ ہوں تو وہ نہیں ہیں۔ اطاعت کی جائے اگر کافی لوگ معاملے کو سنبھال رہے ہیں تو ان کی بات ماننی چاہیے۔

اگرچہ ایک اچھا مسلمان ہونے کے لیے اور اللہ کے لیے اپنے فرض کو پورا کرنے کے لیے اطاعت بہت ضروری ہے، لیکن یہ واضح رہے کہ اس کا مقصد احسان کرنا اور بہتر افراد، خاندان اور معاشرے کا حصول ہے۔

کامن سینس اچھی دلچسپی غالب ہونی چاہئے۔ غور کرنے کے لیے یہاں دو مثالیں ہیں: -اجہاد کے لیے جانا: اس موضوع پر علماء کی طویل گفتگو کا خلاصہ اس طرح دیا جا سکتا ہے: اگر جہاد فرض ہو گیا ہو (بر مسلمان پر فرض ہے) تو والدین کی اطاعت واجب ہو جاتی ہے اور جہاد کے تقاضے لازم ہیں۔ پوری۔ یہ قاعدہ تمام واجبات کے لیے عام ہے جیسے نماز پڑھنا یا حج کرنا؛ کسی کو ان کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے جب تک کہ ان کی روزی اور تندرستی نہ ہو۔

اپنے بیٹے پر انصاف کرتے ہیں۔

اگر دوسری طرف، جہاد فرض کفایہ ہے (مسلمانوں پر بطور جماعت یا گروہ فرض ہے)، تو -

جیسا کہ جمہور علماء کے نزدیک جہاد پر جانے سے پہلے ان کی اجازت لینا ضروری ہے۔ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں جہاد میں حصہ لوں؟ اس نے پوچھا کیا تمہارے والدین ہیں؟ اس نے جواب دیا 'ہاں'۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کے لیے کوشش کرو۔ (ابو داؤد)۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے یمن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کی۔ اس نے پوچھا کیا تمہارا کوئی رشتہ دار یمن میں ہے؟ اس نے جواب دیا میرے والدین۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا انہوں نے آپ کو آنے کی اجازت دی؟ اس نے جواب دیا "نہیں"۔ آپ نے فرمایا ان کے پاس واپس جاؤ اور ان سے اجازت طلب کرو، اگر وہ تمہیں اجازت دیں تو صحیح، ورنہ ان کے لیے وقف ہو جاؤ۔ (ابو داؤد)

-2اپنی بیوی کو طلاق دینا: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میری ایک بیوی تھی جس سے میں محبت کرتا تھا لیکن عمر رضی اللہ عنہ ناپسند کرتے تھے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ اسے طلاق دے دو، جب میں نے انکار کیا تو عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور آپ سے معاملہ بیان کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اسے طلاق دے دوں۔ (ابوداؤد و ترمذی)۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ باپ ایک متقی اور عادل عمر بن الخطاب تھے جو بغیر کسی دلیل کے اپنے بیٹے کی بیوی پر ظلم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ

والد نے اس سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لیے کہا تھا، نے امام احمد سے ایسی ہی صورت حال کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے ان سے کہا: "اگر تیرا باپ عمر ابن الخطاب جیسا پریپیگنڈا ہے تو اپنی بیوی کو طلاق دے دے!"

والدین کی نافرمانی ایک سنگین معاملہ ہے:

شکر کے بعد سب سے بڑا گناہ والدین کی نافرمانی ہے۔ ہم ایک ایسی برائی سے جس کا ایک سچا مسلمان انکار کے بغیر تصور بھی نہیں کر سکتا۔ شکر، نرمی اور شکر گزاری وہ تین بنیادی خصوصیات ہیں جو انسان کو ایک اچھا انسان بناتی ہیں۔ جو شخص اپنے اندر یہ بنیادی رویہ پیدا نہیں کرتا وہ نہ تو اللہ اور نہ ہی لوگوں کے لیے اپنے فرائض ادا کر سکتا ہے، اس لیے جو مسلمان اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں وہ کبھی بھی اپنے والدین کے نافرمان یا بے پروا نہیں ہو سکتے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا آپ انہیں تین بڑے گناہوں سے خبردار نہ کریں؟ سب نے کہا یقیناً اے نبی! پھر فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ اٹھتے بیٹھتے ٹیک لگاتے بولے جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا۔ وہ اتنی دیر تک اپنی بات دہراتے رہے کہ ہم نے چاہا کہ وہ خاموش ہو جائیں۔ (بخاری و مسلم)۔ اس حدیث میں والدین کی نافرمانی کے لیے "عوق" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں لاپرواہی، ظلم، تکلیف دہ رویہ اور نافرمانی۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ چاہے تو قیامت تک کے لیے اس کے گناہوں کی سزا کو ملتوی کر دیتا ہے، لیکن ماں باپ کی نافرمانی کی سزا اس کی موت سے پہلے اسی زندگی میں دے دیتا ہے۔" (الحاکم)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نافرمان بچوں کو دو بار سزا دی جائے گی۔ ایک بار دنیا میں اور دوسری آخرت میں۔

صحابان کی روایت کردہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ درج ذیل تین بڑے گناہ باقی تمام نیکیوں کو ختم کر دیتے ہیں: اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی اور جہاد سے بھاگنا۔

ماؤں کی نافرمانی:

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا: "یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی ماؤں کی نافرمانی، بغل اور لالچی، اور نوزائیدہ بچوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے اور وہ تمہیں ناپسند کرتا ہے۔ باتونی ہو اور بہت زیادہ متجسس بنو اور اپنا سامان ضائع کرو۔" اس کا

مطلب یہ بھی ہے کہ ہمیں ماؤں کے جذبات، عادات، مزاج اور پسند و ناپسند کا انتہائی خیال رکھنا چاہیے۔ ہمیں اس کے ساتھ بدتمیزی اور نافرمانی ہونے کا تصور بھی نہیں کرنا چاہیے۔ اپنی ماؤں کی خدمت اور اطاعت سے ہم اللہ کی رضا حاصل کرنے کا یقین رکھ سکتے ہیں۔ والدین کے عظیم احسان کو تسلیم کرنا ان کے ساتھ صحیح ہونے میں ہماری کامیابی کا مرکز ہے، کیونکہ وہ ہمارے وجود کا سبب ہیں۔ یہ ہمیں والدین کی طرف احسان کو صحت مند، فطری مزاج کی علامت کے طور پر دیکھنے کے قابل بنائے گا۔

سے بعض اوقات ہم رویہ بگڑ جاتا ہے اور لوگ اپنے وجود کو ناراضگی سے دیکھنے لگتے ہیں۔ نتیجتاً، وہ اپنے والدین کو اس دنیا میں لانے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں وہ اس آسودگی اور خوشی کے ساتھ زندگی نہیں گزار رہے جس کے وہ حقدار سمجھتے ہیں۔ انسانوں کا وجود صرف اور صرف اللہ کے لیے ہے، کیونکہ وہ چاہتا ہے بدقسمتی والدین کون ہوں گے، کہاں پیدا ہوں گے، پیدائش کا وقت اور اسے کیا رزق ملے گا۔ ہمارے والدین نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے، ہمارے خالق نے ہم سے کہا ہے کہ اگر یا ہم کہ نہ کوئی ایسا کام کیا جو ہمیں پسند نہ ہو یا کسی چیز میں غلط ہوں تو ان پر عدم اطمینان کی علامت بھی نہ دکھائیں۔ لیکن ان کے ساتھ محبت، مہربان اور کہ اس کے انہوں فرض شناس ہو کر ان کے احسان کا بدلہ دینا ایک کم از کم کام ہے جو ہم سب کو کرنا ہے۔

تو آئیے ہم مسلمان اس مقبول ثقافت کے رویوں کو اپنانے سے گریز کریں جس میں ہم خود کو پاتے ہیں، جہاں مائیں لڑکیوں کی خدمت کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتیں اور باپ کام کرنے والے لڑکوں سے زیادہ کچھ نہیں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کے حقوق کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے، ہمیں اپنے بچوں کو بتانا چاہیے، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمیں بہترین مثال قائم کرتے ہوئے انہیں سکھانا چاہیے۔ اپنے والدین کے ساتھ محبت، احترام، عزت اور شفقت کے ساتھ برتاؤ کرکے جس کے وہ مستحق ہیں۔

بچے اس کی نقل کرتے ہیں جو وہ دیکھتے ہیں، ہم اپنے والدین کے ساتھ اچھے ہونے سے، ہم امید کر سکتے ہیں کہ ہمارے بچے جو کچھ وہ دیکھتے ہیں اس کی نقل کریں، ہم اپنے والدین کے ساتھ اچھے بن کر۔ ہم امید کر سکتے ہیں کہ ہمارے بچے اچھے ہوں گے۔ ہم پر۔

سبق نمبر 15 کی آیات

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ
أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ

اور وہ وقت یاد کرو جب تمہارے رب نے بنی آدم سے ان کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انہیں ان کی ذات پر گواہی دی، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں ہم نے گواہی دی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم قیامت کے دن یہ کہو کہ ہم اس سے بے خبر تھے۔ (الاعراف: 172)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ

بے شک اللہ کا وعدہ نہیں بدلتا (آل عمران: 9)

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ

اللہ سے بہتر کون اپنا وعدہ پورا کرنا ہے؟

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ

"اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہیں کرو گے؟
بلاشبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔" (06) اور یہ کہ تم میری عبادت کرو گے؟ یہی سیدھا راستہ ہے۔" (یسین: 61، 60)

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ

اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ اپنے لوگوں کا خون نہ بہاؤ اور نہ اپنے لوگوں کو اپنی بستیوں سے نکالو۔ پھر تم نے اسے تسلیم کیا اور تم گواہ ہو۔ (البقرہ: 84)

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنی بات کو پورا کرو (المائدہ: 1)

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ

اور صرف اللہ کے عہد کے وفادار رہو (الانعام: 152)

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ

اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب تم وعدہ کرو اور اپنی قسموں کو پختہ کرنے کے بعد مت توڑو (النحل: 19)

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ

اور وعدہ پورا کرو۔ بیشک وعدے کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (البقرہ: 43)

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ

سوائے ان مشرکوں کے جن سے تمہارا معاہدہ تھا اور انہوں نے تمہارے معاہدے میں کوئی کمی نہیں کی اور نہ ہی تمہارے خلاف کسی کی حمایت کی، لہذا ان کا معاہدہ مقررہ مدت تک پورا کرو۔

(التوبيه : 4)

التمهه للالاقويئدبند العلم اوؤب

اور اللہ کے عہد کو کم قیمت پر مت بدلو (النحل:59)

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولَئِكَ يَحْمِلُونَ كِفْلَهُمْ أَثْقَالًا

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولَئِكَ يَحْمِلُونَ كِفْلَهُمْ أَثْقَالًا
وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولَئِكَ يَحْمِلُونَ كِفْلَهُمْ أَثْقَالًا
وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولَئِكَ يَحْمِلُونَ كِفْلَهُمْ أَثْقَالًا

اور جو لوگ اللہ کے عہد کو اس کی توثیق کے بعد توڑتے ہیں اور اللہ نے جس چیز کو جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کا حصہ صرف لعنت ہے اور ان کا ٹھکانہ برا ٹھکانہ ہے۔ (الراد:52)

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولَئِكَ يَحْمِلُونَ كِفْلَهُمْ أَثْقَالًا
وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولَئِكَ يَحْمِلُونَ كِفْلَهُمْ أَثْقَالًا
وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولَئِكَ يَحْمِلُونَ كِفْلَهُمْ أَثْقَالًا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ جان بوجہ کر اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔
(الانفال:72)

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولَئِكَ يَحْمِلُونَ كِفْلَهُمْ أَثْقَالًا
وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولَئِكَ يَحْمِلُونَ كِفْلَهُمْ أَثْقَالًا
وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولَئِكَ يَحْمِلُونَ كِفْلَهُمْ أَثْقَالًا

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم جو امانتیں رکھتے ہو اسے ان کے مالکوں کے حوالے کر دو اور یہ کہ جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو (النساء: 58)

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولَئِكَ يَحْمِلُونَ كِفْلَهُمْ أَثْقَالًا

قابل اعتماد روح نے اسے نیچے لایا۔ (فرشتہ جبرائیل علیہ السلام)
ال ۷

اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں کا خیال رکھتے ہیں۔ (المومنون:8)

سبق نمبر 15 کی حدیث

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْفِتْنَةِ أُولَئِكَ يَحْمِلُونَ كِفْلَهُمْ أَثْقَالًا

ماہل دنسم)

جو اپنی قسموں کی پاسداری نہیں کرتا اس کا دین مکمل نہیں ہوتا۔

لیکچر نمبر: 16

بخشش

معافی کی تعریف

• (کسی کو) سزا سے آزاد یا معاف کرنا

• (قرض، ادائیگی وغیرہ) کی ذمہ داری سے آزاد ہونا۔

عفو و درگزر

ایک مرتبہ عصر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”آدم کے بیٹے مختلف قسم کے بنائے گئے ہیں، کچھ ایسے ہیں جو دیر سے غصہ میں آتے ہیں اور جلد ہی معمول پر آجاتے ہیں، کچھ لوگ غصے میں آ جاتے ہیں۔ جلد اور جلد وہ معمول پر آجاتے ہیں، اور کچھ لوگ دیر سے ناراض ہوجاتے ہیں اور معمول پر آنے میں بھی دیر کر دیتے ہیں جو کم معمول پر آنا غصے کی رفتار کے مطابق ہوتا ہے۔

محافظ رہیں۔ کچھ لوگوں کو جلد غصہ آتا ہے اور وہ دیر سے معمول پر آتے ہیں۔ سنو، ان میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جو غصہ میں دیر سے آتے ہیں اور فوراً توبہ کر لیتے ہیں، اور ان میں سب سے برے وہ ہیں جو جلدی غصہ میں آتے ہیں، لیکن معمول پر آنے میں بہت دیر کر دیتے ہیں۔

سنو ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو بہتر طریقے سے قرض ادا کرتے ہیں اور اچھے طریقے سے مانگتے ہیں۔ کچھ لوگ ادائیگی میں سست ہیں، لیکن مطالبہ کرنے میں اچھے ہیں۔ کچھ برے طریقے سے مانگتے ہیں اور اچھے طریقے سے واپس کرتے ہیں، یعنی ان میں ایک خوبی ہے اور ایک بری۔ کچھ لوگ مانگنے اور دینے میں بھی برے ثابت ہوتے ہیں۔

غور سے سنو، ان میں سب سے اچھے وہ ہیں جو مانگنے میں بھی اچھے ہیں اور ادا کرنے میں بھی اچھے ہیں اور بدترین وہ ہیں جو دونوں چیزوں میں برے ہیں۔ یاد رکھنا: غصہ ابن آدم کے دل میں چنگاری بن جاتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ غصے کے وقت آدمی کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور اس کے نتھنے بڑے ہو جاتے ہیں؟ اگر کوئی اپنے اندر یہ نشانیاں محسوس کرے تو اسے زمین سے چپکا دیا جائے۔“ (ترمذی)

یعنی وہ اپنی جگہ بیٹھ جائے، حرکت نہ کرے تاکہ معاملہ خراب نہ ہو۔ اس سے ذہانت اور شعور غائب ہو جاتا ہے اور انسان جذبوں کے جادو میں قید ہو جاتا ہے۔ پھر یہ معاملات نہیں سہمڑتے۔

مذکورہ بالا حدیث مردوں کی اقسام اور ان کے کارناموں اور عظمت اور اخلاق کی قدر کی وضاحت کرتی ہے۔ جہاں ضروری ہو، ایک وفادار اسے جھکا دیتا ہے۔ ناراض آدمی طرح طرح کی حماقتیں کرتا ہے۔ کبھی کبھی وہ اس کے لیے دروازہ فوری طور پر نہ کھلنے پر اسے گالی دیتا ہے۔ غصے میں وہ جو بھی مشین یا اس کا پرزہ اس کے ہاتھ میں ہو توڑ دیتا ہے اور اس جانور کو گالی دیتا ہے جو قابو میں نہیں آتا۔

ایک آدمی کی چادر ہوا سے اڑ گئی اور اس نے اس پر لعنت بھیجی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس پر لعنت نہ کرو، کیونکہ یہ اللہ کے حکم کی پابندی ہے اور اس کے اختیار میں ہے، جس نے ایسی چیز پر لعنت بھیجی جو اس کے لائق نہیں تھی تو اس پر لعنت لوٹ آتی ہے۔“ (ترمذی)

غصہ کی بہت سی برائیاں ہیں، اور ان کے نتائج زیادہ تباہ کن ہیں۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ غصے کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھنا قابل تعریف ضبط اور برداشت کی اعلیٰ طاقت کا ثبوت ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم کس کو طاقتور کہتے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا: ”جس کو کسی نے نہ گرایا وہ ہم میں سے مضبوط کہلاتا ہے۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”نہیں، سناگ وہ ہے جو غصے میں اپنے نفس پر قابو رکھے۔“ (مسلمان)

ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی: ”مجھے کوئی نصیحت فرمائیں، لیکن اتنی لمبی نہیں کہ میں بھول جاؤں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غصہ نہ کرو۔ (ملک)۔ اس سے بہتر اور مختصر جواب کیا ہو سکتا ہے؟

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ فرد اور گروہوں کو ہدایات اور تربیت دینے میں ان کے مزاج اور ماحول کو اہمیت دی۔ وہ موقع کے تقاضوں کے مطابق اپنی تقریر کو لمبا یا چھوٹا کرتے تھے۔

جوابلیت کے خاتمے کے لیے جو کوششیں کی گئیں ان کی دو بنیادیں تھیں: ایک علم کے خلاف جہالت اور دوسری رواداری کے خلاف۔ پہلی جہالت وہ

علم، فہم، وعظ اور نصیحت کی مدد سے بٹایا گیا، جبکہ دوسرا باغیانہ خواہشات کو دبائے اور فساد وغیرہ کو روکنے کے لیے بٹایا گیا۔ زمانہ جاہلیت کے عربوں کو اپنی جہالت اور بدکاری پر فخر تھا۔

جیسا کہ اس وقت کا ایک عرب شاعر کہتا ہے: "خبردار! کوئی بھی جہالت اور شرارت کا مظاہرہ نہ کرے۔
بعارے سامنے، ورنہ ہم سب سے زیادہ جاہل اور بدکار ثابت ہوں گے۔"

جب اسلام آیا تو اس نے احساس اور جذباتیت کی اس شدت کو دور کر دیا اور معاشرے میں عفو و درگزر کا رواج متعارف کرایا۔ اگر کوئی معاف نہ کر سکے تو اسے انصاف سے کام لینے کا حکم دیا گیا۔ یہ مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب غصہ اور غصہ کو عقل کے قابو میں رکھا جائے۔

بہت سے ایسے اقوال ہیں جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کو اس آئیڈیل کی طرف رہنمائی کرنے کی ہدایت دی ہے، یہاں تک کہ ظلم، جارحیت، غصہ اور غضب کے مظاہر کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ وہ چیزیں جو کسی گروہ کو متحد کرتی ہیں اور اس میں خلل، گالی وغیرہ کی اجازت نہیں دیتیں، اس اتحاد کو توڑنے والا ایجنٹ قرار دیا گیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کا جھگڑا اور لڑائی جھگڑا ہے۔
کفر۔" (بخاری)

آپ نے یہ بھی فرمایا: "جب دو مسلمان ملتے ہیں تو ان کے درمیان اللہ کی طرف سے ایک پردہ لٹکا دیا جاتا ہے، جب ان دونوں میں سے ایک دوسرے کو فحش باتیں کہتا ہے تو وہ اللہ کے اس پردے کو پھاڑ دیتا ہے۔" (بخاری)

ایک عرب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسلام کی تعلیم حاصل کرنے آیا۔ اس سے پہلے اس نے نہ نبی کو دیکھا تھا اور نہ ہی ان کے پیغام کے بارے میں معلوم تھا۔ ان کا نام جابر بن سلیم تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک آدمی کو دیکھا جس کی رائے کو لوگ نقل کرتے ہیں، اگر وہ کچھ کہتا ہے تو لوگ اسے دوسروں تک پہنچا دیتے ہیں۔

میں نے ان سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے عرض کیا: آپ پر سلام ہو یا رسول اللہ!
فرمایا: اس طرح سلام نہ کرو۔ یہ مرنے والوں کی سلامی ہے۔ بلکہ کہو تم پر سلامتی ہو۔"

وہ عرب کہتا ہے: میں نے پوچھا: کیا آپ اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے جواب دیا: میں اس بستی کا رسول ہوں جسے تم مصیبتوں میں پکارتے ہو، وہ تمہاری مصیبتوں کو دور کرتا ہے، اور اگر تمہیں قحط پڑ جائے اور تم اسے پکارو تو وہ تمہارے لیے گھاس اگانا ہے، اور اگر تم بجنر زمین میں پھاڑ کھو بیٹھو۔ پھر تم اسے پکارتے ہو اور وہ تمہاری سواری تمہیں واپس کر دیتا ہے۔" وہ کہتا ہے کہ میں نے اس سے کہا: "مجھے نصیحت کرو۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی کو گالی نہ دو۔ اس کے بعد میں نے کسی آزاد، غلام، اونٹ اور بکری کو گالی نہیں دی۔

پھر فرمایا: کسی نیکی کو معیوب نہ سمجھو، خواہ تمہارا بھائی تم سے مسکرا کر بات کرے۔
یہ بھی ایک نیک عمل ہے۔" پھر فرمایا: اگر کوئی تمہیں ملامت کرے اور تمہارے کسی عیب پر تمہیں شرمندہ کرے تو اسے اس کے کسی عیب پر شرمندہ نہ کرو کیونکہ اس کا یہ عمل اس کے لیے مصیبت کا باعث ہو گا۔" (ابو داؤد)

محمد (ص) کی بخشش

بہ (مسیحی اللہ بن علی پ وکوسلیم) نمکبردار اور ایک جھلک دینے کی اجازت دیتا ہے۔

خصوصیات

محمد ﷺ کی ایک اور خوبی یہ تھی کہ آپ نے ذاتی وجوہات کی بنا پر کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا اور ہمیشہ اپنے کٹر دشمنوں کو بھی معاف کر دیا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی سے اپنی طرف سے انتقام نہیں لیا، انہوں نے یہ بھی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے بودہ اور فحش نہیں تھے۔ اس کی تقریر میں نہ وہ گلیوں میں اونچی آواز میں بولتا تھا اور نہ ہی برائی کے بدلے برائی کا جواب دیتا تھا، بلکہ وہ معاف اور درگزر کرتا تھا، قریش کے لوگ اس کی سرزنش کرتے تھے، طعن و تشنیع کرتے تھے، اسے مارتے تھے اور گالی دیتے تھے۔
انہوں نے اسے قتل کرنے کی کوشش کی اور جب وہ مدینہ کی طرف بھاگا تو انہوں نے اس کے خلاف بہت سی جنگیں کیں پھر بھی جب وہ دس ہزار کے لشکر کے ساتھ فتح یاب ہو کر مکہ میں داخل ہوا تو اس نے کسی سے بدلہ نہیں لیا اس نے سب کو معاف کر دیا۔
یہاں تک کہ اس کا سب سے مہلک دشمن ابو سفیان جس نے بہت سی لڑائیاں لڑی اسے بھی معاف کر دیا گیا اور جو اس کے گھر میں رہا اسے بھی معاف کر دیا گیا۔

طائف کے قائدین، جنہوں نے بدمعاشوں کو اس پر پتھراؤ کرنے میں مشغول کیا جب وہ ان کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے اس بستی میں تشریف لے گئے، ان کو بھی معاف کر دیا گیا، مدینہ کے منافقین کے سردار عبداللہ بن عبی، محمد نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت کی دعا کی۔

قرآن نے اس واقعہ کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے: "اور (اے محمد) ان میں سے کسی کے لیے کبھی دعا نہ کرو

مرتا ہے، نہ اس کی قبر کے پاس کھڑا ہوتا ہے! انہوں نے خدا اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ بدکار تھے ہی مر گئے" عبداللہ بن ابوی نے ساری زندگی محمد اور اسلام ﷺ خلاف کام کیا اور اسے بدنام کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور اس کے مشن کو شکست دینے کی کوشش میں اس نے اپنے 300 حامیوں کو واپس بلا لیا۔ جنگ احد میں اور مسلمانوں کی کمر تقریباً توڑ دی تھی، اس نے پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور دشمنی کی کارروائیاں کیں، یہ وہی تھا جس نے اپنے اتحادیوں کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنام کرنے کا واقعہ پیش کیا۔ اپنی بیوی کے بارے میں

عائشہ

"دیکھو جو بہتان پھیلاتے ہیں وہ تم میں سے ایک گروہ ہیں جو تمہارے لیے برا نہیں سمجھتے، بلکہ یہ تمہارے لیے اچھا ہے ان میں سے ہر ایک کو اس کے گناہ کا بدلہ دیا جائے گا، اور اس کے لیے ان میں سے جس کا اس میں زیادہ حصہ ہے اس کے لیے بڑا عذاب ہے" (قرآن 24:11)

"ایک حبشی غلام جس نے جنگ احد میں محمد کے چچا حمزہ کو قتل کیا تھا اور فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کر کے اس کے پاس آیا تھا، اسے معاف کر دیا گیا تھا، ابو سفیان کی بیوی نے حمزہ کا سینہ کاٹ کر اس کا جگر اور دل پھاڑ دیا تھا۔ غزوہ احد میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر وہ خاموشی سے وہاں پہنچ گئی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہچان لیا لیکن کچھ نہیں کہا وہ آپ کی عظمت اور قدوقامت سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ کھڑے نہ ہو سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری نظر میں آپ سے زیادہ کوئی خیمہ ویران نہیں تھا لیکن آج کوئی خیمہ میری نظر میں اس سے زیادہ پیارا نہیں ہے۔ تمہاری آنکھیں"

ابو جہل کا بیٹا عکرمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا وہ فتح مکہ کے بعد بھاگا اور یمن چلا گیا اس کی بیوی نے اسلام قبول کیا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیکھ کر خوش ہوئے اور سلام کیا۔ الفاظ: "اے مہاجر سوار، خوش آمدید"

مکہ کے سرداروں میں سے ایک سفوان بن ارنیم بھی محمد اور اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا اس نے عمیر ابن وہب کو انعام کے وعدے کے ساتھ محمد کو قتل کرنے کے لیے بھجوا دیا جب مکہ فتح ہوا تو وہ جدہ کی طرف بھاگا اور وہاں جانے کی امید رکھتا تھا۔ یمن کے سمندری راستے سے عمیر بن وہب محمد کے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! سفوان بن امیہ اپنے قبیلے کا سردار ہے وہ خوف سے بھاگا ہے اور اپنے آپ کو سمندر میں پھینک دے گا۔ محمد سے درخواست کی کہ اسے دو ماہ کا وقت دیں تاکہ وہ سوچیں کہ اسے چار مہینے دیے گئے اور پھر وہ اپنی مرضی سے مسلمان ہو گئے۔

حجیر ابن الاسود محمد اور اسلام کا ایک اور دشمن تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی زینب کو شدید چوٹ پہنچائی تھی، وہ حاملہ تھیں اور ہجرت کر رہی تھیں۔ مدینہ مشرکین مکہ نے اس کی راہ میں رکاوٹ ڈالی اور حجیر بن الاسود نے جان بوجہ کر اسے اونٹ سے نیچے پھینک دیا وہ بری طرح زخمی تھی اور اس کا اسقاط حمل ہوا اس نے اور بھی بہت سے جرائم کیے تھے اور وہ فارس بھاگنا چاہتا تھا لیکن پھر وہ محمد کے پاس آیا۔ جس نے اسے معاف کر دیا

وہ سب کچھ معاف کرنے والا تھا اور اس کے خلاف کوئی بھی جرم یا جارحیت اتنی بڑی نہیں تھی کہ اس کی طرف سے معاف نہ کیا جا سکے، وہ عفو و درگزر کا مکمل نمونہ تھا، جیسا کہ قرآن کی درج ذیل آیت میں مذکور ہے:

(اے محمد ﷺ) عفو و درگزر کرتے رہو اور احسان کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کش رہو۔

[قرآن 7:199]

اس نے ہمیشہ برائی کو معافی اور حسن سلوک کی بھلائی سے دفع کیا، کیونکہ اس کی نظر میں زہر سے تریاق بہتر تھا، وہ مانتا تھا اور اس اصول پر عمل کرتا تھا کہ محبت نفرت کو ناکام بنا سکتی ہے اور معافی سے جارحیت پر فتح حاصل کی جا سکتی ہے۔ کے علم کے ساتھ لوگ

اسلام اور لوگوں کی حماقتوں اور برائیوں کو اپنے حسن سلوک اور معافی کے ساتھ علاج کے ساتھ اپنی عفو و درگزر سے لوگوں کو گناہ اور جرم کی غلامی سے نجات دلائی اور انہیں اسلام کا عظیم دوست بھی بنایا وہ قرآن کی درج ذیل آیت کی بالکل صحیح تصویر تھی۔ ایک:

"نیکی اور برائی یکساں نہیں ہوتیں برائی کو بہتر سے دور کرو پھر وہ جس کے اور تمہارے درمیان عداوت تھی وہ ایسا ہو جائے گا جیسے [وقدر آیتیک] بہاۃ:3:4 دوست ہو۔"

87©کاپی رائٹ ورچوئل یونیورسٹی آف پاکستان

ال برثعلیكم الیوم اذهبوا فانتم الطلقاء

آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ اپنے راستے پر چلیں، کیونکہ آپ آزاد ہیں۔

اُخ مُزوابن اُخ مُز

اچھے بھائی اور اچھے بھائی کا بیٹا

سنین اُو عسُنین ما عُلُت قال لَی صُخُت لم سبِیح ﴿١﴾ وَال لَی تُرْیَال قال اُنس وهللا لقد خدمته فُلُت اُلُک ﴿٢﴾

میں نے نو سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، مجھے معلوم نہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم نے یہ اور یہ کیوں کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر کبھی کوئی عیب نہیں پایا۔
(صحیح مسلم)

.....

علوم القرآن I -

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

ترجمہ: "یقیناً ہم نے ہی اس عظیم نصیحت کو قرآن نازل کیا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔"

اَلتَّقِ 5. لِيَا (التنزيل)

لغوی معنی معلوم ہوتے ہیں۔

چونکہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس لیے اسے ہم نام دیا گیا ہے۔ اَلتَّقِ اَلْمَ الشُّوْرٰی، (۲۶:۱۹۲)

اَلْمَ الشُّوْرٰی

ترجمہ: "اور بے شک ہم قرآن تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے" قرآن اپنے الفاظ و معانی کے مجموعہ کا نام ہے۔

آیات

قرآن مجید کے بنیادی طور پر دو اجزاء ہیں: آیات اور سورتیں۔

آیات: آیت کی جمع۔ ہم قرآنی سورت کے ایک مخصوص اور متعین حصے کا نام ہے اور ہم قرآن کی سب سے چھوٹی اکائی ہے۔

آیت کے لغوی معنی علامت، معجزہ، دلیل، سبق، عجیب چیز اور جماعت کے ہیں۔

اصطلاح میں آیت الفاظ کا مجموعہ ہے جس کی ابتدا اور انتہا دونوں ہوں اور ہے۔

ایک سورہ میں شامل ہے۔

قرآن میں ایک سورہ "باب" کے برابر ہے۔ قرآن مجید میں 114 سورتیں ہیں جن میں سے ہر ایک کو آیات (آیات) میں تقسیم کیا گیا ہے۔ سورتوں کی لمبائی مختلف ہوتی ہے، سب سے چھوٹی (الکوثر) میں صرف تین آیات ہیں اور سب سے لمبی (البقرہ) 286 آیات پر مشتمل ہے۔

سورتوں کی آیات کی ترتیب اور تعداد (سوار)

سورة سورة کی جمع ہے۔

سورہ کے لغوی معنی: عزت اور منزل، ٹکڑا، اونچی اور خوبصورت عمارت۔

فنی معنی: قرآنی آیات کے مستقل مجموعہ کو سورہ کہتے ہیں جس کا نقطہ آغاز اور ایک نقطہ اختتام ہو۔

مکی اور مدنی آیات کی قسمیں ہجرت مدینہ سے پہلے نازل ہونے والی سورتیں مکی ہیں اور ہجرت کے بعد نازل ہونے والی سورتیں مدنی ہیں۔

مکی اور مدنی آیات کی خصوصیات

علمائے تفسیر نے مکی کی مکمل تحقیق کرنے کے بعد اور

مدنی سورتیں، خصوصیات کا ایک مجموعہ لے کر آئی ہیں جو ہم بتاتی ہیں کہ آیا کوئی سورت مکی ہے۔

تعلیم کے ذرائع:

• حفظ (حافظہ)

• کتابت (تحریر)

• جماعۃ الدّٰوین (مقرر کردہ ترتیب کے مطابق تالیف)

قرآن ایک ساتھ نازل نہیں ہوا بلکہ 23 سال کے عرصے میں آپسٹم آپسٹم نازل ہوتا رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وحی لکھنے کی ذمہ داری دی۔ جب بھی قرآن کی کوئی آیت نازل ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے کتابوں کو بلا کر اس آیت کو تحریر فرماتے۔ قرآن میں نازل ہونے والی آیت کے مقام کے بارے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہنمائی فرماتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دوران قرآنی تالیف

چونکہ قرآن مجید ایک ہی وقت میں نازل نہیں ہوا تھا، اس کے برعکس اس کی مختلف آیات جب مناسب ہوتی تھیں نازل ہوتی تھیں، اس لیے اسے کتابی شکل میں لکھنا اور محفوظ کرنا شروع ہی سے ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ اسلام کے ابتدائی دور میں قرآن مجید کو محفوظ کرنے کے ایک ذریعہ کے طور پر یادداشت پر بہت زیادہ زور دیا گیا۔ جب ابتداء میں وحی آتی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے الفاظ کو فوراً دہراتے تھے تاکہ وہ اچھی طرح حفظ ہو جائیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ القیامۃ کی آیات کے ذریعے اسے ہدایت کی کہ وحی آتے ہی جلدی میں الفاظ نہ دہرائیں۔ اللہ تعالیٰ خود اسے ایک ایسی یاد سے نوازے گا کہ جب وہ وحی کا نزول مکمل ہو جائے گا تو وہ اس کے الفاظ کو فراموش نہیں کر سکے گا۔ تو یہ تھا کہ جس لمحے قرآنی آیات اس کے پاس آئیں، اگلے ہی لمحے اس کی یاد میں مصروف ہو جاتیں۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک قرآن مجید کا سب سے محفوظ ذخیرہ تھا جس میں کسی عام غلطی، تدوین یا ردوبدل کا بھی کوئی امکان نہیں تھا۔ مزید یہ کہ اضافی احتیاط کے طور پر وہ ہر سال رمضان کے مہینے میں جبرائیل علیہ السلام کے سامنے قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ اور جس سال وہ اس فانی دنیا سے رخصت ہوئے اس نے مکمل کیا - جبرائیل کے ساتھ دو بار قرآن کی تلاوت (دور) کا مجموعی جائزہ۔

سینکڑوں صحابہ کرام نے اپنے آپ کو دیگر تمام فکروں سے آزاد کرتے ہوئے اپنی پوری زندگی اس مقصد کے لیے وقف کر دی تھی۔ انہوں نے نہ صرف قرآن حفظ کیا بلکہ رات کی نمازوں میں اس کا اعادہ بھی کیا۔ جب کوئی مکہ مکرم سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آیا تو سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہم میں سے کسی انصار کے سپرد کر دیتے تاکہ وہ نئے آنے والے کو قرآن سکھا سکے۔ مسجد نبوی قرآن کے متعلمین اور اساتذہ کی پیدا کردہ آوازوں سے اس قدر بھری ہوئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی آوازیں نیچی رکھنے کو کہا تاکہ غلطیاں نہ ہوں۔

مختصر یہ کہ ابتدائی اسلام میں حفظ قرآن پر زیادہ زور دیا گیا کیونکہ اس وقت کے حالات کے پیش نظر یہی واحد محفوظ اور قابل اعتماد طریقہ تھا۔ وجہ یہ ہے کہ ان دنوں پڑھنے لکھنے والوں کی تعداد بہت محدود تھی۔ کتابوں کی اشاعت کے ذرائع جیسے پرنٹنگ پریس وغیرہ نہیں تھے۔ لہذا اس صورت حال میں اگر تحریر کو کافی سمجھا جاتا تو اس کا پھیلنا ممکن نہ ہوتا۔

قرآن وسیع پیمانے پر ہے اور نہ ہی اس کی حفاظت کے لیے۔ اس کی جگہ اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کو ایسی باتوں سے نوازا تھا کہ عام طور پر ہزاروں شعری سطریں ایک کے بعد ایک شخص کی یاد میں آرام کرتی تھیں۔ دیہاتی کے عام، بھاگتے والے اپنے نسب نامے اور اپنے خاندانوں کو دل سے یاد رکھیں گے، اور یقین حد تک یہاں تک کہ ان کے گھوڑوں کو بھی! لہذا حافظہ کی اس قوت کو قرآن مجید کی حفاظت اور حفاظت کے لیے خوب استعمال کیا گیا ناقابل اور اسی کے ذریعے سے قرآن کریم کی آیات اور ابواب عرب کے کونے کونے تک پہنچ گئے۔

وحی کی تحریر (وحی)

قرآن کو حفظ کے پابند رکھنے کے ساتھ ساتھ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو لکھنے کے لیے بھی خاص اہتمام کیا۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ان کے لیے وحی کے کلمات لکھتا تھا۔ جب وحی اس کے پاس آیا تو اسے گرمی سے جلتا ہوا محسوس ہوا کہ پسینے کے قطرے اس کے جسم پر گرنے لگیں گے جیسے جب یہ حالت اس سے دور ہو جائے گی تو میں کندھے کی ہڈی یا کسی چیز کا ٹکڑا لے کر اس کے سامنے پیش کروں گا۔ دوسری)۔ وہ ڈکٹیٹ کرتا رہتا اور میں لکھتا رہتا۔ جب میں لکھ کر فارغ ہوتا تو قرآن کی نقل کرنے کا سراسر وزن مجھے یہ احساس دلاتا کہ میری ٹانگ ٹوٹنے والی ہے اور میں کبھی چلنے کے قابل نہیں رہوں گا۔ بہر حال جب میں لکھ کر فارغ ہوتا تو کہتا: پڑھو۔ میں اسے واپس پڑھوں گا۔ اگر کوئی کوتاہی ہوتی تو اس کی اصلاح کر کے لوگوں کو بتاتے۔

چونکہ ان دنوں عرب میں کاغذ دستیاب نہیں تھا، اس لیے یہ قرآنی آیات زیادہ تر پتھر کے سلیب، پارچمنٹ، کھجور کی شاخوں، بانس کی اکائیوں پر لکھی جاتی تھیں۔ درخت کے پتے اور جانوروں کی ہڈیاں۔ تاہم، بعض اوقات، کاغذ کے ٹکڑے بھی استعمال کیے گئے ہیں۔

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں قرآن کریم کا ایک نسخہ موجود تھا جسے آپ نے اپنی نگرانی میں لکھنے کا پابند کیا تھا۔ اگرچہ، یہ رسمی طور پر تیار شدہ کتاب کے طور پر نہیں تھی، لیکن یہ یقینی طور پر دستیاب تحریری مواد کی مختلف اکائیوں کی شکل میں موجود تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ بعض صحابہ کرام کا یہ معمول بھی تھا کہ وہ قرآنی آیات کے نسخے بنا کر ذاتی حفظ کے لیے رکھتے تھے۔ یہ رواج اسلام کے ابتدائی دور سے ہی عام تھا۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے بہت پہلے ان کی بہن اور بہنوئی کے پاس قرآن کی آیات تھیں جو انہوں نے لکھ کر کتابی شکل میں رکھ دی تھیں۔

قرآنی تالیف: سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں

تاہم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بنائے گئے قرآن مجید کے تمام نسخوں کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ یا تو مختلف دستیاب سطحوں پر لکھی جاتی تھیں، مثلاً ایک آیت پارچمنٹ پر، دوسری درخت کے پتے پر۔ اور ایک ہڈی پر ایک اور یا وہ مکمل کاپیاں نہیں تھیں۔ اس کے آیات کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نگرانی میں لکھنے کا اہتمام فرمایا تھا وہ اب بھی صحابہ کرام کے ذریعہ پیش خدمت تحریری علاوہ جن تھیں۔

سیدنا زید نے ان کو جمع کیا تاکہ ان سے نیا نسخہ بنایا جائے۔

چنانچہ ایک اعلان عام کیا گیا کہ جس کے پاس قرآن کریم کی جتنی بھی آیات ہوں وہ سیدنا زید کے پاس لے آئیں۔ جب ان کے پاس کوئی تحریری آیت لاتا تو وہ مندرجہ ذیل چار طریقوں سے اس کی سند کی تصدیق کرتے تھے۔

(1) شروع کرنے کے لیے، اس نے اپنی یادداشت کے خلاف اس کی معتبریت کا تجربہ کیا۔

(2) پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی قرآن کے حافظ تھے اور جیسا کہ معتبر روایات سے ثابت ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی سیدنا زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس منصوبے پر کام کرنے کے لیے مقرر کیا۔ جب کوئی آیت لے کر آتا تو سیدنا زید اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما مل کر وصول کرتے تھے۔

(3) کوئی تحریری آیت اس وقت تک قبول نہیں کی گئی جب تک کہ دو ثقہ گواہوں نے اس بات کی گواہی نہ دی ہو کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں لکھی گئی تھی (الاتقان، 1/10)

(4) اس کے بعد ان آیات کو تحریری طور پر جمع کیا گیا جو مختلف صحابہ نے اپنے لیے تیار کیا تھا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم پر لکھنے کے پابند یہ فولیو ان کی زندگی میں ان کے پاس رہے۔ پھر وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے۔ کی شہادت کے بعد

سیدنا عمر نے انہیں ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی تحویل میں منتقل کر دیا۔ سیدنا حفصہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مروان بن الحکم نے ان کو جلا دیا تھا کیونکہ اس وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم کردہ قرآن کے نسخے تیار تھے اور اس پر امت کا اجماع ہو چکا تھا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ قرآن کے ان نسخوں کی پیروی، رسم الخط اور سورتوں کی ترتیب میں واجب تھی۔ مروان بن الحکم نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ جو نسخہ اس رسم الخط اور ترتیب کے خلاف ہو اسے باقی رہنے دیا جائے۔

قرآنی تالیف: سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں

جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اسلام عرب سے نکل کر بازنطیم اور ایران کے دور دراز علاقوں تک پہنچ چکا تھا۔ جیسے جیسے نئے علاقوں کے لوگ اسلام قبول کرتے ہیں، وہ قرآن مجید کو اسلام کے مجاہدین سے یا ان تاجروں سے سیکھیں گے جن کی وجہ سے انہیں اسلام کی نعمت ملی تھی۔ دوسری طرف آپ پڑھ چکے ہیں کہ قرآن مجید سات نسخوں پر مشتمل ہے جس میں مختلف قراءتیں ہیں اور مختلف صحابہ کرام نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور مختلف قراءتوں کے مطابق سیکھا تھا، اس لیے ہر صحابی نے قرآن پڑھایا۔ اور اپنے شاگردوں کو اس خاص قراءت کے مطابق جو انہوں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا۔

اس طریقے سے پڑھنے کا یہ فرق دور دراز کے ممالک تک پہنچ گیا۔ اس وقت تک کہ لوگ یہ جان چکے تھے کہ قرآن کریم سات حروف پر مشتمل نازل ہوا ہے اس فرق سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔ تاہم جب یہ فرق ان دور دراز ممالک تک پہنچا اور یہ حقیقت کہ قرآن مجید مختلف قراءتوں کو شامل کر کے نازل ہوا ہے وہاں پوری طرح سے عام نہیں ہوا تو لوگوں میں جھگڑے ہونے لگے۔ کچھ لوگوں نے اپنے پڑھنے کو صحیح اور دوسروں کے غلط ہونے پر اصرار کرنا شروع کر دیا۔

ایک طرف ان جھگڑوں سے یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ لوگ قرآن مجید کی تلاوت کو غلط قرار دینے کی سنگین غلطی کا شکار ہو جائیں گے۔ دوسری طرف پوری اسلامی دنیا میں ایسی کوئی معیاری نسخہ دستیاب نہیں تھی جو پوری امت کے لیے ریلینگ اتھارٹی بن سکے، سوائے اس کے کہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی تحریر کا ارتکاب مدینہ میں موجود تھا۔ چونکہ دیگر نسخے انفرادی طور پر لکھے گئے تھے، اور ان میں تمام قراءتوں کو شامل کرنے کا کوئی انتظام نہیں تھا، اس لیے ان تنازعات کو حل کرنے کا واحد قابل اعتماد طریقہ یہ تھا کہ وہ نسخے جن میں تمام جائز شامل ہوں، تمام اسلامی دنیا میں پھیل جائیں، اور پھر، ان کو دیکھ کر فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ کون سا پڑھنا درست ہے اور کون سا،

غلط. سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں یہ کارنامہ سرانجام دیا۔

چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور خطبہ دیا اور اس میں فرمایا: ”تم جو مدینہ میں میرے اتنے قریب رہتے ہو، اگر تم ایک دوسرے پر جھوٹ باندھ سکتے ہو اور قرأت کے سلسلے میں ایک دوسرے سے اختلاف کر سکتے ہو۔ قرآن کریم، یہ بالکل ظاہر ہے کہ جو لوگ مجھ سے دور ہیں وہ بہت بڑے پیمانے پر جھوٹ اور جھگڑے میں ملوث ہوں گے، اس لیے سب مل کر قرآن کا ایک نسخہ لے کر آئیں جس کے بعد

سب پر واجب ہو جاتا ہے۔“

اس کے پیش نظر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا اور ان سے درخواست کی کہ ان کے پاس قرآنی متن کے مبارک اوراق (جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم سے تیار کیے گئے تھے) ان کے پاس موجود تھے۔ اس کی تحویل میں۔ اس نے وعدہ کیا کہ کاپیاں بن جانے کے بعد اسے واپس کر دی جائیں گی۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے قرآن کے یہ صفحات سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجے، پھر آپ نے چار صحابہ کی ایک جماعت بنائی جس میں سیدنا زید بن ثابت، سیدنا عبداللہ بن زبیر، سیدنا سعید بن الزبیر رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

کہ اور سیدنا عبدالرحمن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ۔ اس گروہ کو یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ وہ سیدنا ابوبکرؓ کے قرآنی فولیو کے اصل سے متعدد نسخے تیار کرے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ سورتوں کو بھی ترتیب سے ترتیب دیا جائے۔ ان چار صحابہ میں سے سیدنا زید رضی جیسا عنہ انصاری تھے اور باقی تین قریش تھے۔ چنانچہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: جب آپ اور زید کے درمیان قرآن کے کسی حصے میں نسخے ہو (یعنی اس بات میں اختلاف ہو کہ کسی حرف کو کس طرح لکھا جائے) تو آپ اسے قرآن کی زبان میں لکھیں۔ قریش کیونکہ قرآن کریم ان اللہ اختلاف کی زبان میں نازل ہوا ہے۔

بنیادی طور پر یہ ڈیوٹی صرف چار معزز افراد کو سونپی گئی تھی جن کا نام اوپر دیا گیا ہے، لیکن

بعد میں؛ ان کی مدد کے لیے دوسرے صحابہ بھی ساتھ تھے۔ 4

انہوں نے قرآن کی تحریر کے سلسلے میں درج ذیل کام انجام دیے:

1. سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں جو نسخہ تیار کیا گیا تھا اس میں سورتوں کو ترتیب سے نہیں رکھا گیا تھا، بلکہ ہر سورہ کو الگ الگ لکھا گیا تھا۔ انہوں نے تمام سورتوں کو ان کی مناسب ترتیب میں ایک ہی نسخے میں لکھ دیا۔

2. قرآن مجید کی آیات کو اس طرح لکھا گیا تھا کہ ان تمام قراءتوں کو ان کے رسم الخط میں شامل کیا جا سکے جو بلا تعطل یکے بعد دیگرے حمایت یافتہ ہیں۔

3. اس وقت تک، پوری امت کی طرف سے مکمل، مستند معیاری اور اجتماعی طور پر تصدیق شدہ عظیم قرآن کا صرف ایک نسخہ موجود تھا۔ ان معزز افراد نے اس نئے منظم مصحف (قرآن کا نسخہ) کے ایک سے زائد نسخے تیار کئے۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سیدنا عثمان نے پانچ نسخوں کی تیاری مکمل کی تھی لیکن ابو حاتم سیجستانی

کہتے ہیں کہ کل سات کاپیاں تیار کی گئیں۔ ان میں سے ایک مکہ مکرمہ، ایک شام، ایک یمن، ایک بحرین، ایک بصرہ اور ایک کوفہ بھیجا گیا اور ایک مدینہ طیبہ میں محفوظ کر دیا گیا۔

4. مذکورہ بالا کام کو پورا کرنے کے لیے ان بزرگوں نے بنیادی طور پر قرآن کے ان صفحات سے کام لیا جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں لکھے گئے تھے۔ لیکن، اس کے ساتھ، اضافی احتیاط کے معاملے کے طور پر، انہوں نے بالکل وہی طریقہ اختیار کیا جو استعمال کیا گیا تھا۔

طسولا بمن لك علمي كني المتقن كذا بالمتن توسع ناسه اجمع كجرو رمضان الفه عنده اكم كرد اوامر كميده بها. جينا من جف ووطه نويله اليك بالمراد الهارم و ايعليس ومنسكوم لك كني كني في اير ماين كني جيبا ته

ایک اور اشتراک سے ہم نئی کاپیاں تیار کی گئیں۔ چنانچہ سیدنا زید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ دیگر لوگوں نے قرآن کے ان نسخوں میں اس وقت تک کوئی آیت نہیں لکھی جب تک کہ انہیں ان تحریری دستاویزات میں بھی نہ مل جائے۔ یوں تو حقیقت یہ تھی کہ دیگر آیات بھی متعدد صحابہ کے ساتھ الگ الگ لکھی ہوئی پائی گئیں، لیکن سیرۃ الایزاب کی یہ آیت سوائے سیدنا خدیم رضی اللہ عنہ کے کسی اور سے الگ لکھی ہوئی نہیں ملی۔

5. قرآن کے ان متعدد معیاری نسخوں کو تیار کرنے کے بعد، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام نسخے ذاتی طور پر مختلف صحابہ کرام کے پاس رکھے ہوئے تھے جلا دیے تاکہ قرآن کے تمام نسخے رسم الخط کے لحاظ سے یکساں ہو جائیں، قبول شدہ قراءتوں کو شامل کیا جائے۔ اور ابواب کی ترتیب، ان کے درمیان کسی فرق کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔

قرآن کریم کے منتخب متن کا مطالعہ دینی علم حاصل کرنے کی فضیلت

[illegible]

(قلعلا ۹۶: ۵.۱)

ترجمہ: (اے محبوب!) اللہ کے نام سے (شروع) پڑھو جس نے ہر چیز کو پیدا کیا (جس نے انسان کو لٹکے ہوئے مادہ سے پیدا کیا) جونک کی طرح ماں کے پیٹ سے چمٹا ہوا ہے۔ پڑھو، اور تمہارا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے انسان کو (پڑھنا لکھنا) سکھایا، جس نے (اس کے علاوہ) انسان کو وہ (سب) سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ یا جس نے بنی نوع انسان کو (بغیر کسی قلم کے برگزیدہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو وہ سارا علم عطا کیا جس سے وہ پہلے واقف نہ تھے۔

تشریح: انسان کی عزت اور شرافت اس کے علم میں ہے۔

یہ آیات انسان کی تخلیق کی ابتداء ایک لٹکتے ہوئے لوتھڑے سے ہونے کی اطلاع دیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم دے کر سرفراز کیا اور عزت بخشی اور یہ وہ شان ہے کہ باپ انسانیت حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر فضیلت دی گئی۔

٤ ٥ ٦ ٧ ٨ ٩ ١٠ ١١ ١٢ ١٣ ١٤ ١٥ ١٦ ١٧ ١٨ ١٩ ٢٠ ٢١ ٢٢ ٢٣ ٢٤ ٢٥ ٢٦ ٢٧ ٢٨ ٢٩ ٣٠ ٣١ ٣٢ ٣٣ ٣٤ ٣٥ ٣٦ ٣٧ ٣٨ ٣٩ ٤٠ ٤١ ٤٢ ٤٣ ٤٤ ٤٥ ٤٦ ٤٧ ٤٨ ٤٩ ٥٠ ٥١ ٥٢ ٥٣ ٥٤ ٥٥ ٥٦ ٥٧ ٥٨ ٥٩ ٦٠ ٦١ ٦٢ ٦٣ ٦٤ ٦٥ ٦٦ ٦٧ ٦٨ ٦٩ ٧٠ ٧١ ٧٢ ٧٣ ٧٤ ٧٥ ٧٦ ٧٧ ٧٨ ٧٩ ٨٠ ٨١ ٨٢ ٨٣ ٨٤ ٨٥ ٨٦ ٨٧ ٨٨ ٨٩ ٩٠ ٩١ ٩٢ ٩٣ ٩٤ ٩٥ ٩٦ ٩٧ ٩٨ ٩٩ ١٠٠

[illegible]

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (چیزوں) کے نام سکھائے، پھر فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا: اگر تم اپنے گمان میں سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ، فرشتوں نے عاجزی سے عرض کیا: تیری پاک ہے، تو پاک ہے ہر کمی سے پاک ہے۔ ہمارے پاس کوئی علم نہیں سوائے اس کے جو تو نے ہمیں سکھایا ہے۔ بے شک تو ہی سب کچھ جاننے والا، حکمت والا ہے۔

وضاحت:

وضاحت:

سب سے پہلے یہ ذکر کرنا چاہیے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ میں گئے تو ان کے ساتھ کوچ کرنا سب سے پہلے تمام مسلمانوں پر فرض تھا۔ تاہم ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ آیت اللہ کے حکم کی وضاحت کرتی ہے کہ عرب کے تمام محلوں میں جنگ میں حصہ لیا جائے کہ ہر قبیلے کا کم از کم ایک گروہ جہاد کے لیے نکلے۔ جو لوگ رسول کے ساتھ جاتے تھے وہ آپ پر نازل ہونے والی وحی کی ہدایات اور مطالعہ حاصل کرتے تھے اور جب وہ ان کے پاس واپس آتے تھے تو اپنے لوگوں کو اس جنگ سے آگاہ کرتے تھے۔ اس طرح وہ گروہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا وہ دونوں مقاصد (جہاد اور نبی سے وحی سیکھنا) حاصل کر لے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قبیلے یا محلے کے ایک گروہ کو دینی علم حاصل کرنا چاہیے یا جہاد کرنا چاہیے، کیونکہ اس صورت میں کم از کم ہر امت مسلمہ کے ایک حصے سے جہاد ضروری ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ ﴿٢١٧﴾
اور جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ان کے لیے بڑا اجر ہے۔ (سورہ آل عمران: ۲۱۷)

ترجمہ: اور (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے آپ سے پہلے (بھی) مردوں کو ہی بھیجا۔
ہم ان پر وحی بھیجتے تھے۔ پس (اے لوگو) اگر تم (خود) نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔

تشریح: کفار کا یہ اعتراف دور ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرح انسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے جن نبیوں کو بھیجا، وہ مانتے ہیں کہ وہ بھی انسان تھے۔ کیونکہ انسانوں کی رہنمائی حقیقی معنوں میں انسانی شکل میں ہی ممکن ہے۔ اگر کسی کو کسی چیز کا علم نہ ہو تو متعلقہ شعبے کے علماء سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔

لیکچر نمبر 18:

علوم القرآن - دوم

ادب النبی (ص) اور سماجی تعلیمات

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ
ہو! آدم الاصلیٰ ن آید
اللہ و اللہ اتقا
م الجرات، (۱: ۴۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! کسی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرنے ربو (ایسا نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرنے کے لیے کوئی بدتمیزی پیدا ہو جائے)۔ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

تشریح: اللہ اور اس کے رسول سے پہلے فیصلہ کرنے کی ممانعت؛ نبی کی تعظیم کا حکم

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے وفادار بندوں کو وہ اچھے اخلاق سکھاتا ہے جو انہیں رسول کے ساتھ ملحوظ رکھنے چاہئیں جو کہ عزت و احترام اور عزت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے سامنے فیصلے کرنے میں جلدی نہ کرو، بلکہ تمام معاملات میں اس کی پیروی کرو۔

مجلد میں نبوی کے آداب
ہو! آدم الاصلیٰ ن آید
اللہ و اللہ اتقا
م الجرات، (۱: ۴۹)

الجرات، (۳: ۲: ۴۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز سے بلند نہ کرو، اور (بھی) ان سے اتنی اونچی آواز میں بات نہ کرو جس طرح تم ایک دوسرے سے بات کرتے وقت اونچی آواز میں بات کرتے ہو (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے تمام اعمال (بشمول تمہارے ایمان) ضائع نہ ہوجائیں۔ اور تمہیں خبر تک نہیں ہے (کہ تمہارا ایمان اور تمام نیک کام برباد ہو چکے ہیں)۔ بے شک جو لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنی آواز کو انتہائی تعظیم اور تواضع سے پست رکھتے ہیں (یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے چن لیا ہے اور اخلاص سے بھرا ہوا ہے، ان کے لیے ہی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اے ایمان والو اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو)

اس میں ایک اور قسم کا سازگار رویہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو یہ تعلیم دے رہا ہے کہ وہ اپنی آواز کو نبی کی آواز سے بلند نہ کریں۔

پھر اللہ تعالیٰ رسول کے سامنے آواز کو پست کرنے کا حکم دیتا ہے اور اس بہتر طرز عمل کی ترغیب دیتا ہے، ہدایت دیتا ہے اور اس کی سفارش کرتا ہے۔ وہ مومنین جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا ہے اور انہیں تقویٰ کے لیے ٹھکانہ اور ٹھکانہ بنایا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ

ہو! آدم الاصلیٰ ن آید
اللہ و اللہ اتقا
م الجرات، (۱: ۴۹)

٥) بن ٤

ارح فغ رؤ

ابن سلا مفاکھا اسوئرٹبیز مثلا ۲۰۱۵: ۱۶۸-۱۷۱ اور ترجمہ عظیمیہ کے شکاڈجسٹوئلہ وادگا آبیجیو آ آپیکے اویاجرہ نمسنڈے بیسکایے کبایرسمے چہ کاتر تیر بیسے، اورن اگیروہ سے مبارک نکر تکیو (آپاسی تکی

کہ آپ ان کے پاس آ جائے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا، ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔

تشریح: مکانوں کے پیچھے سے نبی کو پکارنے والوں کو نصیحت کرنا

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان لوگوں کو نصیحت فرمائی، جیسے کہ غیر مہذب بدوی، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مکانوں کے پیچھے سے پکارتے تھے جو آپ کی ازواج مطہرات کی تھیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس سلسلے میں بہتر طرز عمل کا حکم دیتا ہے۔ اس سے انہیں دنیا اور آخرت کا بہتر فائدہ حاصل ہوتا۔ اللہ، جو تمام تعریفوں کے لائق ہے، پھر انہیں اس کی طرف توبہ کرنے کی ترغیب دیتا ہے:

[illegible]

أَلْحِرَاتُ، (٤ : ٤٩

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی سچائی کے بارے میں اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو (ایسا نہ ہو کہ) تم انجانے میں کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو اور بعد میں اپنے کبے پر ہشیمان ہو جاؤ۔

تشریح: شریر لوگوں کی طرف سے دی گئی خبروں کی معتبریت کی جہان بین کرنا

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان خبروں کی تحقیق کا حکم دیا جو گنہگار اور بدکار لاتے ہیں، تاکہ اس کی صداقت کو یقینی بنایا جاسکے۔ دوسری صورت میں، اگر منافق کی بات کو معمولی سمجھا جائے اور اس کی بنیاد پر فیصلہ کیا جائے، چاہے وہ اطلاع صحیح ہو یا نہ ہو، حکام گناہ گاروں کی قیادت کر رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فاسق و فاجر کا راستہ اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ **يَوْمَ لَوْ** **اِنْ اَنَّ** **اَنَّ**

[illegible]

الْجُرَات، (٧.٨ : ٤٩

ترجمہ: اور یاد رکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے درمیان ہیں۔ اگر اس نے اکثر معاملات میں آپ کی بات مان لی تو آپ سخت پریشانی میں پڑ جائیں گے۔ لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت سے نوازا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں سجا دیا ہے اور تمہیں کفر، نافرمانی اور گناہوں سے نفرت پیدا کر دی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دین کی راہ پر ثابت قدمی کے ساتھ چلتے ہیں۔ یہ اللہ کے فضل و کرم سے ہے (یعنی ان پڑھ رسول کا ظہور اور اس کا تمہارے درمیان ہونا) اور اللہ سب کچھ جاننے والا، حکمت والا ہے۔

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ بہتر ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں۔ اس لیے اس کی عزت و تکریم کرو، اس کے ساتھ شائستگی سے پیش آؤ اور اس کے حکم کی تعمیل کرو۔ کیونکہ وہ آپ کے فائدے کے بارے میں زیادہ جانتا ہے اور آپ سے زیادہ آپ کی فکر کرتا ہے۔ اس طرح کے معاملات میں اس کی رائے آپ کی رائے سے زیادہ مکمل ہے۔ پھر وہ واضح کرتا ہے کہ وہ نگرانِ میں کوٹاہ کرتے ہیں۔

104

اکیس لاکھ گنا استیٹیمائزل کر کے 2012ء IS.I- برائی برائی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے اسلام قبول کرنے اور اسے سمجھنے کے بعد جو نام جاہلیت

[illegible]

ترجمہ: اے ایمان والو! زیادہ تر قیاس آرائیوں سے گریز کریں۔ درحقیقت بعض گمان گناہ ہوتے ہیں (آخرت میں عذاب کا ذمہ دار) اور کسی کے نامعلوم معاملات یا رازوں کی جاسوسی نہ کریں) اور نہ ہی ایک دوسرے کی غیبت کریں۔ کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ توبہ کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

تشریح: "جاسوسی نہ کرو": لوگوں کے رازوں کو نہ ٹٹولنا: ان کے عیب اور کمزوریوں کو تلاش نہ کرو، ان کے حالات اور معاملات میں مت چھیڑو، خواہ یہ شک کی وجہ سے کیا گیا ہو، یا کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے۔ برے ارادے سے، یا اپنے تجسس کی تسکین کے لیے، شریعت نے ہر حال میں حرام قرار دیا ہے، کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے لوگوں کے پوشیدہ معاملات کی جاسوسی کرے، اور ان میں جھانکنے کی کوشش کرے۔ پردے کے پیچھے ان کے عیب اور ان کی کمزوریوں کا پتہ لگانا، اس میں دوسرے لوگوں کے پرائیویٹ خطوط پڑنا، پرائیویٹ گفتگو کو چپکے سے سننا، پڑوسی کے گھر میں جھانکنا اور دوسروں کی گھریلو زندگی یا نجی معاملات کے بارے میں مختلف طریقوں سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرنا بھی شامل ہے۔

یہ بہت بڑی ہے حیاتی ہے جو معاشرے میں سنگین فساد کا باعث بنتی ہے۔
اس جملے میں اللہ تعالیٰ نے غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دے کر اس کے مکروہ ہونے کا خیال دیا ہے۔
مردہ گوشت کھانا خود ہی مکروہ ہے۔ اور جب گوشت کسی جانور کا نہیں بلکہ انسان کا ہوتا ہے اور وہ بھی اپنے مردہ بھائی کا ہوتا ہے،
تو مکروہ فعل میں اضافہ ہو گا۔

[illegible]

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں (بڑے) گروہوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ یقیناً اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو اللہ سے سب سے زیادہ ڈرتا ہو۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

تشریح: اس آیت میں پوری بنی نوع انسان کو اس عظیم برائی کی اصلاح کے لیے مخاطب کیا گیا ہے جو ہمیشہ سے دنیا میں عالمگیر باعث بنتی رہی ہے، یعنی نسل، رنگ، زبان، ملک اور قومیت کے تعصبات۔ ان تعصبات کی وجہ سے ہر دور میں انسان عموماً کو ترک کرتا رہا ہے اور اپنے گرد کچھ چھوٹے دائرے بناتا رہا ہے اور ان دائروں میں پیدا ہونے والوں کو اپنا اور باہر والوں کو خلی انسانیت دوسرے مانتا رہا ہے۔

اسلام اور ایمان

تشریح: اسلمنا قولوا کا ایک اور ترجمہ ہو سکتا ہے۔ "کہہ دو کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔"

[illegible]

تشریح: ایسے بدوی دراصل اسلام قبول کر کے کہتے تھے کہ ہم آپ کے پاس فرمانبردار ہو کر اور اسلام قبول کر کے آئے ہیں اور آپ کو ہم سے جنگ نہیں کرنی پڑی۔ اور ان کا ارادہ تھا کہ اب ہماری طرف توجہ کریں اور خزانے میں سے کچھ ہمیں دیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا کہ ان سے کہو۔ اگر آپ نے اسلام قبول کیا ہے تو آپ اسے اپنے ذاتی مقاصد کے لیے لائے ہیں، ورنہ آپ کا بھی وہی انجام ہوتا جو دوسرے کافروں کا ہوا۔ اس اسلام کو لے کر تم نے میرا کیا بھلا کیا؟ بلکہ ہم تم پر اللہ کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں اسلام قبول کرنے کی توفیق بخشی اور تمہاری جان و مال مسلمانوں کے ہاتھ سے بچایا اور تمہیں مارا پیٹا نہیں گیا۔

غیب کا علم

وَاللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَهُوَ يَخْتَارُ ۚ (۸۱) اِنَّ اللّٰهَ اَوْ اَسْمٰتُ مَا يَدْعُوْنَ بِهِۦٓ اَسْمَآءُ الْاَلْحَادِ

ترجمہ: بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کے تمام غیب جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس پر خوب نظر رکھتا ہے۔ (الحجرات، (49:18) وضاحت: اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے، اللہ بندوں سے دور نہیں بلکہ ان سے قریب ہے، اللہ سے کسی کا عمل پوشیدہ نہیں ہے اور نہ کوئی اس سے باہر ہے۔ کنٹرول۔ دو فرشتے آپ کے ساتھ دائیں اور بائیں مقرر ہیں جو آپ جو کہتے ہیں اور جو کرتے ہیں اسے لکھتے ہیں۔

آداب النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ

وَاللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَهُوَ يَخْتَارُ ۚ (۸۱) اِنَّ اللّٰهَ اَوْ اَسْمٰتُ مَا يَدْعُوْنَ بِهِۦٓ اَسْمَآءُ الْاَلْحَادِ

ترجمہ: یہ (محترم) نبی مومنوں سے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب اور زیادہ حقدار ہے اور اس کی (پاک) بیویاں ان کی مائیں ہیں۔ اور خونی رشتوں کا ایک دوسرے پر (میراث کی تقسیم میں) اللہ کی کتاب میں (باقی) مومنوں اور مہاجرین سے زیادہ دعویٰ ہے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرنا چاہتے ہو۔ یہ حکم اللہ کی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

وضاحت:

سورة الاحزاب کے اہم موضوعات میں سے ایک مدینے میں پیغمبر کے مخالفین یعنی منافقین کی شرارتوں کی مذمت کرنا ہے۔ وہ نبی کے خاندان کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کے اعلیٰ مرتبے کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی سرزنش کی کہ نبی مومنین کے نزدیک اس قدر عزیز اور قریب ہیں کہ ان پر ان کی ذات سے زیادہ ان کا دعویٰ ہے۔ ان کی بیویوں کو اہل ایمان کی ماؤں کا درجہ دیا جاتا تھا اور ان سے نکاح کرنا نبی کی وفات کے بعد بھی حرام قرار دیا گیا تھا۔ اس طرح خاندان پیغمبر کو بدنام کرنے کی کوششیں بند ہو گئیں۔

اسوة حسنہ۔ سَوَاءٌ لَّكَ لَوْ كُنْتَ تَعْلَمُ ۚ (۲۱) اِنَّ اللّٰهَ اَوْ اَسْمٰتُ مَا يَدْعُوْنَ بِهِۦٓ اَسْمَآءُ الْاَلْحَادِ

ترجمہ: درحقیقت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پاکیزہ ذات میں آپ کے لیے ہر اس شخص کے لیے بہترین اور خوبصورت نمونہ (زندگی کا) موجود ہے جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اور اس کی تمنا رکھتا ہے۔ آخرت کے دن اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں۔

جس تناظر میں یہ آیت آئی ہے، اس کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ طرزِ زندگی کو نمونہ کے طور پر پیش کرنے کا مقصد ان لوگوں کو سبق سکھانا تھا، جو تشریح: اور ذاتی حفاظت کے خیال سے متاثر ہوئے تھے۔ خندق کی جنگ کا موقع۔ ان سے زندگی اور خود غرضی

مخاطب ہو کر گویا یہ کہا جا رہا ہے کہ: تم نے دعویٰ کیا کہ وہ مومن اور مسلمان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہیں۔ آپ کو دیکھنا چاہیے تھا کہ جس رسول کے پیروکار آپ نے اس موقع پر اپنے آپ پر عمل کرنے کا دعویٰ کیا تھا وہ کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

وَاللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَهُوَ يَخْتَارُ ۚ (۸۱) اِنَّ اللّٰهَ اَوْ اَسْمٰتُ مَا يَدْعُوْنَ بِهِۦٓ اَسْمَآءُ الْاَلْحَادِ

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں (سلسلہ انبیاء کو ختم کرنے والے)۔ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

تشریح: یہ ایک جملہ ان تمام اعتراضات کی جڑ ہے جو اس نکاح کے سلسلے میں مخالفین اٹھا رہے تھے۔ ان کا پہلا اعتراض یہ تھا کہ اس نے اپنی بی بیو سے شادی کی ہے، جب کہ اس کے اپنے قانون کے مطابق بیٹے کی بیوی باپ کے لیے حرام ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہا گیا کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ یعنی زید ان کا حقیقی بیٹا نہیں تھا اس لیے اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح کرنا ناجائز نہیں تھا۔ ان کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ اگر اس کا گود لیا ہوا بیٹا اس کا حقیقی بیٹا نہ ہو تب بھی یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ اپنی مطلقہ بیوی سے شادی کرتا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی تھے جنہوں نے ختم نبوت پر مہر ثبت کر دی اور یہ کہ آپ کے بعد کوئی اور نبی مبعوث نہیں کیا جائے گا اور نبوت کا ہر دعوے کرنے والا جھوٹا اور کافر ہے جن پر تمام مسائل حل ہو چکے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر آج تک مکمل اتفاق و اتفاق رہا ہے۔

درود و سلام کی اہمیت

ہُوَ الَّذِي يُسَبِّحُ اسْمَ رَبِّكَ فِي الْمَلٰٓئِكَةِ وَالْاَنۡبِيَآءِ (اللہ ہی ہے جو آپ کے نام کی تسبیح فرشتوں اور انبیاء میں کرتا ہے)

ترجمہ: بے شک اللہ اور (سب) اس کے فرشتے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! اس پر درود بھیجا کرو اور اس پر کثرت سے (اور جوش سے) سلام کرو۔

تشریح: "اللہ کا اپنے نبی پر درود بھیجنا" کا مطلب یہ ہے: اللہ اپنے نبی پر بہت مہربان ہے: وہ اس کی تعریف کرتا ہے، اس کے کام میں برکت دیتا ہے، اس کا نام بلند کرتا ہے اور اس پر اپنی رحمتیں نازل کرتا ہے۔

’فرشتوں کی برکت‘ کا مطلب ہے: ’’وہ نبیؐ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ آپ کو اعلیٰ درجات سے نوازے، آپ کے دین و شریعت کو ترقی دے اور آپ کو قیامی تعریف مقام پر فائز کرے۔ ‘‘

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ایک اسلامی عمل ہے، کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جائے تو اس کا تلفظ قابل تحسین ہے، اور خاص طور پر نماز میں پڑھنا سنت نبوی ہے، اس پر متفق ہیں۔ تمام علماء۔ اس پر بھی اجماع ہے کہ زندگی میں کم از کم ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا واضح حکم دیا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توبین کرنا۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ يُؤۡفِقُ اللّٰہُ فَاۡتٰہُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ یَشَآءُؕ وَیَاۡۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سَمِعُوۡا بِمَا لَفَیۡحَ السَّاعٰتِؕ وَیَاۡۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سَمِعُوۡا بِمَا لَفَیۡحَ السَّاعٰتِؕ

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اس نے ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تشریح: "اللہ کو ناراض کرنے" سے مراد دو چیزیں ہیں: (1) اللہ کی نافرمانی کی جائے، اس کے بارے میں کفر و شرک اور الحاد کا رویہ اختیار کیا جائے اور اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کیا جائے۔ اور (2) کہ اس کا رسول پریشان ہو کیونکہ جس طرح رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اسی طرح رسول کی مخالفت اور نافرمانی اللہ کی مخالفت اور نافرمانی ہے۔

مومنوں کو تکلیف دینا

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡفِقُ اللّٰہُ فَاۡتٰہُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ یَشَآءُؕ وَیَاۡۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سَمِعُوۡا بِمَا لَفَیۡحَ السَّاعٰتِؕ وَیَاۡۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سَمِعُوۡا بِمَا لَفَیۡحَ السَّاعٰتِؕ

ترجمہ: اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر کسی غلط کام کے ایذا دیتے ہیں، وہ یقیناً جھوٹے الزام اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

وضاحت:

کسی مسلمان کو بغیر کسی صحیح اسلامی شرعی جواز کے تکلیف دینا یا تکلیف پہنچانا حرام ہے (حرام)

یہ آیت غیبت کی تعریف کا تعین کرتی ہے۔ یہ ہے کہ کسی شخص پر کوئی ایسا عیب لگانا جو اس میں نہیں ہے، یا ایسی غلطی جو اس نے نہیں کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ ابو داؤد اور ترمذی کے مطابق جب ان سے پوچھا گیا کہ غیبت کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا: اپنے بھائی کا تذکرہ اس طرح کرنا ہے کہ اس کی توہین ہو۔

سوال کرنے والے نے کہا: اور اگر میرے بھائی میں عیب ہے تو؟ ایسا فعل نہ صرف ایک اخلاقی گناہ ہے جس کی آخرت میں سزا ہوگی بلکہ یہ آیت اس بات کا بھی تقاضا کرتی ہے کہ اسلامی ریاست کے قانون میں بھی جھوٹے الزام کو قابلِ جرم قرار دیا جائے۔

سماجی آداب جاہلانہ رویے سے پرہیز کریں

[illegible]

پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ کہا: "سلامتی"۔

تشریح: یعنی! "وہ ظالموں اور فسادیوں کی طرح تکبر اور تکبر سے نہیں چلتے، لیکن ان کی "چل" ایک شریف، صحیح سوچ اور نیک طبیعت کی ہوتی ہے۔" "عاجزی سے چلتا" کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی کمزور یا بیمار کی طرح چلتا، اور نہ ہی اس سے مراد کسی منافق کی چال ہے جو عاجزی یا خوف خدا ظاہر کرنے کے لیے دکھاوے کے ساتھ چلتا ہے۔ روایات کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تیز قدموں سے چلتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "عاجزی قدم" ایک شریف اور شریف انسان کا فطری قدم ہے نہ کہ ایسی چال جس سے کمزوری اور بے جا عاجزی ظاہر ہو۔

[illegible]

ترجمہ: اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو اپنی راتیں اپنے رب کے سامنے سجدہ اور کھڑے ہونے میں گزارتے ہیں۔ اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو اللہ کے حضور ہر وقت دعا کرتے ہیں (اے ہمارے رب ہم سے عذاب جہنم کو دور کر دے۔

یقیناً اس کا عذاب سب سے زیادہ نقصان دہ (اور ہمیشہ رہنے والا) ہے۔ یقیناً وہ برا ٹھکانہ ہے (عارضی رہنے والوں کے لیے) اور برا ٹھکانہ (مستقل رہنے والوں کے لیے)۔

تشریح: اللہ کے سچے بندے اپنی راتیں اس کی عبادت اور یاد میں گزارتے ہیں جس قدر ان سے ہو سکتا ہے۔ وہ اپنی راتیں نہ تو تفریح اور خوشامد میں گزارتے ہیں، نہ چم میگوئیوں اور قصے کہانیوں میں اور نہ بڑے کاموں میں، کیونکہ یہ جاہلوں کے طریقے ہیں۔ ان کی یہ خصوصیت قرآن میں متعدد مقامات پر واضح طور پر بیان کی گئی ہے، اس طرح: "ان کی پیٹھ اپنے بستروں کو چھوڑ دیتی ہے اور وہ خوف اور امید کے ساتھ اپنے رب کو پکارتے ہیں۔" (السجدہ: 61)۔

”یہ لوگ (جنت والے) رات کو بہت کم سوتے تھے اور صبح کے وقت اپنی مغفرت کی دعا کرتے تھے۔“ (الزیریات: 17، 18)

اعتدال پسند رہنا

اَوَلَاذِنْ ۝ فَتَوَلَّىٰ وَفَرَغَ مِنْهُ ۝ وَتَوَلَّىٰ وَفَرَغَ مِنْهُ ۝ وَتَوَلَّىٰ وَفَرَغَ مِنْهُ ۝
وَبَقِيَ الْفَرَقَانُ (٢٥:٦٧) اَوَلَاذِنْ ۝ فَتَوَلَّىٰ وَفَرَغَ مِنْهُ ۝ وَتَوَلَّىٰ وَفَرَغَ مِنْهُ ۝ وَتَوَلَّىٰ وَفَرَغَ مِنْهُ ۝

ترجمہ: اور (ہم) وہ لوگ ہیں جو خرچ کرتے وقت نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل کرتے ہیں۔ اور ان کا خرچ (اس کی بنیاد پر) دو انتہاؤں (اسراف اور کنجوسی) کے درمیان توازن ہے۔

وضاحت:

اللہ کے سچے بندے اپنا مال خرچ کرنے میں دو انتہاؤں کے درمیان ’’سنہری معنی‘‘ کو اپناتے ہیں۔ وہ پیسے بچانے اور جمع کرنے کے لیے نہ تو ہوشیاری اور ضرورت سے آگے بڑھتے ہیں اور نہ ہی نامساعد حالات میں ریتے ہیں بلکہ کم خرچ ہوتے ہیں۔ اسلام کے نزدیک اسراف یہ ہے: (1) معمولی سی رقم کو بھی ناجائز طریقوں سے خرچ کرنا۔

(2) حلال طریقوں سے بھی اپنے وسائل سے بڑھ کر خرچ کرنا یا اپنی خوشی کے لیے مال خرچ کرنا۔

(3) اللہ کی رضا کے لیے نہیں بلکہ محض دکھاوے کے لیے مال کو نیک طریقوں سے خرچ کرنا۔ دوسری طرف اگر کوئی شخص اپنی ضرورتوں اور اپنے اہل و عیال کے لیے اپنے وسائل اور مقام کے مطابق خرچ نہ کرے یا نیک کاموں کے لیے رقم خرچ نہ کرے تو وہ کنجوس ہے۔ اسلام نے جو طریقہ سکھایا ہے وہ دو انتہاؤں کے درمیان سنہری وسیلہ ہے۔

لیکچر نمبر: 19

علوم القرآن - سوم

گناہوں سے اجتناب اُتَام اَلْقِ
 کبیرہ
 اَللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ قَدْ مَّ عَیْنِ
 و
 اَمَّا ذَا الْحَدِثِ فَاِنَّ النَّافِ ! نَزِیْہِ
 اَللّٰہُ

(ناقر فلا ۶۸:۲۵)

ترجمہ: اور ہم وہ لوگ ہیں جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ اس جان کو قتل کرتے ہیں جس کا قتل اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور نہ ہی وہ زنا کرتے ہیں۔ اور جو ایسا کرے گا اسے گناہ کی سزا ملے گی۔

تشریح: سچے بندے تین کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں: شرک، قتل اور زنا۔ جہاں تک سچے بندوں کی فضیلت میں شرک سے اجتناب کو شامل کرنے کا تعلق ہے تو کوئی پوچھ سکتا ہے کہ اس کو ان کافروں کے سامنے کیوں فضیلت کے طور پر پیش کیا جائے جو شرک کو برا نہیں سمجھتے تھے۔

توبہ -
 اَللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اَمَّا ذَا الْحَدِثِ فَاِنَّ النَّافِ ! نَزِیْہِ
 و
 اَمَّا ذَا الْحَدِثِ فَاِنَّ النَّافِ ! نَزِیْہِ
 اَللّٰہُ

نہیں: ان لوگوں کا عذاب ہو گا، بلکہ بار بار ہوتا رہے گا۔ اور (2) جو شخص کفر، شرک اور الحاد کے علاوہ

تشریح: اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں: (1) اس کا عذاب کبھی ختم نہیں ہو گا، بلکہ بار بار ہوتا رہے گا۔ اور (2) جو شخص کفر، شرک اور الحاد کے علاوہ قتل، زنا اور دیگر گناہوں کا ارتکاب کرے گا، اسے بغاوت اور ایک دوسرے کے گناہ کی الگ الگ سزا ملے گی۔

دوسری جانب توبہ کر کے اپنی اصلاح کرنے والوں کے لیے خوشخبری ہے کہ انہیں "عام معافی" کا فائدہ ہوگا۔ ہم ان لوگوں کے لیے اجر ہے جو اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور آئندہ اچھے کام کریں گے۔ اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔

جھوٹ اور بڑائی سے بچو
 اَللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اَمَّا ذَا الْحَدِثِ فَاِنَّ النَّافِ ! نَزِیْہِ
 و
 اَمَّا ذَا الْحَدِثِ فَاِنَّ النَّافِ ! نَزِیْہِ
 اَللّٰہُ

(ناقر فلا ۷۱، ۷۲:۲۵)

ترجمہ: اور جس نے توبہ کی اور نیک عمل کیا تو وہ اللہ کی طرف لوٹتا ہے (جس طرح) لوٹنا واجب ہے۔ اور ہم وہ لوگ ہیں جو جھوٹی اور جھوٹی باتوں میں (زبانی اور عملی طور پر) حاضر نہیں ہوتے اور جب برے کاموں سے گزرتے ہیں تو (احتیاط کے ساتھ) باوقار لوگوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔

تشریح: اس کے دو معنی ہیں: (1) جب وہ سچے دل سے توبہ کر لے گا تو وہ اللہ کے لیے ایمان اور اطاعت کی نئی زندگی شروع کرے گا اور اس کے فضل و نصرت سے برے کاموں کے بجائے اچھے کام کرنے لگے گا جو وہ پہلے کرتا تھا۔ کفر کی زندگی، اور اس کے برے اعمال اچھے اعمال سے بدل جائیں گے۔ اور (2) نہ صرف اس کے ماضی کے برے اعمال لکھے جائیں گے بلکہ اس کے اعمال نامے میں یہ بھی لکھا جائے گا کہ وہ وہ بندہ تھا جس نے اپنے رب سے بغاوت ترک کر کے اس کی اطاعت کا راستہ اختیار کیا۔

[illegible]

ترجمہ: اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں ان کے رب کی آیات سے ہدایت اور رہنمائی ملتی ہے تو ان پر بہرے اور اندھے نہیں پوتے (بلکہ ان پر غور کرنے ہیں)۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے حضور عرض کرتے ہیں (اے ہمارے رب ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد میں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

تشریح: اللہ کے سچے بندے جب ان کو نصیحت کے لیے پڑھ کر سناٹے جاتے ہیں تو اللہ کی آیات کے ساتھ اندھوں اور بہروں کی طرح پرتاؤ نہیں کرتے۔ وہ اپنی تعلیمات اور پیغام کی طرف کان نہیں لگاتے اور جان بوجھ کر ان نشانہوں کی طرف آنکھیں بند نہیں کرتے جن کا مشاہدہ کرنے کے لئے ان سے کہا جاتا ہے، بلکہ ان سے دل کی گہرائیوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ وہ ان پر عمل کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے اور جو منع کیا گیا ہے اس سے باز آتے ہیں۔

بندگی کا ثواب
اِسے اُص
ص
وہ ف بہ
سالم
قلین
نسا ح
م ٹس
و م المق
زق

نوٹ
ڈیفنڈ
وا و
ایک

(ناقرفلا ٧٥، ٧٦: ٢٥)

ترجمہ: انہیں ان کے صبر و استقامت کے بدلے (جنت میں) بلند و بالا محلات سے نوازا جائے گا اور وہاں ان کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ (جنت کے بلند محلات) بہترین ٹھکانے اور (مہذب) ٹھکانے ہیں۔

تشریح: یہاں صبر کا لفظ اپنے جامع معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ سچے بندوں نے دلیری سے حق کے دشمنوں کے ظلم و ستم کو برداشت کیا۔ وہ زمین میں اللہ کی راہ کو قائم کرنے کے لیے اپنی جدوجہد میں ثابت قدم رہے۔ انہوں نے دنیاوی نقصانات اور محرومیوں کی پرواہ کیے بغیر اللہ کی طرف سے دیے گئے اپنے فرائض کو خلوص نیت اور آنسو بہائے ادا کیا۔ اور انہوں نے شیطان کی طرف سے منعقد کی گئی تمام آزمائشوں اور جسمانی خواہشات کا مقابلہ کیا۔

بندگی کا مقصد الغرقان 77:25 ترجمہ: کہہ دو کہ اگر تم اس کی عبادت نہیں کرتے تو میرا رب تمہاری پرواہ نہیں کرنا، لیکن تم نے یقیناً اس کا انکار کیا۔

نظر میں تمہاری کوئی قدر و قیمت نہیں رہے گی، اور وہ تمہاری کوئی پرواہ نہیں کرے گا کیونکہ وہ تمہاری مدد کا محتاج نہیں ہے، یہ تمہارے اپنے لیے ہے۔ اس لیے کہ اس نے تمہیں اس سے پکارنے کا موقع دیا ہے تاکہ وہ تم پر رحم کرے، ورنہ تم میں اور باقی مخلوق میں کوئی فرق نہیں ہے۔"

وفادار کی خصوصیات

(املو يا ماذنونا، ﴿٢٠﴾) لَحْ دُقْ أَفْ

یقیناً اہل ایمان اپنا مقصد پا چکے ہیں۔ جنہوں

نے حقیقی کامیابی حاصل کی، وہ ہیں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو قبول کیا، اور انہیں اپنا رہنما ترجمہ: "مومن"،

تسلیم کیا اور ان کے بتائے ہوئے طرز زندگی پر عمل کیا۔

الاذنين المقيص عون م خايش 3- ع ع ع

117

اہمیت کو خود رسول اللہ ﷺ بھی متاثر فرماتے تھے۔

تشریح: "بہترین راستہ" وہ ہو گا جس کی بنیاد ہے غرضی، نیک نیت اور

متعلقہ یتیم کی بہبود، اور جو خدا یا انسان کی نظر میں قابل اعتراض نہ ہو۔ ©کاپی رائٹ ورچوئل یونیورسٹی آف پاکستان

122

لیکچر نمبر: 20

علوم الحدیث I -

حدیث: تعارف، تعریفیں اور اقسام حدیث کا تعارف حدیث کا لغوی معنی عربی لفظ حدیث کے لغوی معنی ہیں "خبر کی چیز"، "گفتگو"، "ایک کہانی"، "ایک کہانی"، "ایک رپورٹ"۔ (r) یہ رپورٹ تاریخی یا افسانوی، صحیح یا غلط ہو سکتی ہے جبے وہ حال سے متعلق ہو یا ماضی سے ۔

یہاں قرآن سے ایک مثال ہے:

قرآن میں لفظ 'حدیث' کا استعمال:

مذہبی ابلاغ، پیغام، یا قرآن:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَأْتِ الْكُتُبَ الْوَحْيَ ۚ وَتُؤْمِنُ ۚ 6

کیا آپ تک موسیٰ کی حدیث پہنچی ہے؟

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ لفظ قرآن میں کہانی، ابلاغ اور پیغام وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

تاہم، صدوۃ اور زکوۃ کی طرح لفظ حدیث کو بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر، افعال، خاموش منظوری اور ابلاغ کے لیے تکنیکی اصطلاح کے طور پر اختیار کیا گیا ہے۔

حدیث کا فنی مفہوم

7

ما اذیف علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قول و فعل و تقریر و وصف خلقی اور خلقی

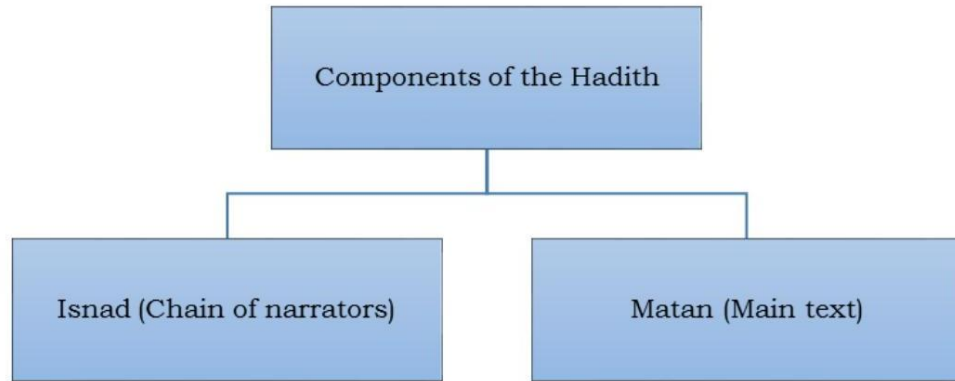
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل، خاموشی سے منظوری اور طرز عمل کو حدیث کہتے ہیں۔“

5 ابن منظور، العریقی، لسان العرب، ج2، ص131 قرآن، طم: 90 7تدریب

6 الراوی، ص32۔

احادیث کے اجزاء

حدیث، عام طور پر، دو بنیادی اجزاء پر مشتمل ہے:



ہر حدیث کے دو اہم اجزاء ہوتے ہیں:

اسناد (سلسلہ راویوں) - یہ راویوں کا سلسلہ ہے جس کے ذریعے حدیث روایت کی جاتی ہے۔
 متان (مواد) - یہ حدیث کا مرکزی متن ہے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کردہ تقریر ہے۔

احادیث کی اقسام

احادیث کی ان کے مواد، ترسیل اور سند کے اعتبار سے مختلف قسمیں ہیں۔ چند اہم اقسام درج ذیل ہیں:

حدیث قدسی: یعنی "الْهٰی"۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے براہ راست اللہ تعالیٰ سے روایت کی تھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے صحابہ تک پہنچایا۔
 حدیث نبوی: وہ حدیث جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے صحابہ نے براہ راست نقل کی ہو۔
 صحیح: صحیح حدیث وہ حدیث ہے جس کی سند مسلسل مربوط ہوتی ہے۔
 1- ایک سیدھے اور درست شخص کا دوسرے سے اس کے خاتمے تک منتقل ہونا۔
 وہ حدیث جس میں سند کی پانچ شرطیں پائی جاتی ہوں اسے صحیح کہا جاتا ہے: 1- اس کا سلسلہ منقطع ہونا چاہیے، یعنی ہر راوی کو اسے فوری راوی سے براہ راست لینا چاہیے۔

2- ہر راوی کو عادل ہونا چاہیے، کبیرہ گناہوں سے بچنا چاہیے، چھوٹے پر اصرار نہیں کرنا چاہیے۔

گناہوں کا، وہ اچھی فطرت اور اخلاق کا ہونا چاہیے۔

3- اسے کامل نظم و ضبط ہونا چاہیے۔ وہ حدیث کو تحریر کے ذریعے محفوظ کرے یا

حفظ کرو اور اسے آگے بڑھاؤ۔

4- وہ حدیث نایاب نہ ہو۔

5- راوی کو اپنے اسلاف کے خلاف برا کلام نہیں کرنا چاہیے۔

حسن (منصفانہ): منصفانہ وہ حدیث ہے جس کا مآخذ معلوم ہو اور اس کے نقل کرنے والے مشہور ہوں۔ 9- ایسا حدیث جس کے راوی کسی صحیح حدیث کے راویوں کے مقابلے میں "تھوڑے زیادہ مضطرب" ہوں، باقی شرائط یہ ہیں۔ ایسا ہی۔

ضعیف (ضعیف): لسانی اعتبار سے ضعیف کا مطلب "ضعیف" ہے، جبکہ تکنیکی طور پر اس سے مراد حسن کے معیار سے نیچے والی روایت ہے۔ یہ وہ حدیث ہے جس میں صحیح کی پانچ شرائط میں سے کوئی ایک یا زیادہ شرائط پوری نہیں ہوئی ہیں۔

مودود (من گھڑت): وہ حدیث جس کے راوی نے کسی موقع پر حدیث کے بارے میں جھوٹ بولا ہو، ایسے راوی کی ہر روایت کو من گھڑت کہا جاتا ہے۔ 10- اگر راوی میں عیب یہ ہو کہ

8 ابن الصلاح، مقدمہ ص. 5.

9 ابید، ص. 17.

10 اصول الحدیث: حدیث کے طریقہ کار کی تشخیص، ص. 102.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتے ہیں، اس کی احادیث کو مودو کے طور پر درجہ بندی کیا گیا ہے۔

تکنیکی طور پر، مودو کی روایت بالکل بھی حدیث نہیں ہے، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب جھوٹ ہے۔ اسے علامتی طور پر حدیث کہا جاتا ہے۔

عربی لغت میں حدیث اور سنت سنت کی اہمیت اور قانونی اتھارٹی عربی لغت کے مطابق سنت کا مطلب طریقہ، طریقہ، طریقہ، طرز عمل، اصول یا طرز زندگی ہے۔ 11قرآن میں لفظ 'سنت' کا استعمال ایک

لفظ سنت اور اس کی جمع "سنن" قرآن میں قاعدہ، قانون یا طرز عمل کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ 12مثال کے طور پر:

13

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلِّمْ
ثم لا تدعوا

سنت کا مطلب ہے طرز زندگی، اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا طریقہ ہے، حدیث سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، اعمال، اعمال اور خاموش رضامندی کا بیان ہے۔ (۔ یہ دونوں اصطلاحات تقریباً ایک کے ساتھ استعمال ہوتی تھیں، حالانکہ ان میں تھوڑا سا فرق ہے۔ کیونکہ ایک حدیث میں کوئی سنت نہیں ہو سکتی یا ایک حدیث میں ایک اور دوسرے سے زیادہ سنتیں ہو سکتی ہیں۔

حدیث و سنت کی اہمیت

احادیث مرتب کرنے کا یہ محنت طلب کام کیوں کیا گیا؟

بہت سے بڑے حکمران اور رہنما گزرے ہیں لیکن ان سے منسوب صحیح اور غلط بیانات میں فرق کرنے کے لیے اس قسم کی کوئی چیز تیار نہیں کی گئی۔ اس سوال کا جواب سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا منفرد مقام ہے جس نے اس کا مطالبہ کیا ہے۔

دیکھ بھال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون سازی کے اختیارات پر قرآن

علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کا اختیار تمام مسلمانوں پر لازم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار صرف قرآن کے بعد آتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار کمیونٹی کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک صاحب اختیار کے طور پر قبول کرنے سے حاصل نہیں ہوتا۔

اس کے اختیار کا اظہار رضائے الٰہی سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے مقام کو اس طرح بیان کرتا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كَمْ لَكُمْ لَسْتُمْ قُلُوبًا غَافِلِينَ﴾

14 ﴿لَا يَرْفَعُ رُجُوكَ شَيْءٌ وَلَا يَصْلَحُ لَكَ بِشَيْءٍ رِجَالٌ غَافِلِينَ﴾
اور

پس اے محبوب (آپ کے رب کی قسم، وہ اس وقت تک سچے مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپس میں پیدا ہونے والے ہر جھگڑے میں آپ کو منصف نہ بنائیں، اور اس کے بعد آپ کے فیصلے کے خلاف اپنے دلوں میں کوئی ناراضگی محسوس نہ کریں، اور (اپنے فیصلے پر) خوشی کے ساتھ، پوری تسلیم کے ساتھ۔"

15

﴿لَا يَرْفَعُ رُجُوكَ شَيْءٌ وَلَا يَصْلَحُ لَكَ بِشَيْءٍ رِجَالٌ غَافِلِينَ﴾

¹¹ لسان العرب، جلد 4، صفحہ 1438 قرآن کی لغت اور لغت، صفحہ 72-73

¹² قرآن الفتح، 48:23 قرآن النساء، 4:65

¹³

¹⁴

¹⁵

126

16 قرآن، الامر، 3:31

17 صحيح مسلم، 1679

18 سنن ابوداؤد، © 3050 کاپی رائٹ ورچوئل یونیورسٹی آف پاکستان

128

19 صحیح مسلم ، 1337
20 جامع ترمذی ، 1030
21 الاعراف ، 08:157
22 سنن ابوداؤد ، © 2894 کاپی رائٹ ورچوئل یونیورسٹی آف پاکستان

© کاپی رائٹ ورچوئل یونیورسٹی آف پاکستان 130

سنن النسائي، 1434 23

لعيلكهم والنمبيلر 21- دوم

تاریخ اور تالیف حدیث
حدیث اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ہدایت کا دوسرا بڑا ذریعہ ہے۔ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام قرآن و سنت میں موجود ہیں، ان ماخذ کو اہل ایمان نے بڑی احتیاط اور ہوش کے ساتھ مرتب کیا ہے اور احادیث کی تالیف کی تاریخ کو عموماً 14 دوار میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل کے طور پر ذکر کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سنت کے ذریعے اللہ کے احکام سکھاتے تھے۔ انہوں نے صحابہ کرام کو ان کی تعلیمات سیکھنے اور یاد کرنے کی تلقین کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے الفاظ کو تین بار دہراتے تھے تاکہ ان کے لیے سیکھنے میں آسانی ہو۔ 24 آپ نے صحابہ سے یہ بھی پوچھا کہ آپ نے کیا سیکھا ہے۔ صحابہ کرام کا معمول تھا کہ وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں احادیث لکھتے تھے۔ کچھ مثالیں درج ذیل ہیں:

(1) عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ہر وہ چیز لکھتا تھا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ میں نے (اس سے) اس کو حفظ کرنے کا ارادہ کیا۔ قریش نے مجھے منع کیا اور کہا کہ کیا تم ہر وہ چیز لکھتے ہو جو تم ان سے سنتے ہو، حالانکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بشر ہیں، وہ غصے اور خوشی میں بولتے ہیں؟^{۱۱۶} اس لیے میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور اس کا ذکر لوگوں سے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی سے منہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: لکھو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس سے حق نکلتا ہے۔

(2) حضرت ابوبریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ خطبہ سننے کے بعد ایک یعنی شخص ابو شاہ آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میرے لیے لکھ دیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

27

شاه
ہو اے

ابو شاہ کے لیے لکھ دو۔

(3) حضرت ابوبریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھ کر آپ کی احادیث سنتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آپ سے احادیث سنتا ہوں لیکن یاد نہیں رکھتا۔ کیا:

28

ابن م. انس ع
طالغ

"اپنے دائیں ہاتھ سے مدد حاصل کریں اور اس کا اشارہ اپنے ہاتھ سے لکھنے کی طرف تھا۔"

صحابہ کرام احادیث کو دل سے حفظ کرنے کے ساتھ ساتھ لکھ کر بھی یاد کرتے تھے۔

چنانچہ صحابہ کرام کے تحریری نسخوں کی تعداد تھی جو آج تحریری شکل میں دستیاب ہیں۔

(4) صحیفہ علی رضی اللہ عنہ

24	صحیح بخاری، 30.
25	Ibid، 75.
26	سنن ابوداؤد، 117
27	صحیح البخاری، 36.
28	جامع ترمذی، 128

(5) صحیفہ صادقہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی تحریر کردہ

(6) صحیفہ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ 31

(7) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے متعلق متعدد نسخے بھی ملتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ احکام اپنے گورنروں، مسلمانوں اور دوسرے لوگوں کو عقائد اور دیگر عبادات کے حوالے سے دیے۔ ان نسخوں میں پیغمبرانہ احکام لکھے اور محفوظ کیے گئے تھے۔

(8) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحریری احکام بھی ان کے خطوط میں محفوظ ہیں جو آپ نے مختلف حکمرانوں اور بادشاہوں کو لکھے تھے۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی تحقیق کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقریباً 250 خطوط شائع ہو چکے ہیں۔

33

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں صراحت کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آپ کی ہدایت پر درج کیے جا رہے تھے۔

صحابہ کے دور میں احادیث کی تالیف

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حفظ، ریکارڈنگ اور تحریر اور عمل کے ذریعے حدیث سیکھتے تھے۔

حفظ کے ذریعے سیکھنا:

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے درمیان رہتے تھے اس لیے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو نہایت توجہ سے سنتے تھے۔ وہ اس لیے بابرکت تھے کہ انہوں نے قرآن اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سیکھی۔ صحابہ کرام کا آپس میں بحث کر کے احادیث سیکھنے کا یہ عمل تھا اور یہ عمل عمر بھر جاری رہا۔ یہ بات انس رضی اللہ عنہ کے بیان سے معلوم ہوتی ہے۔ مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے اور دس سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے جن کی تعداد شاید ساٹھ تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حدیث پڑھائی، بعد میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت کے لیے باہر نکلتے تو ہم اسے اپنے درمیان حفظ کر لیتے تھے۔ گویا ہمارے دلوں میں اس کی آبیاری ہوئی ہے۔"

احادیث کی تحریر

مختلف صحابہ سے احادیث لکھنا بھی صحابہ کا معمول تھا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ابو رافع رضی اللہ عنہ سے احادیث لکھ رہے تھے۔

قرآن و سنت کی تعلیمات کا سرکاری حکم

خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں مختلف صوبوں میں بزرگ علماء صحابہ کرام کو تعینات کیا۔ لوگوں کو قرآن و سنت کی تعلیم دینا ان کا فرض تھا۔ 36 چنانچہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے براہ راست شاگردوں سے براہ راست لوگوں تک پہنچائی گئی۔

حلقہ احادیث صحابہ

سرکاری اساتذہ کے علاوہ کئی بزرگ صحابہ جیسے ابوبریرہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مختلف شہروں میں اپنے حلقے حدیث قائم کیے ہیں۔ وہ کئی جانشینوں تک احادیث بیان کرتے اور ان کا حکم دیتے تھے۔ انہوں نے احادیث کو سیکھا اور انہیں کتابوں کی صورت میں مرتب کیا۔ متعدد مخطوطات

30 طبقات ابن سعد، 407. ۱۵، ج ۱

31 ابید، ص. 39

32 جامع ترمذی، 264

33 رسول اللہ کی سیاسی زندگی، صفحہ 311

34 جامع لى اخلق الراوى، 236. ۱۱، ج ۱

35 طبقات ابن سعد، 371. ۱۵، ج ۱

36 مسند احمد بن حنبل، 48، 1

ان میں سے جانشین تحریری شکل میں پائے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر صحیفہ ہمام بن منبہ کو ابوبکریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد نے لکھا ہے، چنانچہ حدیث کی تالیف میں کوئی خلاہ نہیں ہے۔

جانشینوں کا دور (تابعین)

ایشیا، شمالی افریقہ اور دیگر ممالک میں اسلام کے پھیلنے کے بعد حدیث کی روایت

وسیع ہو گیا تھا۔ پھر کچھ لوگ احادیث گھڑنے لگے۔ اس پیش رفت کا مقابلہ کرنے کے لیے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے بزرگ علمائے حدیث کو خطوط لکھے اور انہیں احادیث نبوی کو مرتب کرنے کا حکم دیا۔

علماء نے پہلے ہی جھوٹوں اور افتراء کو بے نقاب کرنے کے لیے احادیث کے مختلف راویوں پر سیرت پر مشتمل کتابیں مرتب کرنا شروع کر دی

تھیں۔ ابو بکر بن حزم ان لوگوں میں سے تھے جنہیں خلیفہ نے حدیث تالیف کرنے کی ہدایت کی۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے ان سے درخواست کی کہ

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام احادیث کو لکھیں اور عمرہ بنت عبدالرحمن کی احادیث کو جمع کرنے پر توجہ دیں جو اس زمانے میں

روایتوں کی سب سے معزز متولی تھیں۔ ایشا رضی اللہ عنہ سعد بن ابراہیم اور ابن شہاب الزہری سے بھی کتابیں مرتب کرنے کی درخواست کی گئی۔

الزہری راویوں کی سیرت کو ان کے کردار اور دیانت کے حوالے سے درج کرنے والے حدیث کے پہلے مرتب تھے۔

تابعین کا دور (تبع تابعین)

احادیث کی تالیف کا سب سے زیادہ کام تبع تابعین کے پیروکاروں کے دور میں ہوا، اس دور کو احادیث کی تالیف کا سنہری دور قرار دیا جا

رہا ہے۔ احادیث مرتب کی گئیں بلکہ صحابہ کرام اور ان کے پیروکاروں کے اقوال کو بھی احتیاط سے درج کیا گیا۔

یہ وہ دور تھا جس میں مکمل مستند اسناد کے ساتھ حدیث کی مشہور اور اہم کتابیں لکھی گئیں۔ صحیح حدیث کو من گھڑت سے الگ کرنے کے لیے

اصول وضع کیے گئے تھے۔ اس دور میں نہ صرف غیر تحریری روایات کو جمع کیا گیا بلکہ تحریری روایات کو بھی مختلف ابواب میں اور مختلف

عنوانات کے تحت ترتیب دیا گیا۔

چہ گراں قدر کتابیں اس دور کا اہم نتیجہ ہیں اور یہ ہیں: امام بخاری کی صحیح البخاری۔ امام مسلم کی صحیح مسلم؛ سنن ابوداؤد؛ سنن

ترمذی؛ سنن نسائی؛ سنن ابن ماجہ۔

حدیث کی بنیادی کتب کا تعارف

سیحۃ السیطم (حدیث کی چہ صوتی کتب)

احادیث کا ایک زمرہ ہے جو چار سنن اور دو صحیحوں پر مشتمل ہے، جسے الکتب السطح (چہ کتب) یا صحاح السیطم (صوتی چہ) کہا

جاتا ہے۔ 1.صحیح البخاری

مصنف کا تعارف

امام بخاری کا پورا نام 'ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری' ہے۔ آپ 491ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے امام بخاری نے 37مشہور علماء سے تعلیم حاصل کی۔

احادیث جیسے مالک بن انس، حماد بن زید اور ابن المبارک۔

اپنے وقت کے بہت سے علماء کی طرح، البخاری نے اپنے تعلیمی کیریئر کا آغاز اپنے آبائی شہر میں اپنی والدہ کی رہنمائی میں کیا۔ گیارہ سال کی

کم عمری میں ابتدائی تعلیم مکمل کرکے حدیث کے مطالعہ میں مشغول ہو گئے۔ چہ سال کے اندر بخارا کے تمام محدثین کے علم کے ساتھ ساتھ ان کے

پاس دستیاب کتابوں میں موجود ہر چیز پر عبور حاصل کر لیا۔ امام بخاری نے نہ صرف علماء کی کتابوں میں احادیث کو حفظ کیا بلکہ تمام راویوں

کی سوانح عمری، ان کی تاریخ اور جائے پیدائش، وفات وغیرہ کو بھی حفظ کیا۔

بھائی حج کرنا۔ شہر مقدس سے آپ نے علم حدیث کی تلاش میں سفر کا ایک سلسلہ شروع کیا، علم اسلامی کے تمام اہم مراکز سے گزرتے ہوئے، ہر ایک جگہ پر جب تک ضرورت تھی قیام کیا، محدثین سے ملاقاتیں کیں، وہ تمام احادیث سیکھیں جو وہ جانتے تھے، اور ان سے رابطہ کیا۔ ان کو اپنا علم درج ہے کہ وہ بصرہ میں چار یا پانچ سال اور حجاز میں چھ سال رہے۔ اس نے دو بار مصر اور کئی بار کوفہ اور بغداد کا سفر بھی کیا۔

کتاب کا تعارف

بخاری ہر روایت کو قلمبند کرنے سے پہلے دعا میں مدد لیتے تھے اور اپنے لکھے ہوئے ہر لفظ کو بڑی درستگی کے ساتھ تولتے تھے۔ اس نے اپنی زندگی کا ایک چوتھائی سے زیادہ حصہ اپنی صحیح کی تخلیق کے لیے وقف کر دیا، جسے عام طور پر مسلمان قرآن کے بعد دوسری اتھارٹی سمجھتے ہیں۔

بخاری کو صحیح کو مرتب کرنے کا خیال اسحاق بن راہویہ (متوفی 150 ہجری) کے ایک معمولی تبصرے سے آیا، جس نے کہا کہ ان کی خواہش ہے کہ کوئی محدث ایک مختصر مگر جامع کتاب مرتب کرے جس میں صرف صحیح روایات ہوں۔ ایسا لگتا ہے کہ ان الفاظ نے بخاری کے تخیل کو بھڑکا دیا ہے، اور وہ انتہک توانائی اور احتیاط کے ساتھ کام کرنے لگے۔ اس نے اپنی جانی پہچانی تمام روایات کا مطالعہ کیا، خود ان کی تیار کردہ تنقید کے اصولوں کے مطابق ان کی اصلیت کو جانچا، احادیث کی تقریباً 600,000 روایتوں میں سے 9,082 کا انتخاب کیا۔ اگر تکرار کو خارج کر دیا جائے تو احادیث کی اصل تعداد 400039 ہو جاتی ہے، انہوں نے ان کو اپنے موضوع کے مطابق الگ الگ عنوانات میں ترتیب دیا، جن میں سے اکثر قرآن سے اور بعض صورتوں میں خود روایات سے لی گئی ہیں۔

2. مصنف کا مسلم تعارف کی صحیح

امام مسلم کا پورا نام مسلم بن الحجاج ابن مسلم تھا۔ ان کا تعلق عرب قشیری قبیلہ سے تھا اور نیشاپور میں رہتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ وہ 206 ہجری میں پیدا ہوئے اور 261 ہجری کو فوت ہوئے انہوں نے ابتدائی عمر میں معمول کے علوم سیکھے اور ان میں مہارت حاصل کی، اپنی توجہ حدیث پر مرکوز کی۔ اس کے تعاقب میں اس نے بڑے پیمانے پر سفر کیا، فارس، عراق، شام اور مصر میں سیکھنے کے تمام اہم مراکز کا دورہ کیا۔ اس نے اپنے دور کے بیشتر عظیم محدثین کے لیکچرز میں شرکت کی جن میں اسحاق بن راہویہ، احمد بن حنبل، عبید اللہ القواری، شعوبہ بن یونس، عبد اللہ ابن مسلمہ اور حمالم بن یحییٰ شامل ہیں۔ ایک چھوٹے سے کاروبار سے روزی کما کر نیشاپور میں سکونت اختیار کی اور اپنا بقیہ وقت سنت نبوی کی خدمت میں وقف کر دیا۔

کتاب کا تعارف

البخاری کی طرح مسلم نے بھی کسی حدیث کو صرف اسی صورت میں صحیح سمجھا جب کہ وہ معروف اور معتبر حکام کے مسلسل اسناد کے ذریعے ان کے حوالے کی گئی ہو، اس طرح سے قائم کردہ دیگر مواد سے ہم آہنگ ہو اور مختلف قسم کی کمیوں سے پاک ہو۔ انہوں نے احادیث کی تین درجہ بندی اختیار کی۔

چنانچہ مسلم کی طرف سے احتیاط سے مرتب کی گئی اور ابو زرعہ کی طرف سے پڑھی گئی، صحیح کو بخاری کے بعد روایات کا سب سے زیادہ مستند مجموعہ قرار دیا گیا ہے، اور اس کی ترتیب کی تفصیلات میں مؤخر الذکر سے افضل ہے۔ بعض محدثین اسے ہر لحاظ سے بخاری کی تصنیف سے افضل سمجھتے ہیں۔

مسلم کے بعد کئی دوسرے علماء نے بھی صحیفہ کے مجموعے مرتب کیے۔ ان میں ابن خزیمہ (متوفی 113ھ)، ابو حاتم محمد بن حبان (متوفی 453ھ) اور دیگر شامل ہیں۔

38	مقدمہ فتح الباری، ص. 564۔
39	صاح ستم : تعرف و خصميص، ص. 80۔
40	شرح صحيح مسلم، ص: 451۔ 8۔

تاہم، ان میں سے کسی کو بھی وہ پہچان اور مقبولیت حاصل نہیں ہوئی جو مسلم کمیونٹی نے البخاری اور مسلم کی قطعی کامیابیوں کو دی ہے۔⁴¹

3. سنن ترمذی

مصنف کا تعارف

الترمذی سنہ 209 ہجری میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، انہوں نے روایات کی تلاش میں کافی سفر کیا، عراق، فارس اور خراسان میں اسلامی تعلیم کے عظیم مراکز کا دورہ کیا، جہاں انہیں بخاری جیسے نامور محدثین سے رفاقت حاصل ہوئی۔ مسلم، ابو داؤد وغیرہ۔ وہ صوبہ خراسان میں اپنے آبائی شہر واپس آئے اور اس کے بعد اپنی جامع تالیف کی۔ یہ کوئی بیس سال بعد مکمل ہوا۔ ابو عیسیٰ کی وفات 972ھ 42 میں ترمذ میں ہوئی۔

ابو داؤد کی طرح الترمذی بھی خاصی تیز اور یادداشت کے مالک تھے، جس کا کئی بار سخت تجربہ کیا گیا۔ 43

کتاب کا تعارف

حدیث کی تنقید کے حوالے سے جو عمومی اصول ابوداؤد نے اختیار کیے تھے ان میں مزید بہتری لائی گئی اور ان کی پیروی ان کے شاگرد ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ابن سوارہ ابن موسیٰ الضحاك الترمذی نے اپنی تالیف میں کی جسے انہوں نے کہا۔ الجامع۔ یہ کام زیادہ تر روایات پر مشتمل ہے -قانونی، مذہبی اور تاریخی -جنہیں بنیادی فقہی رجحانات کے فقہاء نے اسلامی قانون کی بنیاد کے طور پر قبول کیا تھا۔

انہوں نے احادیث کو صحیح (آواز)، حسن (منصفانہ)، صحیح حسن (آواز منصفانہ)، حسن صحیح (منصفانہ آواز)، غریب (نایاب)، ضعیف (ضعیف)، یا منکر (کے طور پر درج بندی کیا۔ لیکن شاید جہاں تک معتبریت کی تشخیص کا تعلق ہے، جامع کی سب سے اہم خصوصیت حسن کا زمرہ ہے، زیادہ تر روایات جن پر دین کے بہت سے احکام و قوانین قائم ہیں، اس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔

4. ابوداؤد کی سنن مصنف کا تعارف

ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی 202 ہجری میں سجستان میں پیدا ہوئے۔ جب ان کی ابتدائی تعلیم مکمل ہوئی تو دس سال کی عمر میں نیشاپور کے ایک اسکول میں داخلہ لیا۔ وہاں اس نے محمد بن اسلم سے تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد وہ بصرہ گئے جہاں انہوں نے حدیث کی زیادہ تر تربیت حاصل کی۔ 838ء میں آپ نے کوفہ کا دورہ کیا اور وہاں سے حدیث کی تلاش میں سفر کا ایک سلسلہ شروع کیا جو آپ کو حجاز، عراق، فارس، شام اور مصر تک لے گئے۔ اس نے اپنے زمانے کے سب سے بڑے محدثین سے ملاقات کی اور ان سے موجود روایات کا گہرا علم حاصل کیا۔

کتاب کا تعارف

وہ روایات کے بارے میں ان کے انسائیکلوپیڈک علم، اس کی فوٹو گرافی کی یادداشت، اس کے سیدھے کردار، اور اس کی مہربانی کے لئے مشہور تھے۔ روایات اور قانون پر ان کی سب سے مشہور کتابوں میں سے ایک ان کی سنن ہے، جسے نہ صرف حدیث ادب میں اپنی نوعیت کی پہلی تصنیف کے طور پر شمار کیا جاتا ہے بلکہ عام طور پر اسے بہترین اور قابل اعتماد سمجھا جاتا ہے۔ اسے کتابوں میں تقسیم کیا گیا ہے، جنہیں ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

⁴¹ ادب حدیث، ص: ۱۱۔ 101 اور حدیث کے طریقہ کار میں مطالعہ، صفحہ 3-92

⁴² ادب حدیث، ص: ۱۱۔ 107

⁴³ حدیث ادب، صفحہ 8-107

⁴⁴ ادب حدیث، ص: ۱۱۔ 103

⁴⁵ ابید، ص: 100

سنن کی یہ تصنیف، حدیث کے مجموعوں میں سب سے اہم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ابوداؤد نے 500,000 احادیث کی جانچ کی اور 4,800 کو اپنی کتاب کے لیے منتخب کیا، یہ ایک محنت ہے جس نے اسے ترسوس میں بیس سال تک مصروف رکھا۔

1. سنن النسائی

مصنف کا تعارف

اس زمرے میں ایک اور اہم تصنیف ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب النسائی کی تالیف ہے جو 214 ہجری میں خراسان کے ایک قصبہ نسا میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے آبائی صوبے میں حاصل کرنے کے بعد، اس نے پندرہ سال کی عمر میں بلخ کا سفر کیا، جہاں اس نے قتیبہ بن سعید سے ایک سال تک احادیث کی تعلیم حاصل کی۔ وغیرہ، اور مصر میں سکونت اختیار کی جہاں ان کے ایک استاد یونس بن عبدالعلا مقیم تھے۔ غالباً اسی واقعہ کے نتیجے میں 303 ہجری میں ان کی وفات ہوئی۔

النسائی کو اپنے دور کے معروف روایت دان کے طور پر پہچانا جاتا تھا۔ عبد اللہ بن احمد بن حنبل، محمد بن ابراہیم، علی ابن عمر اور دوسرے بڑے محدثین نے انہیں ایسا ہی مانا ہے۔

کتاب کا تعارف

سنن پر اپنے بڑے کام میں (جس کا اس نے اعتراف کیا کہ کافی تعداد میں ضعیف اور مشکوک روایات موجود ہیں)، النسائی نے وہ قانونی روایات مرتب کیں جنہیں وہ یا تو کافی معتبر یا ممکنہ قابل اعتبار سمجھتے تھے۔ اپنے کچھ دوستوں کی درخواست پر اس نے سنن کا ایک خلاصہ بھی تیار کیا جسے المجتبىٰ یا السنن الصغرى کہا جاتا ہے۔ یہ مؤخر الذکر تصنیف، جس کے بارے میں اس نے دعویٰ کیا کہ صرف معتبر روایات ہیں، اب اسے چھ اصولی مجموعوں میں سے ایک کے طور پر قبول کیا جاتا ہے۔

2. سنن ابن ماجہ مصنف کا تعارف

ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ربیع (جسے عرف عام میں ابن ماجہ کے نام سے جانا جاتا ہے)، قزوین میں 209 ہجری میں پیدا ہوئے اور 273 ہجری میں فوت ہوئے) انہوں نے نوعمری کے آخر میں حدیث کا مطالعہ شروع کیا اور ایران، عراق میں علم کے اہم مراکز کا دورہ کیا۔ شام اور مصر، اور اپنے دور کے عظیم روایت پسندوں کے تحت تعلیم حاصل کی۔

کتاب کا تعارف

ابن ماجہ نے حدیث کے شعبے میں متعدد تصانیف مرتب کیں جن میں سب سے اہم ان کی سنن ہے۔ اس کام میں مصنف نے 4,341 روایات جمع کیں، 32 کتابیں اور 1500 ابواب تقسیم کیے۔ ان میں سے 3002 باقی پانچ کتابوں کے مصنفین نے ریکارڈ کی ہیں۔ باقی 1339 احادیث جو اکیلے ابن ماجہ نے درج کی ہیں ان میں سے 428 صحیح، 199 حاشا، 613 ضعیف اور 99 منکر ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ کتاب مکمل کرنے کے بعد ابن ماجہ نے اسے ابو زرعہ کے سامنے تنقید کے لیے پیش کیا، جو اس وقت کے سب سے قابل حدیث نقاد کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ ابو زرعہ کو کتاب کا عمومی منصوبہ پسند آیا، اور انہوں نے کہا کہ وہ توقع کرتے ہیں کہ یہ حدیث کے کاموں کی جگہ لے لے گی جو اس وقت عام کرنسی سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ انہوں نے یہ بھی نوٹ کیا کہ کتاب میں ضعیف روایات کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔

46 حدیث کے طریقہ کار میں مطالعہ، ص. 100.

47 طبقات الشافعیہ الکبریٰ، 2، ۱۱۲، ص ۸۱، ج ۴-83

48 — ادب حدیث، ص: ۱۱. 113.

49 حدیث کے طریقہ کار میں مطالعہ، ص. 105.

50 Ibid., p. 106.

لیکچر نمبر: 22

علوم الحديث - سوم

حدیث کا متنی مطالعہ

حدیث اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے علم کے بنیادی ذرائع ہیں۔ پچھلے ایواں میں یہ ثابت ہوا ہے کہ قرآن کو بہتر طریقے سے سمجھنے کے ساتھ ساتھ قانونی اسلامی معاملات میں حدیث اور سنت رسول کی بڑی اہمیت ہے۔ اس باب میں چند احادیث و نبوی ترجمہ اور مختصر تفسیر کے ساتھ دی جائیں گی۔

[illegible]

"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق ثواب ملے گا۔ پس جس نے دنیاوی فائدے کے لیے یا کسی عورت سے شادی کے لیے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اسی لیے تھی جس کے لیے اس نے ہجرت کی تھی۔

تفسير

۳۔ صحیح البخاری کی پہلی حدیث ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکی کے پیچھے نیت کی اہمیت کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ اس حدیث کے مطابق ہمیں اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اعمال کی قبولیت کے لیے نیت کی پاکیزگی بنیادی شرط ہے۔

حدیث میں ایک مثال ہے کہ جو شخص ایک سرزمین سے دوسری جگہ ہجرت کرتا ہے اس کا مستقبل بھی اس کی نیت پر منحصر ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ کی رضا کے لیے ہجرت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے گا اور اگر دنیاوی فائدے کے لیے ہجرت کرے گا تو اسے ملے گا۔ ہم بہت آسان لگتا ہے کہ ہم فطرت کا اصول ہے کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ نیت کرتا ہے۔

[illegible]

''تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے''۔

تفسیر قرآن پوری انسانیت کے لیے اللہ رب العزت کی ہدایت اور پیغام کی آخری کتاب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن سیکھنے اور دوسروں کو سکھانے پر بہت زور دیتے ہیں۔ اس روایت کے مطابق جو شخص قرآن سیکھنے میں کوشش کرتا ہے اور پھر دوسروں کو سکھاتا ہے وہ سب سے افضل ہے۔ قرآن الہی ہدایت اور حکمت کے حصول کا بنیادی ذریعہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور دنیاوی کامیابیوں کے حصول میں مددگار ہے۔

قرآن سیکھنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔

حدیث نمبر 3 .

﴿يُكْمِلْ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾

اَسْرَتْ اَنفُسَ الْوَلَدِ

ت فہم مہب

”میں نے آپ کے پاس دو باتیں چھوڑی ہیں۔ اگر آپ ان کو پکڑے رہیں گے تو آپ غلط راستے پر نہیں جائیں گے۔ وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہیں۔

51 صحيح البخارى، 1

52

53

موطا امام مالک، 1628

57 صحیح البخاری، 71

"قیامت کے دن ابن آدم کے قدم اپنے رب کے سامنے سے نہیں ہٹیں گے، یہاں تک کہ اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھا جائے: اس کی زندگی کے بارے میں اور اس کے ساتھ اس نے کیا کیا، اس کی جوانی کے بارے میں اور اس نے اسے کیا پہنا۔ اس کے مال کے بارے میں اور اس نے اسے کیسے کمایا، اور اس پر خرچ کیا، اور اس نے کیا کیا جس کے بارے میں اسے معلوم نہا۔"

فیصلے کے دن کا تصور جوابدہی کے احساس کے ساتھ زندگی گزارنے کے بارے میں ہے کہ ہمیں اپنی زندگی میں کیے گئے تمام اعمال کے لیے جوابدہ ہونا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن پانچ چیزوں کا ذکر کیا ہے وہ انسانی زندگی کے تمام اہم پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہیں۔

وہ اپنی دنیاوی زندگی میں کمائی ہوئی دولت کے بارے میں پوچھے گا کہ وہ کیا تھا؟ کمائی کے ذرائع اور اسے کہاں خرچ کیا گیا۔

اور سب سے آخر میں، اس علم کے بارے میں کہ کسی نے اس پر کتنا عمل کیا۔

تفسیر القرآن اسلام میں پانچ فرائض ہیں۔ خدا کی وحدانیت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانا۔ نماز پڑھنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور روزہ رکھنا۔

اس حدیث میں ان پانچوں فرضوں کے بعد حلال روزی کمانا افضل ترین عمل قرار دیا گیا ہے۔ اسلام کھائی کے لیے حلال ذرائع اختیار کرنے پر بہت زور دیتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا تھا کیونکہ یہ کھائی کا ذریعہ ہے جس میں محنت نہیں بلکہ نفع کا تقاضا ہے اور اس کے نتیجے میں ہم امیر تر اور غریب تر اور غریب تر بنانا ہے۔ اسلام محنت سے کھائی جانے والی روزی کی ترغیب دیتا ہے۔

’تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے اور اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے تو اس نے اپنا فرض ادا کیا۔ جو اس سے عاجز ہو لیکن اسے زبان سے بدل دے تو اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ جو شخص ایسا نہ کر سکے لیکن اسے اپنے دل سے بدل دے تو اس نے اپنا فرض ادا کر دیا اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔

تفسیر اسلام چاہتا ہے کہ پیروکار اپنے اردگرد برائیوں سے چوکنہ رہیں۔ صرف یہی انہیں اور ان کے معاشقے کو متقی بنا سکتا ہے۔ سب سے پہلی ذمہ داری برائی کو روکنا ہے۔

59	مشكلة المصابيح، 2781
60	سنن النسائي، 5012

اخلاص اور امنون کا کہنا ہے کہ وزیر اعلیٰ اور 2012 IS مظاہرین، سطحی اور ایبیتنا کی ہے۔ سی اتھارٹی کے ساتھ اگر یہ کسی کے دائرہ اختیار میں آتا ہے۔ یہ زمرہ خاص طور پر

اگلا درجہ ان لوگوں کا ہے جو کسی برائی کو روکنے کا اختیار نہیں رکھتے، انہیں برائی کی مذمت کے لیے اپنی زبان استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر کوئی صرف اس کے بارے میں برا سوچنے کا انتخاب کرے تو یہ ایمان کا کمزور ترین ہے۔ اور اگر کوئی برائی پر راضی ہو جائے تو اس کا ایمان بالکل موثر نہیں ہے۔

حدیث نمبر 09

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن کوئی چیز اس سے زیادہ بھاری نہیں ہوگی۔ حسن اخلاق سے مومن کا پیمانہ۔ اللہ تعالیٰ اس سے نفرت کرتا ہے جو بد زبانی کرے تفسیر حدیث مومنین کو اچھے اخلاقی اقدار کو اپنانے کی ترغیب دیتی ہے۔ قیامت کے دن جب ہر ایک نیکی کی ضرورت ہوگی تو اچھے اخلاق کو سب سے زیادہ وزن دیا جائے گا۔

حدیث کا دوسرا حصہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو بد زبانی کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ ایسے لوگوں سے نفرت کرتا ہے۔ حدیث 10#التاج 62"

"سچا، امانت دار تاجر انبیاء، صادقین اور شہداء کے ساتھ ہوتا ہے۔" تفسیر اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیانتدار تاجر کے لیے اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کی دیانت داری کے سبب اسے انبیاء، صادقین اور شہداء کے ساتھ ہونے کا درجہ عطا فرمائے گا۔ ترغیب کی بات یہ ہے کہ جو شخص تجارت کر رہا ہے، اپنے گھر والوں کے لیے کما کر امت کے اعلیٰ درجے کے ساتھ کھڑا ہو گا، اس کی ایمانداری کی قیمت ہے۔

حدیث نمبر 11

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری مثال مجھ سے پہلے کے انبیاء کے مقابلے میں اس شخص کی سی ہے جس نے ایک گھر کو خوبصورتی سے بنایا، سوائے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ کے۔ اس کے بارے میں جاؤ اور اس کی خوبصورتی پر تعجب کرو، لیکن کہو: 'کاش یہ اینٹ اس کی جگہ پر رکھی جائے!' پس میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔"

تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، قرآن نے بھی آپ کی ختم نبوت کا ذکر کیا ہے۔ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ختم نبوت کو بڑے جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ گھر سے ہم چلتا ہے کہ تمام انبیاء نے بنی نوع انسان کو اللہ کا پیغام پہنچانے کے لیے اپنی پوری کوشش کی اور اس کی تالیف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی کیونکہ انہیں اسلام کا وہ دین دیا گیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک پوری انسانیت کے لیے منتخب کیا ہے۔ فیصلہ اور کی زندگی

61 جامع الترمذی، 2003
62 جامع الترمذی، 1209
63 صحیح البخاری، 3535

64
الاحزاب، 40:33

اسلامی الکلمہ اعلیٰ ترین یزوسلام 2020 الہیہ قتالہ-النہیہ فیہ اولادہ ورعہ الخیر فی نسلمی کفور ا اردسیانہیہ ت کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد

حدیث نمبر 12

صلی اللہ علیہ وسلم آل النایب آل ق
ات اُخْدُکم اُح اُاب اُنْثوُک
اُح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ مجھ سے اس کی محبت سے زیادہ محبت نہ کرے۔
باپ، اس کی اولاد اور تمام انسان۔"

تفسیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام میں توجہ کا مرکز ہیں۔ اس کی محبت کے بغیر کوئی سچا مومن ہونے کا دعو ئی نہیں کر سکتا۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وضاحت فرمائی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ مجھ سے دنیا کی کسی بھی چیز سے زیادہ محبت نہ کرے۔ ماں باپ اور اولاد دنیاوی زندگی کا سب سے پاکیزہ رشتہ ہے لیکن پیارے نبی کی محبت سب سے زیادہ ہونی چاہیے۔

65 صحیح البخاری، 15

لیکچر نمبر 23: سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم I -

سیرت کے معنی اور اس کی اہمیت

تعریف لفظ "سیرا" "سیر" سے ماخوذ ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں جانا، چلنا، روانہ ہونا، کوئی رویہ یا طریقہ اختیار کرنا اور اس پر عمل کرنا وغیرہ۔ عادت لفظ "سیرا" واحد ہے اور اس کی جمع "سیر" ہے۔ قرآن پاک میں لفظ "سیرت" "صورت اور حالت" کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے،

66

سیرت

ہم اسے اس کی اصل شکل میں واپس لائیں گے۔

تکنیکی طور پر سیرت کی اصطلاح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو بیان کرنے کے لیے بالکل استعمال ہوتی ہے۔ پس سیرت وہ علم ہے جس میں ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت، اخلاق اور عادات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ پروفیسر عثمان خالد یورش اپنی کتاب "فن سیرت نگاری" میں لکھتے ہیں۔

"سیرت" حضور کی سیرت، اخلاق اور عادات کو بیان کرنے کا نام ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (67)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مآخذ

ماخذ روایات اور آثار وغیرہ کی وہ کتابیں ہیں جن میں علم یا معلومات کو پہلے بیان یا جمع کیا گیا ہے۔ کسی بھی تاریخی شخصیت کے لیے سب سے بڑا ماخذ وہ کتابیں ہوں گی جو اس کی زندگی میں یا اس کے فوراً بعد لکھی گئیں۔

ابتدائی تحریری کتابوں کو بنیادی ماخذ کہا جاتا ہے اور اس کے بعد لکھی گئی کتابوں کو ثانوی ماخذ کہا جاتا ہے۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے اولین اور مستند ماخذ قرآن کریم ہے۔ سیرت کے مصنفین اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بنیادی ماخذ ہے۔

سیرت النبی کے منابع کو بھی دو اہم اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے:

1. بنیادی ذرائع 2. ثانوی ذرائع

بنیادی ماخذ سیرت النبی کے بنیادی ماخذ ذیل میں درج ہیں۔

1. قرآن پاک (بشمول قرآن پاک کی تفسیریں)

2. کتب احادیث (بشمول کتب احادیث کی تفسیر)

3. معاذی اور سراپا کتب

4. ابتدائی لکھی گئی شمائل کتب

5. معجزات کی کتابیں (کتب الدلائل النبویات)

6. اسلامی تاریخ کی ابتدائی کتابیں

ثانوی ذرائع

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانوی ماخذ درج ذیل ہیں۔

1. اسماء الرجال کتب

4. کتب عصر صحابہ

أَنْ آ رُ ا لُق لُق نَهْ هُخَا

150

70
71
72

ISL202 - اسلام کی اسٹڈیز	"	و	و	و	و	و	VU
بن أنس ق الك ثم ع	أَل: ق	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	وَلِيَّ	تَكَفَّفَ: زَكَاةً	وَلِيَّ	وَلِيَّ	وَلِيَّ
73هـ	وَلِيَّ	وَلِيَّ	وَلِيَّ	وَلِيَّ	وَلِيَّ	وَلِيَّ	وَلِيَّ

مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تک تم ان دو چیزوں کو مضبوطی سے تھامے رہو گے جو میں نے تمہارے درمیان چھوڑی ہیں، گمراہ نہیں ہوں گے: اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت“۔

ربنمائی کا سرچشمہ سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ حضور کے مطابق

ہدایت صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں۔ یَعْنِي نَبِيَّكَ إِنْ أَكْرَمَ تَمَّ اس کی اطاعت کرو گے تو تم راہِ راست پر رہو گے، کیونکہ رسول کا لہجہ، ذلّٰلِہِ داری صرف یہ ہے کہ وہ تم تک واضح طور پر پیغام پہنچا دے اسلام کی تعلیمات کے اصول

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت محض تعلیمات پر مشتمل نہیں ہے۔ بلکہ اس میں اسلام کی تمام تعلیمات پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں تعلیمات اور احکام دیتا ہے۔ تمام قرآنی تعلیمات اور احکام صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے ہی مل سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نماز کا حکم دیا ہے۔ لیکن نماز کیسے اور کب پڑھی جاتی ہے؟ یہ تو ہم عملی طور پر سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی سیکھ سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابنی نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا بطور رول ماڈل

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ایک نمونہ ہے۔ ہر شخص خواہ وہ لیڈر ہو یا ریاست کا شہری، باپ ہو یا بیٹا، امیر ہو یا غریب، عرب ہو یا غیر عرب، افسر ہو یا جج، استاد ہو یا طالب علم، تاجر ہو یا سوداگر وغیرہ ہر شخص کی زندگی دیکھ سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لیے نمونہ عمل ہیں۔ قرآن پاک فرماتا ہے:

یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہترین نمونہ تھا۔

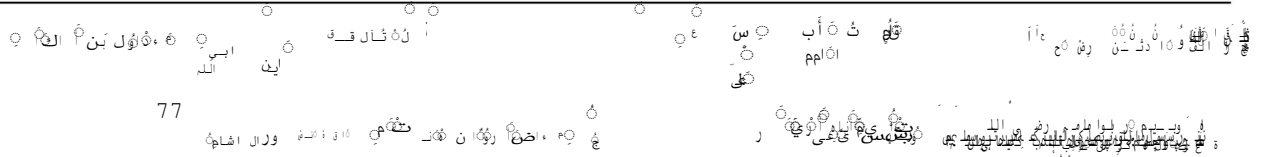
مکی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ 1.نبوت سے پہلے کی زندگی .2.مکہ میں نبوت کے بعد کی زندگی

پیدائش مبارک بہت سے ابتدائی اور بعد کے مورخین اور محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پیر کی صبح (بعد الصبح) 12ربیع الاول، 1عام الفیل (پانہی کا سال) 22اپریل کو ہوئی۔ 571(عیسائی کیلنڈر کے مطابق) اور 1جیٹھ 628ہجری (ہندی کیلنڈر کے مطابق) ہے۔

73 الموطم امام مالک، حدیث نمبر 1628 القرآن، 24:54 صحیح
74 البخاری حدیث نمبر، 6008
75 ©کاپی رائٹ ورچوئل یونیورسٹی آف پاکستان 152

76

القرآن، 33:21



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور میری والدہ نے دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔

مقام ولادت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ کا ایک معروف گھر ہے۔ یہ گھر حرم کعبہ کے قریب سق اللیل میں واقع ہے۔ اس جگہ پر آج ایک پبلک لائبریری ہے جسے "مکتبہ مکہ المکرمہ" کہا جاتا ہے۔ یہ لائبریری مرحوم شیخ عباس قطان نے بادشاہ جلال الملک عبدالعزیز کی اجازت سے تعمیر کروائی تھی۔

نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا نے تجویز کیا ہے اور احمد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے تجویز کیا ہے۔ محمد اور احمد کے معنی اور جڑ الفاظ تقریباً ایک جیسے ہیں۔ محمد نام "دُح" (DMH) سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے تعریف کرنا۔ محمد کا معنی وہ ہے جس کی کثرت اور بار بار تعریف کی جائے۔

دودھ پلانا اور بچپن میں بچے کو دودھ پلانے کو "ردات" کہا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے آپ کو دودھ پلایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی ماں کے علاوہ چھ رضاعی مائیں تھیں۔ یہ حضرت سوبیہ ہیں، بنو سلیم کی تین عورتیں جن کا نام عتیقہ، خولہ بنت المنذر اور حلیمہ بنت ابی ذؤبب ہے۔

ام ایمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی تھیں جو مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہداشت کرتی تھیں۔

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو شیمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ حلیمہ سعدیہ) اس کی دیکھ بھال کرتی رہیں۔

مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا دوسرا مرحلہ حلیمہ سعدیہ کی آمد: عرب کی روایت تھی کہ انہوں نے اپنے بچوں کو دیہی علاقوں میں پرورش کے لیے بھیجا۔ انہوں نے یہ مشق اپنے بچوں کو بہادر اور ان کی زبان میں فصاحت کے لیے کی تھی۔ عرب دیہی عورتیں اکثر امیروں کے بچوں کو پرورش کے لیے لائے اور بدلے میں معاوضہ لینے مکہ آتی تھیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو بنو سعد کی عورتیں امیر گھرانوں کے بچوں کو دودھ پلانے کے لیے مکہ مکرمہ آئیں۔ موسم بہار کا آغاز تھا۔

بارش نہ ہونے کی وجہ سے بنو سعد میں قحط پڑا۔ ان کے جانور کمزور تھے اور غربت بہت زیادہ تھی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کی اونٹنی بھوک کی وجہ سے کمزور تھی اور قافلے سے پیچھے رہ گئی۔ دوسری خواتین کا قافلہ حضرت حلیمہ سے پہلے مکہ پہنچ گیا اور امیر گھرانوں کے بچوں کو اچھے معاوضے پر گود لیا۔ جب حضرت حلیمہ سعدیہ مکہ پہنچیں تو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم باقی تھے، کسی عورت نے یتیم ہونے کی وجہ سے توجہ نہ کی۔

77 مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر 16527، 21235 طبقات ابن سعد، جلد: 1 حدیث نمبر 102

مجمع الزوائد، حدیث نمبر 13842 امام بیہقی، "دلائل النبوة"، 7.1 صفحہ Copyright © 8 ورجوئل

حضرت حلیمہ سعدیہ نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اسے عجیب سی محبت اور خوشی محسوس ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی حلیمہ سعدیہ کی گود میں تشریف لائے، حلیمہ سعدیہ کا بھوکا جسم بڑی توانائی سے بھر گیا۔⁷⁸

حلیمہ سعدیہ کی واپسی کا منظر

حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے جونہی واپسی کا سفر شروع کیا تو وہ اونٹ جو قافلے سے بھوک کی وجہ سے پیچھے رہ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہوتے ہی وہی اونٹ موٹا اور تندرست ہو گیا۔ وہ (اونٹ) سارے قافلے کے جانوروں سے تیز ہو گیا اور آگے بڑھ گیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ پر اتنی برکتیں دیکھ کر پورا قافلہ حیران، پریشان اور رشک محسوس کرنے لگا۔ اس کا سینہ مبارک دودھ سے بھرا ہوا تھا۔

جیسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنو سعد میں تشریف لائے تو ہر طرف بریالی اور خوشحالی نظر آنے لگی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کے جانور دودھ سے بھرے تھے۔ سب پیتے تھے لیکن دودھ ختم نہیں ہوتا تھا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے تمام بچوں سے بالکل مختلف انداز میں پرورش پا رہے تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کے گھر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے مہینے میں ہاتھ پاؤں کے بل چلنا شروع کیا، تیسرے مہینے کھڑے ہو کر، چوتھے مہینے میں دیوار کا سہارا لے کر اور پانچویں مہینے میں بغیر کسی سہارے کے چلنا شروع کیا۔ .

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ مہینوں میں بولنا شروع کر دیتے تھے اور نویں مہینے میں فصاحت و بلاغت شروع کرتے تھے۔

بنو سعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سال

بنو سعد میں حضرت حلیمہ کے گھر پر بہت زیادہ برکتیں نازل ہوئیں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے دوران بنو سعد کا پورا علاقہ سرسبز و شاداب ہو گیا، جانور موٹے اور تندرست ہو گئے اور مال و دولت کی فراوانی ہو گئی۔ دو سال کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس لانے کا ارادہ کیا لیکن حضرت حلیمہ سعدیہ کی خصوصی درخواست پر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے مزید بنو سعد میں رہنے کی اجازت دے دی۔

بنو سعد پر اللہ کی رحمتیں مسلسل نازل ہو رہی تھیں۔ لیکن کچھ عجیب و غریب واقعات بھی پیش آئے جو حضرت حلیمہ سعدیہ کے لیے بہت بولناک تھے، جیسے چاند سے کھیلنا، بادلوں کا سایہ کرنا¹⁸، شوق صدر²⁸ کا واقعہ اور کابن نے لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتایا اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔ بنو سعد کے میلے میں اسے قتل کرو۔ حضرت حلیمہ سعدیہ ان واقعات سے بہت زیادہ خوفزدہ ہو گئیں اور تکلیف کے خوف سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی والدہ کے پاس واپس کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پانچ سال تھی۔

حضرت آمنہ کی وفات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھ سال کی عمر میں اپنی والدہ اور ام ایمن کے ساتھ مدینہ تشریف لے گئے۔ اس سفر کا اصل مقصد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبداللہ کی قبر کی زیارت کرنا ہے۔ اس وقت مدینہ کا نام یثرب تھا۔

حضرت آمنہ نے یثرب میں دارالتبعم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قیام کیا اور حضرت عبداللہ کی قبر کی زیارت کی۔ یثرب میں قیام تقریباً ایک ماہ کا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے مکہ مکرمہ واپسی کا ارادہ کیا۔¹¹ابوا کے مقام پر پہنچنا جو درمیان میں موجود ہے۔

78 سیرت ابن ہشام، V.1، P.164

79 عابد، ص 165

80 الخصائص الکبر ھ ج: 1، ص35

81 سیرت الرسول از ڈاکٹر طاہر القادری، صفحہ 2، ص405
طبقات ابن سعد، ج: 1، ص211

82 سیرت الرسول از ڈاکٹر طاہر القادری، صفحہ 2، ص389
سیرت ابن ہشام، V.1، P.166سیرت الرسول از ڈاکٹر طاہر القادری، 2، ص493

-
- ⁸³ مبارکپوری، سیف الرحمن، "الرحیق المختوم" انگریزی P.39 ("جامع الترمذی، حدیث نمبر، © 3620
- ⁸⁴ کاپی رائٹ ورچوئل یونیورسٹی آف پاکستان

اجاسٹائے مکہ کی ایسٹائیٹیک ایلمالاند (20 مارچ) اور کابل (20 مارچ) کے درمیان امن و امان کے لیے ایک مشترکہ قرارداد پر دستخط کیے گئے۔

بھیجا کہ اگر آپ میرا سامان شام لے جائیں تو میں آپ کو دوگنا دوں گا۔ حضرت ابو طالب نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قائل کیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدیجہ کا سامان لے کر مکہ سے شام کے لیے روانہ ہوئے۔

اس تجارتی سفر میں حضرت خدیجہ کی لونڈی میسرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ میسرہ سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اعمال و افعال کا مشاہدہ کیا کرتی تھیں۔ انہیں ان کی توقعات سے زیادہ فوائد ملے۔

شادی جب میسرہ مکہ واپس آئیں تو انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا سفرنامہ سنایا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت متاثر ہوئیں اور اپنی سہیلی نفیسہ کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کی تجویز بھیجی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کے مشورہ سے اتفاق کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی پچیس سال کی عمر میں ہوئی۔ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا زاد بھائی نے ہرات کا استقبال کیا جو کہ مقدس کتابوں کے عالم تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کے چچا ابو طالب، حمزہ رضی اللہ عنہ اور قریش کے دوسرے معززین تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھایا۔ بیس اونٹ چھیز کے طور پر دیے گئے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔

خانہ کعبہ کی تعمیر نو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت اور نظر کعبہ کی معزز حیثیت

بعض روایات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے زمین بچھانے کا عمل اسی جگہ سے شروع کیا جہاں آج کعبہ واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی تخلیق سے ہی کعبہ کو حج کے لیے منتخب فرمایا۔ خانہ کعبہ کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی اجتماعیت اور مرکزیت کے لیے چنا اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ اَنْ طُوًّ نَذُوْهُ شَيْلِ اِٰ اَ اَ !
تھا۔

[illegible]

اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر (کعبہ) کو لوگوں کی طرف لوٹنے (اور جمع ہونے) کی مرکز بنائی اور امن کا حرم بنایا اور (حکم دیا) اس جگہ کو، جہاں ابراہیم (علیہ السلام) کھڑے ہوئے تھے، نماز کی جگہ بنائیں۔ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل (ابراہیم اور اسماعیل) کو تاکید کی: میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک کرو۔

روئے زمین پر پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ حضرت حوا علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عبادت کے لیے گھر بنانے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت جبریل علیہ السلام اور حوا علیہ السلام کے لیے خانہ کعبہ کی حدود متعین کیں دونوں میاں بیوی (آدم اور حوا علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے عہد میں بالترتیب خانہ کعبہ کی تعمیر نو کی۔ بعد میں عمالقہ کے لوگوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر نو کی۔ صدیوں پہلے بنو جرہم نے خانہ کعبہ کی تزئین و آرائش بھی کی۔ اسی طرح جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر 35 سال تھی تو قریش کے لوگ بھی کعبہ کی کمزور دیواروں کی وجہ سے اس کی تعمیر نو کرتے تھے۔

القرآن، 02:125 ضياء النبي، 145، P. 2، صبرت الرسول از دكتور طاهر القادري، © 54⁸⁵

خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے پیچھے اسباب

کعبہ کی تعمیر نبوت سے پہلے کے دور میں چند وجوہات کی بنا پر ہوئی تھی جو یہ ہیں:

• ایک عورت کی غلطی سے خانہ کعبہ میں آگ لگ گئی اور اس کا کچھ نقصان ہوا۔ • سیلاب نے کعبہ کو متاثر کیا۔

• دیواریں اونچی نہیں تھیں بلکہ خانہ کعبہ کی دیواروں پر چھت نہیں تھی۔

• کعبہ کی عمارت میں قیمتی ہدیہ کی حفاظت کی ضرورت ہے۔

تعمیر نو کے لیے سامان اور کام کی تقسیم

فیصلہ کیا گیا کہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں آمدنی کے صرف حلال ذرائع استعمال کیے جائیں گے۔ تعمیراتی سامان سے لدا ایک رومی تجارتی جہاز جدہ کے ساحل پر طوفان کے باعث ڈوب گیا۔ جو سامان جہاز میں لادا گیا تھا وہ خرید کر تعمیر کیا گیا۔

شروع،

کعبہ کی تعمیر کا کام قبائل میں تقسیم کیا گیا۔ مشرق کی دیوار اور کعبہ کا دروازہ بنو عبد مناف اور بنو زہرہ کے لیے مختص تھا۔ مغرب کی دیوار بنو سہام، بنو جاہ اور بنو عدی کو دی گئی۔ اسی طرح جنوبی طرف کی دیوار کی تعمیر کا کام بنو مخزوم کے ذمہ تھا اور شمالی طرف کی دیوار بنو اسد اور بنو عبد الدار کی ذمہ داری تھی۔

حجر اسود ڈالنے کا تنازعہ

کعبہ کو دوبارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر تعمیر کیا گیا جب تعمیر تقریباً مکمل ہو چکی تھی اور حجر اسود کو اس کی پر رکھنے کا وقت آیا تو سرداروں کے درمیان جھگڑا شروع ہو گیا: ہر کوئی چاہتا تھا۔ حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھنے کا شرف حاصل کریں۔ امکان خانہ جگہ تھا کہ قبائل میں جھگڑا اور خونریزی ہو گی۔

لیکن ابو امیہ بن مغیرہ نے مشورہ دیا کہ اگلی صبح جو سب سے پہلے داخل ہو اسے جانے دو

کعبہ کی حدود میں معاملہ کا فیصلہ کرو۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح سویرے پہلے تشریف لے گئے۔ سب نے کہا کہ "الامین ثم آ گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر ایک چادر بچھا دی، حجر اسود کو اس کے بیچ میں رکھا، مختلف قبائل کے تمام سرداروں سے کہا کہ سب مل کر اس پتھر کو اٹھا لیں۔ جب وہ مناسب جگہ پر پہنچے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے ہاتھوں سے مناسب جگہ پر رکھ دیا۔

حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فیصلے سے سب خوش ہو گئے اور قریش ایک جان لیوا جنگ سے بچ گئے۔

87 صحیح مسلم ، حدیث نمبر 160 القرآن ، 96:1-5
88 صحیح مسلم ، حدیث نمبر 160
89

پہلا تبلیغی مرکز

دار ارقم اسلام کی خفیہ تبلیغ کا پہلا مرکز تھا۔ اکثر صحابہ کرام

"السبیقون الاولون" سے اس مرکز میں اسلام قبول کیا جیسے:

•ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

•ابو سلمہ بن عبدالاسد •العرقم بن ابی ارقم رضی اللہ

عنہ

•عثمان بن مدحون رضی اللہ عنہ

•سعید بن زید رضی اللہ عنہ

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ

•عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا۔

•فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا

عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

•عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

•عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

•خالد بن سعید رضی اللہ عنہ

•عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ

•نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

•جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

•اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا وغیرہ

سوشل بائیکاٹ

بنو ہاشم کے قتل اور مزاحمت کا منصوبہ

سے زیادہ وفادار، بہادر اور ووٹ دینے والے لوگ دین اسلام کو قبول کر رہے تھے۔ ان دلیر صحابہ نے مشرکین مکہ سے ہر قسم کے ظلم و ستم کو برداشت کیا۔ جب کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے سامنے بے بس ہو گئے

اور صحابہ کی استقامت سے انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔

سوشل بائیکاٹ کا فیصلہ

جب بنو ہاشم کو قتل کے منصوبے کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی سخت مخالفت کی۔ مشرکین مکہ نے اس منصوبے کو منسوخ کر دیا اور بنو ہاشم کے ساتھ سماجی بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ تمام قبائل اس بات پر متفق ہو گئے کہ بنو ہاشم سے کوئی رابطہ نہیں رہے گا۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ساتواں سال تھا۔ بائیکاٹ ساتویں نبوی سے دسویں نبوی تک تین سال رہا۔

تین سال کے اس عرصے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے بے خوفی کے ساتھ کفار کے مسلط کردہ بھوک، پیاس اور ظلم کا سامنا کیا۔ وہ پتے اور خشک چمڑے پر کھانا کھانے پر مجبور تھے۔

سماجی بائیکاٹ کی شرائط و ضوابط

مشرکین مکہ اسلام کے خلاف کھڑے ہو گئے اور ایک معاہدے پر متفق ہو گئے۔ مندرجہ ذیل شرائط و ضوابط کے ساتھ سماجی بائیکاٹ۔

□بنو ہاشم کے خاندان میں کوئی شادی نہیں کرے گا۔

□کوئی بھی مسلمانوں سے کوئی چیز خرید یا فروخت نہیں کرے گا۔

□ان سے کوئی رابطہ نہیں رہے گا۔

□کوئی بھی ان کو کھانے کی اشیاء نہیں بھیجے گا۔90

سماجی بائیکاٹ ختم کرنے کی کوشش

تین سال کے بعد بشام بن عمرو، زبیر بن ابی امیہ، زما بن الاسود، ابو الجنتری اور مطعم بن عدی کی کوششوں سے سماجی بائیکاٹ ختم ہوا۔ دیمک کہا گئی۔

کافروں کا لکھا ہوا معاہدہ۔ صرف دو الفاظ رہ گئے تھے جنہیں دیمک نے نہیں کھایا تھا۔ ’’ماللُ کُباس‘‘ کے الفاظ مشرکین کو معلوم نہیں تھا کہ معاہدے کو دیمک کہا گیا ہے۔ ابو طالب نے انہیں بتایا کہ معاہدہ دیمک کہا گیا ہے۔ مسلمان تین سال کے سماجی بائیکاٹ کے بعد آزاد ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کا عذاب

منصور بن عکرمہ وہ شخص تھا جس نے سماجی بائیکاٹ کا معاہدہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے منصور بن عکرمہ کے ہاتھ کو نقصان پہنچایا۔

مکہ سے باہر اسلام کی تبلیغ

غم کا سال (عام الحزن)

دسویں نبوی میں وہ سال جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور چچا ابو طالب کی وفات ہوئی اسے غم کا سال (عام الحزن) کہا جاتا ہے۔ ابولہب بنو ہاشم کا نیا سردار بنا۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبائلی حمایت واپس لے لی۔

کفار مکہ ابولہب کی نگرانی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف تنبیہات کرتے رہے۔

ان حالات کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام کے لیے ایک اور شہر تلاش کرنے کا فیصلہ کیا۔ طائف کی وادی چن لی گئی۔ طائف کی وادی زرخیز اور پہلوں کی سرزمین تھی۔ پہلوں اور پہلوں کے باغات تھے۔ طائف کے لوگ خوشحال اور مالدار تھے۔ لیکن وہ مغرور تھے۔

طائف کا سفر

یہ دسویں نبوی کا سال تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کے ساتھ طائف روانہ ہوئے۔ اس وقت قبیلہ بنو ثعلیف کے سردار عبد اللیل، مسعود اور حبیب تھے۔ وہ طاقتور اور امیر لوگ تھے۔ ان میں سے ایک کا نکاح قریش صغیر بنت معمر کی بیٹی سے ہوا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایک کر کے پر لیڈر کی زیارت کی اور اسلام کا پیغام دیا۔ کسی نے نرمی سے جواب نہیں دیا بلکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدتمیزی کی اور بدتمیزی اختیار کی۔ ان سب نے کہا کہ طائف شہر چھوڑ دو۔ انہوں نے شرارتوں کو حکم دیا۔

لڑکوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدتمیزی کرنا۔ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیچھا کیا اور پتھر پھینک کر زخمی کر دیا۔ ایک باغ میں پناہ گاہ اور اسلام قبول کرنا

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے ایک باغ میں پناہ لی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آکر حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عرض کیا کہ طائف کی وادی کو تباہ کرنے دیں کیونکہ وہ حد سے گزر چکے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ وہ مجھے نہیں جانتے۔ شاید ان کی آنے والی نسلیں اسلام قبول کر لیں۔

عتیمہ اور صہبہ اس باغ کے مالک تھے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ لی تھی۔ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی حالت میں دیکھا تو اپنے خادم عداس کو حکم دیا کہ وہ انگور کے گٹھے کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھی، یہ سن کر عداس چونک گیا۔ اس نے پوچھا کہ آپ کو یہ مبارک کلمات کیسے معلوم ہیں؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دین کے بارے میں پوچھا۔ اس نے جواب دیا میں نینوا سے عیسائی ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم یونس بن مثنیٰ کے شہر میں مقیم تھے جو بزرگ ترین آدمیوں میں سے تھے۔ عداس حیران رہ گئے اور پوچھا کہ آپ یونس بن مثنیٰ کو کیسے جانتے ہیں، اللہ کی قسم! جب میں شہر سے نکلا تو دس سے زیادہ لوگ یونس بن مثنیٰ کے نام سے واقف تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ وہ میرا بھائی ہے۔ وہ بھی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔ یہ سن کر عداس نے اسلام قبول کر لیا۔

اور مسلمان ہو گئے۔

معراج کا سفر حضور اکرم ﷺ کی زندگی کا ایک اہم ترین باب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔
 لَوْ سِئَلْتُمْ لَ دَسَّ خَالَمُ نَفْلًا فَلَیْ اِمَامٌ

آن الاز آخ أس⁹⁰ دھبہ پے
ب ر ر
آلٹ ڈیج برص 91

معراج کے مراحل معراج کے سفر کو درج ذیل تین مراحل میں تقسیم کیا گیا ہے۔

مسجد حرام سے ماجد اقصیٰ براق پر مسجد اقصیٰ نا سدرہ
المنبریٰ براق پر سدرۃ المنبریٰ ناقبا قوصین: رف رف

بيت المقدس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس پہنچے جہاں تمام انبیاء کرام نے آپ کا استقبال کیا۔ پھر تمام انبیاء علیہم السلام نے اس تاریخی مسجد میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز ادا کی۔

انبیاء علیہم السلام سے ملاقاتیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے سات آسمانوں تک مختلف انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی۔ انبیاء علیہم السلام کی فہرست پہلے سے سات آسمانوں کے سلسلے کے مطابق ذیل میں دی گئی ہے۔

پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات □ دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام سے ملاقات □ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات □ چوتھے آسمان پر حضرت ادريس علیہ السلام سے ملاقات □ حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات پانچویں آسمان پر چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ □ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات

معراج کی رات کے مشاہدات

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمانوں پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ بہت سی چیزوں کا مشاہدہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت اور جہنم کا مشاہدہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود خور، زانی، بے نمازی، بے حیائی، سود خوروں کے منزل دیکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حوض کوثر کا بھی مشاہدہ فرمایا۔

91

انہوں نے یثرب کے دوسرے لوگوں تک بھی اسلام کا پیغام پہنچایا۔

92 صحیح البخاری، حدیث نمبر 3887 جامع الترمذی، حدیث نمبر، © 213 کاپی رائٹ ورچوئل
93 یونیورسٹی آف پاکستان

عقبہ کا پہلا عہد

اگلے سال یثرب سے کل بارہ لوگ مکہ آنے اور منیٰ کی وادی عقبہ میں خفیہ طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ انہوں نے بارہویں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا سال تھا۔ اس قسم کو بیت عقبہ اول (عقبہ کی پہلی قسم) کے نام سے جانا جاتا ہے۔

مدد کرنے والوں کا نام، پہلے عقبہ میں موجود ہے۔

پہلے عقبہ میں کل بارہ افراد نے شرکت کی۔ ان کے نام درج ذیل ہیں۔

□عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ

□عباس بن عبادہ بن ندالم رضی اللہ عنہ

□عتبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

□یزید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ

□ذکوان بن عبد القیس رضی اللہ عنہ

□عویم بن سعیدہ رضی اللہ عنہ

□ابوالحیثم بن التھان رضی اللہ عنہ

□اسد بن زرارہ رضی اللہ عنہ

□عوف بن حارث رضی اللہ عنہ

□عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ

□رافع بن مالک بن العجلان رضی اللہ عنہ

□قطبہ بن عامر حدیدہ رضی اللہ عنہ

عقبہ کے پہلے بیعت کی شرائط

یثرب کے لوگوں نے کچھ شرائط کے تحت بیعت لی جو یہ تھیں:

□ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گے۔

□ہم زنا نہیں کریں گے اور چور نہیں بنیں گے۔

□ہم کسی کی غیبت نہیں کریں گے۔

□ہم اپنے بچوں کو نہیں ماریں گے۔

□ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں گے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تعیناتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 12نبوی میں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو یثرب کے لوگوں کے ساتھ تبلیغ اسلام کے لیے بھیجا تھا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر قیام کیا۔ انہوں نے انصار کے ہر گھر میں مقامی مومنین کی مدد

سے اسلام کے پیغام کی تبلیغ کی۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ کی وجہ سے نئے لوگ اسلام قبول کرنے کا دعوے کر رہے تھے۔ رفتہ

رفتہ وادی قبا میں بھی اسلام کا پیغام پھیل گیا۔

اوس قبیلہ نے اسلام قبول کیا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے قبیلہ اوس سعد بن معاذ کے بااثر اور بہادر سردار کو اسلام کی دعوت دی۔ شروع شروع میں

اس نے انکار کر دیا لیکن جب اس نے قرآن پاک کی تلاوت سنی تو وہ بہت متاثر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔

قبیلہ اوس کے لوگوں نے جب دیکھا کہ ان کے سردار نے اسلام قبول کر لیا ہے تو سارے قبیلے نے اسلام قبول کر لیا۔

عقبہ کا دوسرا عہد

اگلے سال حج کے موقع پر مزید 75افراد نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ حلف اٹھانے والوں میں

سے دو خواتین بھی شامل تھیں۔ خواتین کے نام نصیبہ بنت کعب اور اسماء بنت عدی ہیں۔

حلف لینے والے صحابہ نے شائستگی اور احترام سے پوچھا کہ وہ کن شرائط پر لیں گے۔

حلف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا

□تم میری باتیں سنو گے اور خوشی اور غم میں ان پر عمل کرو گے۔

□ آپ کثرت اور کمی کی حالت میں پیسہ خرچ کریں گے۔

□ کم نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے روکو گے۔

□ آپ اللہ کی راہ میں کھڑے ہوں گے اور کسی کی تنقید کی زحمت نہیں کریں گے۔ □ اگر میں آپ سے مدد طلب کروں تو آپ میرا دفاع کریں گے، اور جس چیز سے آپ اپنے آپ کو، آپ کی بیویوں اور بچوں کو روکیں گے وہ مجھ سے روکیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم نے ان شرائط کو پورا کیا تو تمہارا بدلہ جنت ہے۔

اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو یثرب (مدینہ) کی طرف ہجرت کی اجازت دی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیعت کے تین ماہ بعد مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

لیکچر نمبر 25: سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم III

مدنی سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

مؤرخین اور سیرت نگاروں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو دو اہم حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ہجرت مدینہ سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو مکی زندگی کہا جاتا ہے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ ہجرت کے بعد کی زندگی کو مدنی زندگی کہا جاتا ہے۔ مدنی زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری دس سالوں پر مشتمل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی کے اہم پہلو درج ذیل ہیں:

1. مدینہ کا بھائی چارہ
2. مدینہ کا معاہدہ
3. جنگ بدر
4. جنگ احد
5. جنگ احزاب
6. معاہدہ حدیبیہ
7. خیبر کی فتح
8. جنگ متعہ
9. فتح مکہ
10. جنگ حنین
11. جنگ تبوک
12. آخری خطبہ

مدینہ کی طرف ہجرت

ہجرت کا پس منظر اور مقاصد

اعلان نبوت کے تیرہ سال بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کیوں کی؟ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی کیونکہ مکہ میں زندگی بہت مشکل تھی، مشرکین مکہ کے مظالم حد سے بڑھ گئے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مملکت بنی ہاشم کی بنیاد رکھنے اور نئی ریاست میں اسلامی اصولوں کے نفاذ کے لیے جان و مال کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کے لیے ہجرت کی۔

مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ اس سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تھے۔ انہوں نے انصار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بارے میں بتایا۔ انصار روزانہ کی بنیاد پر مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے منتظر تھے۔ جونہی محمد ﷺ کی آمد کی خبر پھیلنے لگی، ہجوم جوق در جوق مدینہ منورہ سے تلاوت کرتا رہا۔

اشرق البدر علینا من

ثنیات الوداع

وَجِبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا

مَدْعَا اللّٰمِ دَا اَع

اِبْهَا الْمُبْعُوْثُ فَيُنَا

جُنْتُ بِالْمَرِّ الْعِطَاعِ

مدینہ کے رہنے والے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے وقت مدینہ میں تین قومیں آباد تھیں۔

1. مبارک صحابہ

2. مدینہ کے مشرکین

3. یہودی

اخوت کا پس منظر

ہجرت کرنے والوں کو مدینہ میں جگہ دینے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مختلف چیلنجز تھے۔ ہجرت کرنے والے مکہ مکرمہ میں سب کچھ چھوڑ گئے تھے۔ اس لیے وہ مدینہ میں خالی ہاتھ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو مہاجرین کی مدد کی ترغیب دی۔ مدینہ کے انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر مہاجرین کی تقویت کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنا چاہا۔

مہاجرین اور مدد کرنے والوں کے درمیان بھائی چارہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر میں مددگاروں (انصار) اور مہاجرین (مہاجرین) کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا جسے اخوان المسلمین کہا جاتا ہے۔

اخوت کے مقاصد

اخوت کے مقاصد درج ذیل ہیں:

1. مدینہ میں مہاجرین کو آباد کرنے کی ضرورت تھی۔ کیونکہ وہ مکہ میں سب کچھ پیچھے چھوڑ گئے تھے۔

2. اس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو مضبوط کرنا تھا۔

امام غزالی رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک 'اخوت' رکھنے سے درج ذیل مقاصد حاصل ہوئے:

1. اخوت نے جابلانہ تعصبات کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

2. اخوت نے وطن، رنگ و نسل کی تفریق کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

اور نسل۔

صحابہ کرام کی قربانیاں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر انصار نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور انہوں نے مہاجرین کو بہت جلد آزاد ہونے میں مدد دی۔ انصار اپنے برادران وطن کے لیے بہت سخی تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ

ابن شہاب زہری سے مروی ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب مہاجرین مدینہ آئے تو ان کے پاس کچھ نہیں تھا حالانکہ انصار کے پاس زمین اور جائیداد تھی، انصار نے ان کو اپنی جائیدادیں دے دیں۔

زمین اس شرط پر کم مہاجر زمین پر کام کریں گے اور اس کے بدلے میں انصار ان کو نصف سالانہ پیداوار دیں گے۔ ان کی (یعنی انس کی والدہ جو عبداللہ بن ابو طلحہ کی والدہ بھی تھیں، نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ کھجوریں دیں، آپ نے انہیں اپنی آزاد کردہ لونڈی (ام ایمن) کو دی جو اسامہ بن زید کی والدہ بھی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اہل خیبر کے خلاف جنگ ختم کر کے مدینہ واپس آگئے، مہاجرین نے انصار کو وہ پھل لوٹا دیے جو انصار نے انہیں دیے تھے۔ کھجور کی ماں، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پرانے تحفے کے بدلے میں ام ایمن کو اپنے باغ سے دوسرے درخت دیے۔

مہاجرین کا اعتراف

بھائی چارے اور ہمدردی کے ماحول نے ان کے پیروکاروں کے دلوں میں بے لوثی کا جذبہ پیدا کیا، اور بہت صحت مند نتائج برآمد ہوئے۔ مثلاً عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی چارے کا رشتہ باندھا۔ اس کے اور سعد بن ربیع کے درمیان جو ایک امیر آدمی تھا، سعد نے کہا: انصار جانتے ہیں کہ میں ان سب میں سب سے زیادہ امیر ہوں، اس لیے میں اپنے اور آپ کے درمیان اپنی جائیداد کو دو حصوں میں تقسیم کروں گا۔ اور میری دو بیویاں ہیں، دیکھو تم دونوں میں سے کس کو پسند کرتے ہو تاکہ میں اسے طلاق دوں اور تم اس سے نکاح کر سکو جب وہ طلاق کی مقررہ مدت (یعنی عدت) گزرنے کے بعد تمہارے لیے حلال ہو جائے۔ عبدالرحمن نے کہا کہ اللہ آپ کے اہل خانہ (یعنی بیویوں) کو آپ کے لیے برکت عطا فرمائے۔ (لیکن عبدالرحمن بازار گئے) اور اس دن سوکھا دبی اور مکہن لے کر واپس نہ آئے۔ وہ کچھ ہی دن تجارت کرتا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔

اس کے کپڑوں پر پیلی خوشبو کے نشانات ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آپ نے کتنا مہر دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھجور کا وزن سونا یا کھجور کا ایک پتھر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھیڑ بکری کے ساتھ بھی شادی کی ضیافت کرو۔
95

اخوت کی انوکھی مثال

اخوت مدینہ کی بے مثال مثال تھی۔ بھائی چارے اور بے لوثی کی ایسی مثال آج تک کسی نے نہیں دیکھی۔ علامہ صفی الرحمن نے اپنی کتاب "الرحیق المختوم" میں ان کی صفت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

"اس طرح کی مثالیں مدد کرنے والوں کی جانب سے قربانی، ایثار اور ہمدردی کے جذبے کی طرف براہ راست اشارہ کرتی ہیں، اور اس قدر تعریف، شکرگزاری اور عزت نفس کی طرف بھی اشارہ کرتی ہیں جسے مہاجرین اپنے دلوں میں عزیز رکھتے تھے۔ انہوں نے صرف وہی لیا جس سے انہیں معقول زندگی گزارنے میں مدد ملی۔ مختصر یہ کہ آپسی بھائی چارے کی یہ پالیسی اتنی دانشمندانہ اور بروقت تھی کہ بہت سے ضدی مسائل حیرت انگیز اور معقول طریقے سے حل ہو گئے۔

معابدہ مدینہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (1 ہجری 622) قبل مسیح) میں مدینہ منورہ پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے مسلمانوں، یہودیوں اور مشرکین سے معابدہ کیا۔ اس معابدے کو "ميثاق مدینہ" کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق یہ چارٹر تاریخ میں دنیا کا پہلا تحریری آئین تھا۔ مدینہ کا یہ معابدہ ریاست مدینہ کی بنیاد پر منتج ہوا۔

94 صحیح البخاری (https://sunnah.com/bukhari:2630) 2630
95 صحیح البخاری (https://sunnah.com/bukhari:3781) 3781
©کاپی رائٹ ورچوئل یونیورسٹی آف پاکستان 171

میثاق مدینہ کی شرائط

تین یہودی قبائل بنو قینقنا، بنو نضیر اور بنو قریظہ مدینہ کے چارٹر کے اسٹیک ہولڈر تھے۔ وہ مدینہ کے مضافات میں رہتے تھے۔ مدینہ منورہ کے بین قبائلی تعلقات کے تناظر میں چارٹر کی اہمیت ہے۔ میثاق مدینہ کی اہم ترین شقیں درج ذیل ہیں:

1. خونریزی اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے چلا آ رہا ہے وہ باقی رہے گا۔

السی •

2. یہودیوں کو مذہبی آزادی ہوگی اور مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات ہوں گے۔

3. جب فریقین میں سے کسی ایک کی تیسرے فریق سے لڑنے کی باری ہو تو وہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

4. جب کوئی بیرونی طاقت مدینہ پر حملہ کرے گی تو دونوں فریق مل کر دفاع کریں گے۔ کوئی بھی فریق بیرونی حملہ آور قوت کے ساتھ تعاون نہیں کرے گا۔

5. جب فریقین میں سے ایک تیسری طاقت کے ساتھ صلح کر لیتا ہے تو دوسری بھی اس میں شامل ہو جائے گی۔

امن، لیکن مذہبی لڑائیاں اس سے مستثنیٰ ہوں گی۔

میثاق مدینہ کی ضرورت اور اہمیت

معابدہ مدینہ کی اہمیت درج ذیل ہے:

1. مدینہ کے ارد گرد رہنے والے یہودی قبائل ریاست مدینہ کے لیے خطرہ تھے۔

اس لیے اس معاہدے سے ریاست مدینہ ان کے حملے سے محفوظ رہی۔

2. کفار مکہ اس معاہدے کے ذریعے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں سرگرم تھے۔

متاثر

3. کفار مکہ اور یہودیوں کے درمیان اتحاد کا اندیشہ تھا۔

مدینہ منورہ کے معاہدہ سے یہ خطرہ قابو میں تھا۔

4. نوزائیدہ اسلامی ریاست کی بقا اور نظم و نسق کے لیے تمام فریقوں کو ایک قانون کے تابع ہونا ضروری تھا۔

میثاق مدینہ کے اثرات

مدینہ کا چارٹر مسلمانوں کے لیے بہت فائدہ مند تھا۔ اس کے کچھ اثرات درج ذیل ہیں:

1. مدینہ کے اوس اور خزرج کے درمیان لڑائیاں ختم ہوئیں۔

2. یہودیوں کی بالادستی ختم ہو گئی۔

3. ریاست مدینہ کی بقا کی ضمانت تھی۔

4. یہ مدینہ کے کفار کے لیے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں مشکلات پیدا کرتا ہے۔

بدر کی جنگ

بدر کی جنگ مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان لڑی گئی تھی جو رمضان المبارک کے مقدس مہینے 2 ہجری میں ہوئی تھی اس جنگ کے بارے میں قرآن کریم کی سورۃ انفال میں مختصر سی گفتگو موجود ہے۔ اس جنگ کو قرآن پاک میں "یوم الفرقان" کا نام دیا گیا ہے۔ علامہ صفی الرحمن کے مطابق یہ تاریخ اسلام کی پہلی فیصلہ کن معرکہ تھی۔ اس کے بعد مسلمانوں کو مدینہ میں اپنی اسلامی ریاست میں امن کے ساتھ رہنے کے لیے تقویت ملی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[illegible]

جنگ احد

احد ایک پہاڑ ہے جو مدینہ کے شمال میں واقع ہے۔ احد کی جنگ اندر ہی اندر لڑی گئی۔ اس پہاڑ کی وجہ سے اسے 'جنگ احد' کہا جاتا ہے۔

جنگ احد کا پس منظر

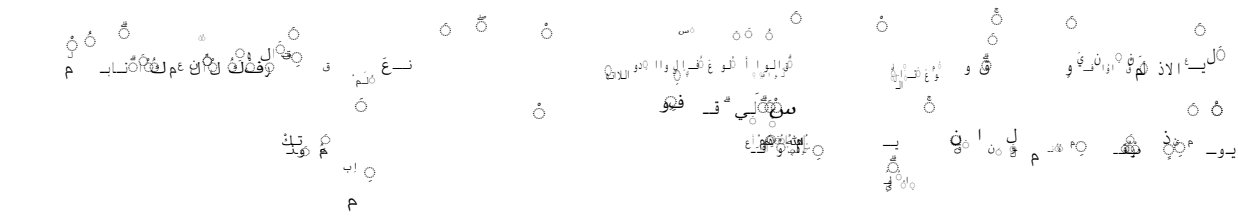
جنگ بدر میں مسلمانوں کو عظیم فتح حاصل ہوئی۔ بعد ازاں قریش مکہ اور یہودیوں سمیت علاقائی طاقتوں کو احساس ہوا کہ مسلمان اب کوئی معمولی طاقت نہیں رہے۔ بدر میں شکست کے بعد مشرکین مکہ کو بہت غصہ آیا اور وہ اپنی بے عزتی کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ وہ ان تجارتی راستوں پر بھی قبضہ کرنا چاہتے تھے جن پر مسلمانوں نے بدر کی جنگ کے بعد بھیڑ توڑ دی تھی۔ احد کی جنگ شوال 3 ہجری میں مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان احد پہاڑ پر ہوئی۔

مسلمانوں اور کافروں کی تعداد

اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد 1000 تھی، عبد اللہ بن ابی اپنے 300 ساتھیوں کے ساتھ مسلمانوں کی فوج سے نکلے اور اس جنگ میں صرف 700 لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اس کے مقابلے میں کفار کی فوج 3000 افراد پر مشتمل تھی۔

غزوہ احد کے حالات و واقعات

قریش مکہ نے ابو سفیان کی سربراہی میں ایک طاقتور لشکر ترتیب دیا۔ وہ مکہ چھوڑ کر مدینہ پر چڑھائی کر کے جنگ بدر میں قتل ہونے والے اپنے لوگوں کا بدلہ لینے کے لیے نکلے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صورت حال کے بارے میں تبادلہ خیال کے لیے ایک ملاقات کا اہتمام کیا۔ صورت حال سے نمٹنے کے لیے دو تجاویز تھیں۔ آخری فیصلہ یہ تھا کہ مکہ کی فوج کا مدینہ سے باہر سے سامنا کیا جائے۔ اس جنگ میں منافقین کے کردار کی اللہ تعالیٰ نے بہت مذمت کی۔ اس جنگ کے بارے میں قرآن مجید کی سورہ آل عمران میں مختصر سی گفتگو ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:



اور منافقوں کو آزمائے کے لیے ان سے کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں لڑو یا کم از کم (اپنا دفاع کرو) انہوں نے کہا: اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ لڑائی ہونے والی ہے۔ اس دن وہ ایمان سے کفر کے زیادہ قریب تھے اور اپنے منہ سے وہ بات کہہ رہے تھے جو ان کے دلوں میں نہیں تھی اور جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اللہ اس سے خوب واقف ہے۔ (القرآن 3:167)

احد پر تیر اندازوں کی تعیناتی۔

احد پہاڑ مسلمانوں کے پیچھے تھا۔ وہاں ایک درے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی کمان میں پچاس تیر انداز مقرر کر دیے۔ تاکہ دشمن اس راستے سے میدان جنگ میں داخل نہ ہو سکے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو تاکید فرمائی کہ وہ کسی بھی حالت میں اس جگہ کو نہ چھوڑیں۔

اللہ رب العزت کی مدد

جنگ احد میں مدد الہی کا حوالہ آیات 19 تا 127 میں آیا ہے۔

سورہ آل عمران اس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

۱. تین ہزار فرشتوں کے ذریعے مدد کا اعلان کیا گیا۔

2. مومنین کے دلوں کو مضبوط کرنا۔

3. جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ لڑ رہے تھے۔

اس پر) .

4. اللہ کی مدد اطاعت اور استقامت پر مشروط ہے .

غزوہ احد کے نتائج

یہ جنگ بغیر کسی حتمی فیصلے کے ختم ہو گئی۔ مسلمانوں کی بعض غلطیوں اور منافقین کے کردار کی وجہ سے مسلمان قریب سے زیادہ ہار گئے۔ یہ نقصان ان کے امتحان کے لیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی وجہ سے تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

[illegible]

تمہیں اللہ سے امید ہے۔ (انعام یعنی جنت کے لیے) جس کی وہ امید نہیں رکھتے۔" (القرآن 4:104)

صحابہ کی ابتدائی فتح اور فتح کو شکست میں بدلنا

تعداد اور ساز و سامان کی کمی کے باوجود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جذبہ ایمانی سے جہاد کیا۔ کفار کا جھنڈا گرا ہوا تھا اور وہ میدان جنگ سے بھاگ نکلے تھے۔ صحابہ نے سوچا کہ جنگ ختم ہو گئی اور انہوں نے لڑنا چھوڑ دیا۔ متعین جگہ پر تیر انداز بھی یہ سوچ کر وہاں سے چلے گئے کہ جنگ ختم ہو گئی ہے۔ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق صرف دس صحابہ کے ساتھ قیام کیا۔

صحابہ کی بیعت

جب مسلمان پیچھے ہٹنے لگے تو کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر دیا۔

خالد بن ولید نے غیر مسلموں کو جمع کیا اور پیچھے سے حملہ کیا۔ اس حملے کے دوران صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کردار بہت اہم تھا۔

1. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ کی وجہ سے پھیلی۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

2. حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کفار کے حملے کو ناکام بنایا۔

3. حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ سے تیروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کر رہے تھے۔

4. حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھال بنے۔

5. حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تیز چلائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی۔

بہادری.

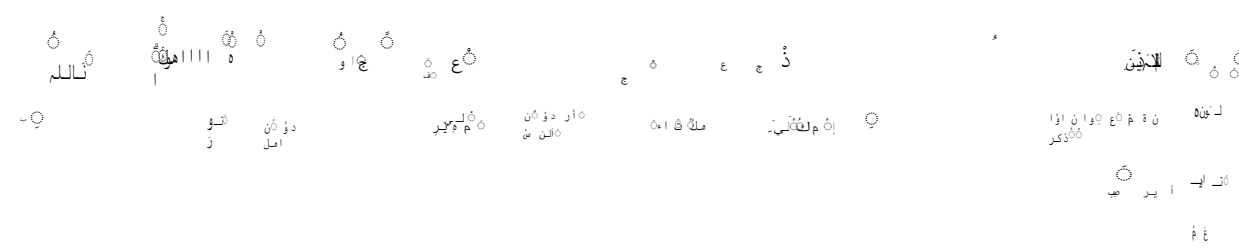
6. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کفار پر حملہ کیا اور انہیں بھگا دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے اور سر مبارک پر چوٹیں آئیں، اس جنگ میں ستر (70) صحابہ کرام شہید ہوئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جو کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے، شہید کر دیے گئے اور ان کے جسم کو بندہ نے رسوا کیا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ ان تمام شہداء کو احد میں سپرد خاک کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا۔

جنگ احزاب

یہ مسلمانوں پر قریش کا آخری اور آخری حملہ تھا۔ قریش نے اس جنگ میں تمام عرب قبائل کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔

اسی لیے اسے "غزوہ احزاب" کہا جاتا ہے۔



ن لائے ہو، یاد کرو اللہ کی اس نعمت کو جو تم پر ہے جب تم پر فوجیں آئیں اور ہم نے ان پر آندھی اور ایسے لشکر بھیجے جنہیں تم نے نہیں دیکھا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ ۱۱ [القرآن 33:09]

غزوہ احزاب کے اسباب

یہ معرکہ 5ہجری میں پیش آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے دفاع کے لیے صحابہ کرام سے رائے لینے کے لیے ایک کونسل کا اہتمام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے بالآخر شہر میں رہ کر مدینہ کا دفاع کرنے کا فیصلہ کیا۔ قریش ناکام ہو گئے اور اس کے بعد وہ مدینہ پر دوبارہ حملہ نہ کر سکے۔ اس جنگ کی اہم وجوہات درج ذیل ہیں۔

- 1. یہودیوں کی اسلام کے خلاف نفرت۔
- 2. یہودی قبائل کی جلاوطنی۔
- 3. یہودیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بدلہ لینے کی منصوبہ بندی کی۔

جنگ احزاب کے حالات

یہودی قبائل کے سردار مکہ کے سرداروں سے ملنے اکٹھے ہوئے^۱ انہیں مسلمانوں کے خلاف مشترکہ جنگ پر اکسایا^۲ بنو غطفان نے بھی یہودیوں کی درخواست پر اسلام کے خلاف جنگ میں شمولیت اختیار کی۔ یہودیوں نے ہر اس قبیلے کو جمع کیا جو اسلام کے خلاف تھا۔ اس جنگ میں کفار کی کل تعداد دس ہزار تھی۔

مسلمانوں کی جنگ کی تیاری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کے حملے کی اطلاع ملی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار افراد کا لشکر تیار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفاع کے لیے ایک کونسل بلائی۔ تمام ارکان نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے پر اتفاق کیا۔

خندق کی کھدائی

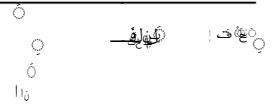
مسلمانوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قول پر خندق کھودنی شروع کر دی۔ صحابہ کرام بھوک سے نڈھال تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوک کی وجہ سے خندق کھودتے وقت خود دو پتھر باندھے تھے۔ صحابہ کرام نے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف معجزات دیکھے۔

جنگ احزاب کے نتائج

جب کفار پہنچے تو خندق کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ بعض کافروں نے خندق پار کرنے کی ناکام کوشش کی۔ کفار وہاں ایک ماہ تک رہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک جاسوس بنا کر بھیجا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں اور کفار کے درمیان پھوٹ ڈالنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت امیر (رض) یہودیوں اور مشرکین کے درمیان پھوٹ ڈالنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس بریک اپ کی وجہ سے وہ آسانی سے ہار گئے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی اور دشمنوں کی قوتوں میں بے چینی اور بے چینی پیدا کی۔ اللہ نے آندھی اور طوفان کے ذریعے مسلمانوں کی مدد فرمائی، کفار کو شکست ہوئی۔

©45کاپی رائٹ ورچوئل یونیورسٹی آف پاکستان

قریش نے سہیل بن عمرو کو صلح کے لیے بھیجا . کی تاریخ میں یہ ایک بڑی کامیابی تھی .
اسلام اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے :



''بے شک ہم نے آپ کو کھلی فتح عطا کی ہے۔'' (الفرآن 48:01)

معابدہ حدیبیہ کے اہم نکات

اس معابدے کے چند اہم منٹ درج ذیل ہیں:

1. مسلمان اس سال عمرہ کیے بغیر واپس جائیں گے۔
2. وہ اگلے سال میں 3 دن کے لیے آ سکیں گے۔
3. دونوں فریق دس سال تک لڑائی بند کر دیں گے۔
4. جو محمد کے عہد میں داخل ہونا چاہے گا وہ ایسا کر سکے گا اور
- جو قریش کے ساتھ اتحاد کرنا چاہے گا وہ بھی کر سکے گا۔
5. قریش میں سے جو کوئی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مدینہ آئے گا اسے واپس کر دیا جائے گا لیکن مدینہ کا کوئی شخص جو مکہ آئے گا اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

لیکچر نمبر :26سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم IV -

خیبر کی فتح

جنگ خیبر کا پس منظر

جنگ خیبر 7 ہجری میں یہودیوں کے خلاف لڑی گئی صلح حدیبیہ کے بعد مسلمانوں کو کفار مکہ سے تحفظ حاصل ہوا۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے نمٹنے کا فیصلہ کیا۔ خیبر کے یہودی اسلام کے خلاف مستقل سازشوں میں مصروف ہیں۔ خیبر کی جنگ اسلام کے خلاف یہودیوں کی غداریوں کو روکنے کے لیے لڑی گئی۔

خیبر کا علاقہ

خیبر مدینہ سے تقریباً 100 میل شمال میں ایک بڑا شہر تھا۔ قلعے اور فصلیں تھیں۔ خیبر کی آبادی دو حصوں میں تقسیم تھی۔ ایک حصے میں 5 مضبوط قلعے تھے۔ دوسرے حصے میں چھوٹے چھوٹے قلعے بھی تھے۔

خیبر کی طرف روانگی اور عبداللہ بن ابی کا فساد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کو حملہ کرنے کے لیے تیار کرنے کا اعلان فرمایا خیبر بیعت رضوان میں شرکت کرنے والے صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے گئے۔ آپ (ص) نے اس تحریک کو پوشیدہ رکھا لیکن عبداللہ بن ابی نے اہل خیبر کو اس تحریک سے خبردار کیا۔

بنو غطفان سے مدد کی اپیل

یہودیوں نے خبر ملتے ہی اپنا انتظام کر لیا۔ انہوں نے اس سے مدد طلب کی۔ بنو غطفان کے یہودی۔

خیبر میں مسلمانوں کی فوج

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو ایسی جگہ پر ڈیرے ڈالے جہاں سے فرار کا راستہ روکا جا سکتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھ کر خیبر میں داخل ہوئے اور بنو غطفان اور دیگر قبائل کا راستہ روک دیا۔

حضرت علی کو جھنڈا دینا اور مرحب کو شکست دینا

یہودیوں نے قلعہ میں رہ کر خیبر میں ایک مضبوط جگہ پر رہ کر لڑنے کا ارادہ کیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان کیا کہ وہ فتح کے لیے سب سے پیارے شخص کو جھنڈا دیں گے۔ اگلی صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں داخل ہوئے اور مرحب سے جنگ کی اور اسے شکست دی۔ مرحب کے قتل کے بعد مسلمانوں نے اس قلعہ کو آسانی سے فتح کر لیا۔ اور جلد ہی پہلے حصے کے باقی تمام قلعوں کو فتح کر لیا۔

خیبر کے دوسرے حصے کو بغیر لڑائی کے فتح کرنا

پہلے قلعہ میں شکست کے بعد، یہودی مسلمانوں کو بغیر جنگ کے زمین دینے پر راضی ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کی طرف سے مسلمانوں کو جزیہ دینے کی شرط پر جنگ بندی پر اتفاق کیا۔ یہ مسلمانوں کی شاندار فتح تھی۔

متعم کی جنگ

جنگ متعم کا پس منظر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عمیر اُردی کو خط دے کر بصرہ روانہ فرمایا 8ھ میں روم کے گورنر شرجیل نے حارث بن عمیر اُردی کو قتل کر دیا۔ اس قتل پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت ناراض ہوئے۔

جنگ کی تیاری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً تین ہزار کا لشکر تیار کرنے کا حکم دیا۔ حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید رضی اللہ عنہ کی شہادت کے معاملے میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو کمانڈر نامزد کیا۔ اسی طرح عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جعفر رضی اللہ عنہ کے معاملے میں کمانڈر نامزد کیا۔ شہید مسلمان جب مان کے علاقے میں پہنچے تو انہیں دشمنوں کی تعداد کی اطلاع ملی۔ وہ دو لاکھ تھے۔

جنگ کا آغاز

مسلم فوج کے کمانڈروں نے دشمنوں سے لڑنے کے لیے میٹنگ کا اہتمام کیا۔ انہوں نے عبداللہ بن رواحہ کو شہادت کی نیت سے آگے بڑھنے کا مشورہ قبول کیا۔ اور متعم کے علاقے میں لڑنے کا فیصلہ کیا۔ یہ تین ہزار سے دو لاکھ کا مقابلہ تھا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کمانڈروں کی شہادت کی خبر دی۔

مسلمانوں کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں شکست و ریخت سے بچانا

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کی فوج کے سپہ سالار بنے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا دشمن سے لڑنے کا جذبہ قابل تعریف تھا اور اس جنگ میں آپ کے ہاتھ میں 9 تلواریں ٹوٹی تھیں۔ اس نے فورس کی ترتیب بدل دی۔ اس تبدیلی کی وجہ سے کفار کی فوج خوف و ہراس میں مبتلا تھی۔ کفار کی فوج نے مسلمانوں کی فوج کا پیچھا نہیں کیا اور اس طرح مسلمان انہیں شکست دینے میں کامیاب ہو گئے۔

مسلمانوں کی سالمیت اور مضبوط امیج میں اضافہ

مسلمانوں نے 3000 کی فوج کے ساتھ اس وقت کی سپر پاور کے خلاف جنگ لڑی۔ متعم۔ اس جنگ کے بعد مسلمانوں کو دنیا کی ایک نثر قوم سمجھا جاتا ہے۔

فتح مکہ

فتح مکہ کا پس منظر

حدیبیہ کے معاہدے کی دفعات میں یہ شامل تھا کہ کسی ایک قبیلے پر حملہ اس طرف سے حملہ تصور کیا جائے گا۔ اس دفعہ کے تحت بنو خزاعہ مسلمانوں میں شامل ہو گئے اور بنو بکر قریش میں شامل ہو گئے۔ بنو بکر کے نوفل بن معاویہ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ 8 ہجری میں رات کے اندھیرے میں بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور ان کو قتل کر دیا۔

بنو خزاعہ کے لوگ قریش نے اس حملے میں بنو بکر کو مدد فراہم کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاہدے کی خلاف ورزی کی اطلاع

عمرو بن سالم خزائی مدینہ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا واقعہ سنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن سالم خزائی کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا کہ تمہاری مدد کی گئی ہے۔

ابو سفیان کا مدینہ منورہ کی تجدید امن کے لیے جانا

قریش کو اپنی بدنامی کا احساس ہوا۔ ابو سفیان معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کے لیے مدینہ تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

جنگ کی خفیہ تیاری

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے معاملہ سامنے آنے کے بعد صحابہ کو تیار کرنے کا حکم دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ ہمارے جاسوس اور خیریں قریش تک نہ پہنچیں۔ مسلمان خفیہ طور پر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ اس وقت حاطب بن ابی بلتم نے اس تحریک کی خبر مکہ والوں تک پہنچانے کی غلطی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غلطی کو نظر انداز کر دیا کیونکہ وہ بدر کے ساتھی تھے۔

اسلامی فوج مکہ کے راستے میں

دس ہزار صحابہ کا لشکر بنا۔ یہ لشکر 10 رمضان المبارک 8 ہجری کو مدینہ منورہ سے نکلا، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضرت عباس بن عبدالمطلب سے ملاقات ہوئی۔ جعفر میں رضی اللہ عنہ۔ مسلمانوں نے فوج کے کیمپ کے لیے مر الظہران کا انتخاب کیا۔ ابو سفیان کو اسی جگہ گرفتار کیا گیا اور اس نے اسلام قبول کیا۔

مکہ مکرمہ میں اسلامی فوج کا داخلہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی طو ئ میں لشکر کا بندوبست فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو چار گروہوں میں تقسیم کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو وادی مکہ کے نچلے حصے سے داخل ہونے کا حکم دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر رضی اللہ عنہ کو وادی مکہ کے بالائی حصے سے داخل ہونے کا حکم دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو وادی مکہ کے سامنے سے داخل ہونے کا مشورہ دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں تشریف لائے اور بتوں کو گرا دیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد صحن کعبہ میں تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود اور طواف کعبہ کو بوسہ دیا۔ تمام بت خانہ کعبہ سے باہر پھینک دیے گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر اذان دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحن کعبہ میں نماز پڑھی۔

عام معافی کا اعلان

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کی مکمل فتح کے بعد خطاب فرمایا۔ آپ (ص) نے اس وقت سب کے لیے عام معافی کا اعلان کیا۔

کوہ صفا پر بیعت

فتح مکہ مسلمانوں کی شاندار فتح تھی۔ مشرکین مکہ نے اسلام کی سچائی کا اعتراف کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر لوگوں سے اسلام کی بیعت لی۔ فتح مکہ کے بعد مکہ میں بت پرستی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ اس کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کی چابیاں حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیں اور واپس مدینہ تشریف لے گئے۔

حنین کی جنگ

جنگ حنین کا پس منظر

مسلمانوں کی فتح مکہ نے بعض قبائل کو زیر کر لیا۔ کچھ طاقتور اور متکبر قبائل نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اور وہ مسلمانوں کے خلاف لڑنا چاہتے تھے۔ ہوازن اور طائف قبائل مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے محاذ پر تھے۔ مزر، جشان، سعد بن ابی بکر اور بنو ہلال کے لوگ بھی ان کے ساتھ شامل ہوئے۔ یہ قبائل مالک بن عوف نصری کی قیادت میں مسلمانوں کے خلاف لڑے۔

کافروں کی پیش قدمی اور اوطاس میں قیام

مالک بن عوف اس جنگ میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے عورتوں، بچوں اور مویشیوں کو اپنے ساتھ لے گئے۔ تمام قبائل اوطاس میں مالک بن عوف کی قیادت میں جمع تھے۔ مالک بن عوف نے مسلمانوں کی طرف اپنے جاسوس بھیجے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جاسوس

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کی نقل و حرکت کا علم ہوا۔ ابو بدر اسلمی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جاسوس بنا کر بھیجا تھا۔

حنین کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لشکر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ ہزار کا لشکر ترتیب دیا۔ بعض صحابہ کا خیال تھا کہ شاید وہ شکست نہ کھا سکیں کیونکہ وہ تعداد میں دشمن سے زیادہ ہیں۔ وہ صحابہ کے اس طرز عمل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہیں کرتے تھے۔

جنگ کا آغاز اور کفار کی شکست

دشمنوں نے مسلمانوں پر تیروں سے حملہ کیا۔ یہ بہت شدید حملہ تھا۔ اس نے مسلمانوں کے کارواں میں انتشار پیدا کیا۔ جلد ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو دوبارہ منظم کیا اور دوبارہ حملہ کیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دشمن کی طرف خاک پھینکی۔ مسلمانوں نے اس صورتحال پر قابو پالیا اور دشمن کو شکست دی۔

جنگ تبوک

جنگ تبوک کا پس منظر

مسلمان عرب میں سب سے بڑی طاقت بن کر ابھر رہے تھے۔ اب رومی سلطنت کو مسلمانوں سے حملے کا خطرہ محسوس ہوا۔ قیصر روم نے شام کی سرحد کو محفوظ بنانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ موتہ کی جنگ کو ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ قیصر روم نے پھر مسلمانوں کے خلاف فیصلہ کن جنگ کے لیے ایک بڑا لشکر تیار کیا۔

غسان اور روم کی جنگی تیاری

رومی فوج کی پیش قدمی کی خبر مسلمانوں تک پہنچی۔ برکولیس (رومن کمانڈر) چالیس ہزار کا لشکر لے کر مسلمانوں کی طرف بڑھا۔ مختلف دوسرے قبائل بھی ان میں شامل ہو گئے اور عیسائی طاقتیں مسلمانوں کے خلاف متحد ہو گئیں۔ اس حملے کے بارے میں شام کے تجارتی قافلوں کے ذریعے مسلمانوں کو آگاہ کیا جاتا ہے۔

مشکل حالات

مسلمانوں کے لیے درج ذیل وجوہات کی بنا پر اس جنگ کے لیے آگے بڑھنا بہت مشکل تھا۔

1. گرمی کی شدت

2. قحط

3. پھلوں کے پکنے کا موسم

روم سے جنگ کا اعلان اور صحابہ کی بیعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ تبوک کے متعلق اعلان فرمایا۔ صحابہ کرام نے سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر قربان کر دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تمام سامان پیش کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آدھا سامان اس جنگ کے لیے فراہم کر دیا گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے تجارتی قافلے کو 1900 اونٹ، 100 گھوڑے اور بہت سی نقدی پیش کی، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے 29 کلو چاندی پیش کی۔ اس مہم میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ نے بھی حصہ لیا۔

تبوک کے راستے میں مسلمان

اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد 30 ہزار تھی۔ مسلمان تبوک پہنچ گئے۔ تبوک کے کنویں کا پانی معجزانہ طور پر بڑھ گیا۔ جنگ سے ایک رات قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریت کے طوفان کی پیشین گوئی مسلمانوں کی مدد کے لیے تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ رومی فوج منتشر ہو کر میدان جنگ سے بھاگ گئی۔ اللہ کے حاکم نے جزیہ کی شرط کے مطابق مسلمانوں سے صلح کر لی۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بھی اسی شرط کے مطابق دوسرے قبائل کے حکمرانوں سے صلح کی۔ مسلمان فوج بغیر لڑائی لڑے فتح کے ساتھ واپس لوٹ گئی۔

الوداعی خطبہ

خطبہ الوداعی کا پس منظر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا اور آخری حج 10 ہجری میں فرمایا اس حج کو حج الوداع کہا جاتا ہے۔ آپ (ص) نے 9 ذی الحج کو حجاج کرام کو خطبہ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آخری خطبہ کو "خطبہ حج الوداع" کہا جاتا ہے۔ یہ نبی کی زندگی کا سب سے اہم باب تھا۔ اس وقت تقریباً 124000 صحابہ موجود ہیں۔

انسانی حقوق کا پہلا چارٹر

یہ خطبہ انسانی حقوق کا پہلا منشور ہے اور اس میں انسانیت کے ہر طبقے کے لیے رہنمائی موجود ہے۔

برتری کا واحد معیار راستبازی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا کہ تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اے کالے کو گورے پر کوئی فوقیت نہیں۔ عظمت و برتری کا واحد معیار تقویٰ ہے۔

الناس ان ربك واحد وأبكم واحد، أتل فل لعريب عيل جعمي َول لعجمي عيل عزيز ِل ألسود عيل أمجر ُ ول ألمجر عيل ألسود ای آپہا
97
ہل یوقتدب

''اے لوگو تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے، نہ کسی عربی کو عجمی پر، نہ عجمی کو عربی پر، نہ کالے کو سرخ پر اور نہ سرخ کو کالے پر۔ سوائے تقویٰ کے۔''

خواتین کے حقوق

صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے بارے میں خوف خدا رکھنے، ان کے حقوق کا خیال رکھنے کی تلقین کی۔
ان کے ساتھ محبت اور شفقت سے پیش آئیں۔

اَوَاللّٰمِ اِنَّا قَدْ وَفَّقْنَاكَ اَعْمَالَكَ مَعَهُ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا قَدْ وَفَّقْنَاكَ اَعْمَالَكَ مَعَهُ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا قَدْ وَفَّقْنَاكَ اَعْمَالَكَ مَعَهُ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا قَدْ وَفَّقْنَاكَ اَعْمَالَكَ مَعَهُ

''عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو، کیونکہ تم نے انہیں خدا کی امانت سے لیا اور بنایا
ان کی شرمگاہیں خدا کے کلام سے حلال ہیں۔''

غلاموں کے حقوق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو غلاموں کے برابر درجہ دینے کی تلقین فرمائی۔ ان کا علاج کرو
احترام اور مہربانی کے ساتھ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھانا کھلانے اور اپنے جیسا لباس پہننے کا حکم دیا۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا قَدْ وَفَّقْنَاكَ اَعْمَالَكَ مَعَهُ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا قَدْ وَفَّقْنَاكَ اَعْمَالَكَ مَعَهُ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا قَدْ وَفَّقْنَاكَ اَعْمَالَكَ مَعَهُ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا قَدْ وَفَّقْنَاكَ اَعْمَالَكَ مَعَهُ

''اپنے بندوں کا خیال رکھنا۔ انہیں کھلاؤ جیسا کہ تم کھاتے ہو، انہیں ویسا ہی پہناؤ جیسا تم پہنتے ہو۔ اگر وہ کوئی خطا کرتے ہیں اور آپ
انہیں معاف نہیں کرنا چاہتے تو آپ انہیں سزا دینے کے بجائے بیچ سکتے ہیں۔''

شیطان سے بچو

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیردار کیا کہ شیطان انسانوں کا ازلی دشمن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شیطان کی چالوں
سے باز رہنے کی تلقین کی۔
اَوَاللّٰمِ اِنَّا قَدْ وَفَّقْنَاكَ اَعْمَالَكَ مَعَهُ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا قَدْ وَفَّقْنَاكَ اَعْمَالَكَ مَعَهُ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا قَدْ وَفَّقْنَاكَ اَعْمَالَكَ مَعَهُ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا قَدْ وَفَّقْنَاكَ اَعْمَالَكَ مَعَهُ

''نہیں، شیطان اس بات سے ناامید ہو گیا ہے کہ آپ کے اس ملک میں کبھی بھی اس کی عبادت کی جائے، لیکن وہ اس کی اطاعت کرے
گا جن میں سے آپ اپنے اعمال کو حقیر جانتے ہیں، اور وہ ان سے راضی ہو جائے گا۔''

ختم نبوت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت بیان کی۔

اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ آج دین مکمل ہو گیا۔ سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا قَدْ وَفَّقْنَاكَ اَعْمَالَكَ مَعَهُ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا قَدْ وَفَّقْنَاكَ اَعْمَالَكَ مَعَهُ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا قَدْ وَفَّقْنَاكَ اَعْمَالَكَ مَعَهُ
اَللّٰهُمَّ اِنَّا قَدْ وَفَّقْنَاكَ اَعْمَالَكَ مَعَهُ

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔''

98	سنن ابی داؤد، حدیث. 1905
99	مسند احمد، حدیث: 15815
100	سنن ابن ماجہ، حدیث. 2479
101	

ا
ل
ق
ر
آ
ن

0
5
:
0
3

لتیڈا کریمج اسلامک I -

خلافت حق کا تعارف

خلافت حق کا مفہوم

خلافت ایک عربی لفظ ہے، جس کے لغوی معنی "نمائندگی" کے ہیں۔ اور خلیفہ کو "نائب" کہا جاتا ہے۔ خلافت کی اصطلاح سے مراد وہ سیاسی نظام ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے احکام و ضوابط نافذ ہوں اور اس کے مطابق زندگی بسر کی جائے۔

راشدہ کا مطلب ہے "صادق"۔ خلافت سے مراد وہ خلافت ہے جس میں قرآن و حدیث کی تمام تعلیمات پر عمل کیا جاتا تھا۔ خلافت راشدہ 4 خلفائے راشدین کا دور ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دور 30 سال رہا۔ یہ دور 11 ہجری میں شروع ہوا اور 40 ہجری میں ختم ہوا۔

خلافت کی اہمیت فقہاء نے نظام خلافت کے قیام اور خلیفہ کی تقرری کو امت کے فرائض اور واجبات میں شمار کیا ہے۔

برصغیر کے معروف عالم شاہ ولی اللہ دہلوی نے خلافت کی اہمیت کے بارے میں درج ذیل دو دلائل بیان کیے ہیں:

1. حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب سے پہلے صحابہ کرام نے انتخاب کیا۔
خلیفہ

2. قرآن کریم کے بہت سے واضح احکام کی بنیاد الف کے قیام پر ہے۔
حکومت

ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ فوری طور پر خلیفہ کا انتخاب کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت تھی۔

خلافت صالحہ کی اہم خصوصیات

خلافت صالحہ کی کئی اہم خصوصیات ہیں جن میں سے بعض ذیل میں بیان کی جاتی ہیں:

□ قرآن و سنت کی مکمل پابندی: اسلام کی تعلیمات پر سختی سے عمل
خلافت کے تمام معاملات، اصلاحات اور فیصلوں میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

□ نظام شور ۓ خلافت صحیحہ میں شوریٰ کا نظام رائج تھا۔

اسلامی قوانین کے مطابق مجلس شور ے سے مشاورت کے بعد فیصلے کیے جاتے تھے۔ خلیفہ اور اس کے عہدیداروں اور گورنروں کی تقرری اور برطرفی مجلس شور ے کے مشورے پر کی گئی۔ مجلس شور ے سرکردہ صحابہ پر مشتمل تھی اور ضرورت پڑنے پر لوگوں کو بھی مشاورت میں شامل کیا جاتا تھا۔

□ عہدیداروں اور کارکنوں سے سوال کرنا: خلفائے راشدین کے زمانے میں جو حکام اور گورنر مقرر ہوئے تھے، ان سے غفلت نہیں برتی گئی۔ اگر کسی علاقے کے لوگوں نے کسی علاقے کے حکمران کے بارے میں شکایت کی تو تحقیقات کے بعد اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی اور اگر الزامات ثابت ہوں تو اسے سرزنش یا برطرف بھی کیا جائے گا۔

□ مکمل فلاحی ریاست: خلافت راشدہ کے دوران کیے گئے تمام اقدامات، اصلاحات اور فیصلوں میں عوام کی فلاح و بہبود، امن و امان کی فضا پیدا کرنے اور اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ اور ترقی کو خصوصی طور پر مدنظر رکھا گیا۔

ﻻﻛﺠﻮ ﻣﺎﻝ ﭼﻬﻮﺯ ﻛﺮ ﻣﺮﻩ ﮔﺎ ﻭﻩ ﺍﺱ ﻛﻪ ﻭﺭﺋﺎﺀ ﻣﯿﻦ ﺗﻘﺴﯿﻢ ﺑﻮ ﮔﺎ ﺍﻭﺭ ﺟﻮ ﻣﺮﻩ ﮔﺎ ﻭﻩ ﻗﺮﺵ ﻛﺎ ﺑﻮﺟﻪ ﺍﻭﺭ ﺑﻪ ﺳﻬﺎﺭﺍ ﺍﻭﻻﺩ ﭼﻬﻮﺯ ﻛﺮ ﻣﯿﺮﻩ ﭘﺎﺱ ﺁﺋﻪ ﮔﺎ ﺍﻭﺭ ﺍﺱ ﻛﻲ ﺫﻣﻢ ﺩﺍﺭﻯ ﻣﺠﻪ ﭘﺮ ﺑﻮ ﮔﻲ۔

ﻻﻋﺪﻝ: ﺧﻠﻔﺎﺋﻪ ﺭﺍﺷﺪﯨﻦ ﻋﺪﻝ ﻛﻪ ﻣﻌﺎﻣﻠﻪ ﻣﯿﻦ ﺑﯿﺖ ﺣﺴﺎﺱ ﺗﻬﻲ۔ ﺍﻣﯿﺮ ﺍﻭﺭ

ﻏﺮﯨﺐ، ﺳﯿﺎﻩ ﻭ ﺳﻔﯿﺪ، ﺧﻠﯿﻔﻪ ﺍﻭﺭ ﻋﺎﻡ ﺁﺩﻣﻲ ﻛﺎ ﻗﺎﻧﻮﻥ ﺍﯨﻚ ﺑﻲ ﺗﻬﺎ۔

ﻻﺍﻳﻢ ﻣﺤﻜﻤﻮﻥ ﺍﻭﺭ ﻧﻈﺎﻣﻮﻥ ﻛﺎ ﻗﯿﺎﻡ: ﺧﻼﻑ ﺗﻪ ﺣﺠﯿﻢ ﻣﯿﻦ ﻋﺪﻟﯿﻢ، ﺍﻓﺘﺎﺀ، ﭘﻮﻟﯿﺲ، ﺟﯿﻞ ﺧﺎﻧﻪ ﺟﺎﺕ، ﻣﺎﻝ ﻭﻏﯿﺮﻩ ﻛﺎ ﻣﺤﻜﻢ ﺑﺎﻗﺎﻋﺪﻩ ﻭﺟﻮﺩ ﻣﯿﻦ ﺁﻳﺎ۔ ﺑﻪ ﺷﻌﺎﺭ ﻗﻠﻌﻪ، ﭼﻬﺎﯞﻧﯿﺎﻥ ﺍﻭﺭ ﻣﻬﻤﺎﻥ ﺧﺎﻧﻪ ﺑﻨﺎﺋﻪ ﮔﻠﻪ۔ ﻧﻬﺮﯨﻦ، ﭼﺸﻤﻪ ﺍﻭﺭ ﺳﺮﺍﺋﻪ ﺑﻨﺎﺋﻪ ﮔﻠﻪ۔

ﻻﺣﻘﻮﻕ ﺍﻟﻌﺒﺎﺩ ﻛﺎ ﺗﺤﻔﻆ: ﺧﻠﻔﺎﺋﻪ ﺭﺍﺷﺪﯨﻦ ﻣﯿﻦ ﻟﻮﮔﻮﻥ ﻛﻪ ﺣﻘﻮﻕ ﭘﺮ ﺧﺼﻮﺻﻲ ﺗﻮﺟﻪ ﺩﻯ ﺟﺎﺋﻲ ﺗﻬﻲ۔ ﻋﻮﺍﻡ ﻛﻪ ﺣﻘﻮﻕ ﻛﺎ ﺳﺨﺘﻲ ﺳﻪ ﺗﺤﻔﻆ ﻛﯿﺎ ﮔﯿﺎ ﺍﻭﺭ ﻛﻮﻧﻲ ﻛﺴﻲ ﻛﻮ ﺍﻥ ﻛﻪ ﺣﻘﻮﻕ ﺳﻪ ﻣﺤﺮﻭﻡ ﻧﻬﯿﻦ ﻛﺮ ﺳﻜﺘﺎ ﺗﻬﺎ۔ ﻏﯿﺮ ﻣﺴﻠﻤﻮﻥ ﻛﻮ ﺑﻬﻲ ﺍﺳﻼﻣﻲ ﺗﻌﻠﯿﻤﺎﺕ ﻛﻪ ﻣﻄﺎﺑﻖ ﺗﻤﺎﻡ ﺍﻧﺴﺎﻧﻲ ﺍﻭﺭ ﺷﻬﺮﻯ ﺣﻘﻮﻕ ﺣﺎﺻﻞ ﺗﻬﻲ۔ ﺍﻧﻬﯿﻦ ﻣﺬﺑﯿﻲ ﺁﺯﺍﺩﻯ ﺣﺎﺻﻞ ﺗﻬﻲ ﺍﻭﺭ ﻭﻩ ﺍﭘﻨﻪ ﻣﺬﺑﯿﻚ ﻛﻪ ﻣﻄﺎﺑﻖ ﺍﭘﻨﻲ ﻋﺒﺎﺩﺕ ﮔﺎﺑﻮﻥ ﻣﯿﻦ ﺁﺯﺍﺩﻯ ﺳﻪ ﻋﺒﺎﺩﺕ ﻛﺮ ﺳﻜﺘﻪ ﺗﻬﻲ۔

1ﺧﻼﺳﯿﻔﻪ: ﺣﺰﺭﺕ ﺍﺑﻮﺑﻜﺮ ﺻﺪﯨﻖ ﺭﺯﻯ ﺍﻟﻠﻪ ﻋﻨﻪ

ﺗﻌﺎﺭﻑ

ﺗﯿﻤﻮﺗﻲ: ﻋﯿﺪ: ﺍﺑﻮﺑﻜﺮ ﻟﻘﺐ: ﺻﺪﯨﻖ (ﻋﺮﺵ ﻛﻲ ﻓﻮﺭﺍﺕ ﺗﺼﺪﯨﻖ)

ﻋﺘﯿﻖ (ﺭﺳﻮﻝ ﺍﻟﻠﻪ ﺻﻠﻲ ﺍﻟﻠﻪ ﻋﻠﯿﻪ ﻭﺳﻠﻢ) ﻧﻪ ﻓﺮﻣﺎﻳﺎ: "ﺗﻤﻬﯿﻦ ﺍﻟﻠﻪ ﻧﻪ ﺁﮔ ﺳﻪ ﺑﺠﺎ ﻟﯿﺎ ﺑﻪ" 102ﻗﯿﺒﯿﻠﻪ: ﺑﻨﻲ ﺗﯿﻢ

ﻭﺍﻟﺪ ﻛﺎ ﻧﺎﻡ: ﻋﺜﻤﺎﻥ ﺑﻦ ﻋﺎﻣﺮ ﻭﺍﻟﺪ ﻛﻲ ﻛﻨﯿﺖ: ﺍﺑﻮ ﻗﺤﺎﻓﻪ 8ﻫﺠﺮﻯ ﻣﯿﻦ ﻓﺘﯿﺢ ﻣﻜﻪ ﻛﻪ ﻣﻮﻗﻊ ﭘﺮ ﻣﺴﻠﻤﺎﻥ ﺑﻮﻧﻪ

ﻭﺍﻟﺪﻩ ﻛﺎ ﻧﺎﻡ: ﺳﻠﻤﻲ ﺑﻨﺖ ﺻﻐﺮ ﻭﺍﻟﺪﻩ ﻛﻲ ﻛﻨﯿﺖ: ﺍﻡ ﺍﻟﺨﯿﺮ (ﺍﺑﺘﺪﺍﺋﻲ ﺍﻳﺎﻡ ﻣﯿﻦ ﺍﺳﻼﻡ ﻗﺒﻮﻝ ﻛﯿﺎ)۔

ﺍﻭﻻﺩ: ﺗﯿﻦ ﺑﯿﺘﻪ (ﻋﺒﺪﺍﻟﻠﻪ، ﻋﺒﺪﺍﻟﺮﺣﻤﻦ، ﻣﻌﺪ) ﺗﯿﻦ ﺑﯿﺘﯿﺎﻥ (ﺍﺳﻤﺎﺀ، ﻋﺎﺋﺸﻪ، ﺍﻡ ﺍﻟﻤﻮﻣﯿﻨﯿﻦ)، ﻛﻠﺜﻮﻡ

ﭘﯿﺪﺍﺋﺶ: ﻋﺎﻡ ﺑﺎﻧﻬﻲ ﻛﻪ ﺩﻭ ﺳﺎﻝ ﺍﻭﺭ ﭼﻨﺪ ﻣﺎﻩ ﺑﻌﺪ ﭘﯿﺪﺍ ﺑﻮﺍ۔

ﻭﻓﺎﺕ: 22ﺟﻤﺎﺩﻯ ﺍﻻﺧﺮ 13ﻫﺠﺮﻯ ﻛﻮ ﻣﺴﻠﺴﻞ ﺑﺨﺎﺭ ﻛﻲ ﻭﺟﻪ ﺳﻪ ﻣﻨﮕﻞ ﻛﻲ ﺭﺍﺕ ﻭﻓﺎﺕ ﭘﺎﺋﻲ ﺍﻭﺭ ﺣﺰﻭﺭ ﺻﻠﻲ ﺍﻟﻠﻪ ﻋﻠﯿﻪ ﻭﺳﻠﻢ ﻛﻪ ﭘﻬﻠﻮ ﻣﯿﻦ ﺩﻓﻦ ﺑﻮﻧﻪ۔

ﻭﻓﺎﺕ ﻛﻪ ﻭﻗﺖ ﺍﻥ ﻛﻲ ﻋﻤﺮ 63ﺑﺮﺱ ﺗﻬﻲ۔

ﺫﺍﺗﻲ ﺧﺼﻮﺻﯿﺎﺕ ﺍﻭﺭ ﻣﺮﺍﻋﺎﺕ

ﻻﭘﻬﻼ ﺷﺨﺺ ﺟﺲ ﻧﻪ ﺍﺳﻼﻡ ﻗﺒﻮﻝ ﻛﯿﺎ۔

ﻻﺗﻤﺎﻡ ﻣﻮﺍﻗﻊ ﭘﺮ ﺁﭖ ﺻﻠﻲ ﺍﻟﻠﻪ ﻋﻠﯿﻪ ﻭﺳﻠﻢ ﻧﻪ ﻓﻮﺭﺍﺕ ﺣﺰﻭﺭ ﺻﻠﻲ ﺍﻟﻠﻪ ﻋﻠﯿﻪ ﻭﺳﻠﻢ ﻛﻲ ﺗﺼﺪﯨﻖ ﻓﺮﻣﺎﺋﻲ۔

ﻻﻭﻩ ﻗﺮﯨﺶ ﻛﻪ ﺑﺰﺭﮔﻮﻥ ﻣﯿﻦ ﺳﻪ ﺗﻬﻲ۔

ﻻﺍﺳﻼﻡ ﺳﻪ ﭘﻬﻠﻪ ﻗﺮﯨﺶ ﻛﻪ ﺩﯨﺖ ﺍﻭﺭ ﺟﺮﻣﺎﻧﻪ ﻛﻪ ﻓﯿﺼﻠﻪ ﺁﭖ ﻛﻪ ﺳﭙﺮﺩ ﺗﻬﻲ۔

ﻻﺍﺳﻼﻡ ﻗﺒﻮﻝ ﻛﺮﻧﻪ ﺳﻪ ﭘﻬﻠﻪ ﺑﻬﻲ ﻭﻩ ﺑﺖ ﭘﺮﺳﺘﻲ ﺟﯿﺴﻲ ﻋﺎﻣ ﻋﺎﺩﺍﺕ ﺳﻪ ﻣﺤﻔﻮﺯ ﺗﻬﻲ۔

ﺍﻭﺭ ﭘﯿﻨﻪ،

ﻻﻭﻩ ﺗﺎﺭﯨﺦ ﺍﻭﺭ ﻧﺴﺐ ﻧﺎﻣﻪ ﻛﻲ ﺳﺎﻧﺲ ﻛﻪ ﺳﺐ ﺳﻪ ﺑﺰﻩ ﻣﺎﺑﺮ ﺗﻬﻲ۔ ﺭﺳﻮﻝ ﺍﻟﻠﻪ ﺻﻠﻲ ﺍﻟﻠﻪ ﻋﻠﯿﻪ ﻭﺳﻠﻢ ﻧﻪ ﻓﺮﻣﺎﻳﺎ: ﺑﯿﺸﻚ ﺍﺑﻮﺑﻜﺮ ﻗﺮﯨﺶ ﻣﯿﻦ ﺍﻥ ﻛﻪ ﻧﺴﺐ ﻛﻪ ﺑﺎﺭﻩ ﻣﯿﻦ ﺳﺐ ﺳﻪ ﺯﯨﺎﺩﻩ ﺟﺎﻧﻨﻪ ﻭﺍﻟﻪ ﺑﯿﻦ۔

ﻻﺍﯨﻚ ﻣﻮﻗﻊ ﭘﺮ ﻣﻜﻪ ﻛﻪ ﺍﯨﻚ ﺳﺮﺩﺍﺭ ﺍﺑﻦ ﺍﻟﺪﻏﻨﻢ ﻧﻪ ﺩﺭﺝ ﺫﯨﻞ ﻓﺰﺍﺋﻞ ﺑﯿﺎﻥ ﻛﯿﻪ۔

ﺣﺰﺭﺕ ﺍﺑﻮﺑﻜﺮ ﺻﺪﯨﻖ ﺭﺯﻯ ﺍﻟﻠﻪ ﻋﻨﻪ:

''ﺗﻢ ﺷﺮﻭﺭﺕ ﻣﻨﺪﻭﻥ ﻛﻲ ﻣﺪﺩ ﻛﺮﺗﻪ ﺑﻮ، ﺭﺷﺘﻪ ﺩﺍﺭﻭﻥ ﻛﺎ ﺧﯿﺎﻝ ﺭﻛﻬﺘﻪ ﺑﻮ ﺍﻭﺭ ﻟﻮﮔﻮﻥ ﻛﺎ ﻗﺮﺵ ﺍﺩﺍ ﻛﺮﻧﻪ ﻛﻲ ﺫﻣﻢ ﺩﺍﺭﻯ ﻟﯿﺘﻪ ﺑﻮ، ﻣﻬﻤﺎﻥ ﻧﻮﺍﺯﻯ ﻛﺮﺗﻪ ﺑﻮ ﺍﻭﺭ ﻣﺴﯿﺒﺖ ﺯﺩﻩ ﻟﻮﮔﻮﻥ ﻛﻲ ﻣﺪﺩ ﻛﺮﺗﻪ ﺑﻮ۔''

اسلام قبول کرنے کے بعد کی زندگی

ان کی دعوت پر حضرت زبیر بن العوام، عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ، سعد بن ابی وقاص، عثمان بن مظعون، ابو عبیدہ بن الجراح، عبدالرحمن بن عوف، خالد بن سعید بن العاص، ابو سلمہ، عبدالاسد اور ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

اس نے بہت سے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جو مسلمان ہو گئے (حضرت بلال بن رباح، عامر بن فہیرہ، ام عباس، زبیرہ، نذیرہ، جریم، بنی مومل، نہدیم اور ان کی بیٹی)۔

بہر مشکل اور مشکل میں حضورؐ کا بھرپور ساتھ دیا۔

مکہ سے ہجرت کے سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔

مدینہ منورہ اور سفر کے تمام انتظامات کئے۔

تمام لڑائیوں میں سب سے آگے رہیں۔

اس نے مسجد نبوی کے لیے جگہ خریدی۔ تبوک کے موقع پر آپ نے اپنا سب کچھ دیا۔ صدقہ میں مال

ہجری میں مسلمانوں نے اپنی نگرانی میں پہلا باقاعدہ حج کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بیماری کے دوران آپ کے حکم سے 17 نمازیں پڑھی گئیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقع پر صحابہ کرام کو تسلی دی اور بڑی دور اندیشی اور ہوشیاری سے معاملہ نمٹا دیا۔

اس کی عزتیں اور تسبیحات

جنت کی بشارت دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ملی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر تھے۔

وہ اپنے سفروں اور زیارتوں میں ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے۔

اس کے والدین، بچے اور پوتے پوتے ساتھی تھے۔ ہم اعزاز صرف ان کے خاندان کو ملا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر حضرت ابوبکر صدیق کو سب سے زیادہ محبوب قرار دیا۔

اس کے لیے شخص 106

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے زیادہ خفیہ اور خاص مشیر تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر معاملے میں سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشورہ کرتے تھے اور ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت کو ترجیح دیتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے گھروں کے تمام دروازے مسجد کے اندر بند کر دیے۔

سوائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر کے دروازے کے۔ 107

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر وہ ہیں جنہیں قیامت کے دن جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔

104	صحیح بخاری، حدیث 2297
105	صحیح بخاری، حدیث 3695
106	صحیح مسلم، حدیث 2384/ ابن ماجہ، حدیث 101
107	صحیح بخاری، حدیث 3654
108	صحیح بخاری، حدیث 1897

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد امت کو متحد رکھنے کے لیے خلیفہ کا انتخاب بہت ضروری تھا۔ چنانچہ صحابہ کرام مدینہ منورہ کے ایک مقام "سقیفہ بنی ساعدہ" میں مشاورت کے لیے جمع ہوئے اور آخر کار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا پہلا خلیفہ منتخب کیا گیا۔

دور خلافت کے اہم اقدامات

خلیفہ مقرر ہونے کے بعد ابوبکر صدیق نے بہت سے اہم اور فیصلہ کن اقدامات کیے:

مشکل حالات کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقرر کردہ سپہ سالار حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی کمان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تیار کردہ فوج بھیجی۔

تقوت کے جھوٹے دعویداروں (مسیلمہ کذاب، اسود انصاری، طلحہ بن خویلد اور سیحہ بنت الحارث) کو دبانے کے لیے فوج بھیجیں۔

کچھ مرتد اور باغی (بحرین میں نعمان بن منذر، عمان میں لقیط بن مالک اور کندہ کے علاقے سے کچھ) ہلاک ہو گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والے قبائل اور افراد کے خلاف ایک مضبوط اور کامیاب مہم چلائی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورے سے قرآن مجید کو محفوظ کرنے کے لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے ایک ترمیم

شدہ کتاب کی صورت میں مرتب کرنے کا اہتمام کیا اور اس مقصد کے لیے مصنف وحی حضرت زید رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ بن ثابت رضی اللہ عنہ

اس نے ملک سے باہر جہادی مہمات شروع کیں اور عراق اور شام کے کئی علاقوں کے ساتھ ساتھ توج اور مکران کے علاقے بھی حملے کی زد میں آئے۔

خلافت صدیق کی اہم خصوصیات

انتظام شوری کی پیروی کی گئی۔ تمام اہم معاملات میں کبار اور اہل الرائے صحابہ کرام (حضرت عمر فاروق، عثمان غنی، علی المرتضیٰ عبد الرحمٰن بن عوف، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے تھے۔ بن ثابت)۔

انتظامیہ کو بہتر بنانے اور سہولت فراہم کرنے کے لیے، سلطنت کو کئی صوبوں (مدینہ، مکہ، طائف، صنعاء، نجران، حضرموت، بحرین اور دمت الجندل) میں تقسیم کیا گیا۔ ہر صوبے کا ایک الگ ایڈمنسٹریٹر ہوتا تھا جو صوبے کا نظام مقامی سطح پر چلاتا تھا۔

کا شعبہ لوگوں کی سہولت اور دینی امور کی تفہیم اور تعلیم کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ علم الہیات اور فقہ کے ماہرین (حضرت عمر فاروق، غنی، علی المرتضیٰ عبد الرحمٰن بن عوف، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت) کو مختلف صوبوں میں مفتی مقرر کیا گیا۔ ان افتا عثمان مقرر کردہ مفتیوں کے علاوہ کسی کو فتویٰ دینے کی اجازت نہیں تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلامی تعلیمات اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق غیر مسلموں کے ساتھ نہایت محتاط اور نرم رویہ اختیار کیا۔ غیر مسلموں کو مسلمانوں کے برابر حقوق دیے گئے۔ جزیہ کا نظام اور شرح مقرر تھی جس میں کمزور اور معذور ذمی کا علاج آسانی سے کیا جاتا تھا۔

لیکچر نمبر: 28

تاریخ اسلام - دوم

2

nd

خلیفہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

تعارف

نام: عمر کنیت: ابو حفص لقب: فاروق (اسلام لانے کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے کفر اور ایمان کے درمیان واضح فرق کر دیا) قبیلہ: بنو عدی

والد کا نام: خطاب بن نفیل والدہ کا نام: حنظلہ/خاتمہ بنت ہاشم بن مغیرہ

اولیائے نبوی (عبداللہ، عمر، عیسیٰ، الہ، ابراہیم، زین العابدین)

(ام المومنین)

پیدائش: ہاتھی سال کے 13 سال بعد پیدا ہوا۔

موت: ابو لولو فیروز نامی غلام نے نماز فجر کے وقت اسے چھریوں کے وار کرکے شدید زخمی کر دیا۔ تین دن بعد یکم محرم 24 ہجری بروز ہفتہ کو آپ کی شہادت ہوئی آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دفن کیا گیا۔

ذاتی خصوصیات اور مراعات

□ زمانہ جاہلیت میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قریش کے سفیر تھے۔

وہ قریش کے سفارت کار کی حیثیت سے مختلف قبائل اور ممالک میں جایا کرتے تھے۔

مضبوط تھا اور جس چیز کو وہ سچ سمجھتا تھا اس پر قائم رہتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت میں اللہ کے حکم میں سب سے زیادہ سخت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔"

□ اس نے گھڑ سواری، کشتی اور تیر اندازی میں مہارت حاصل کی۔

□ وہ بہترین خطیب تھے۔ وہ مشکل ترین وقت میں بات سمجھانے اور بات چیت کے ذریعے مسائل حل کرنے کے ماہر تھے۔

□ اس کے پاس فیصلہ کرنے کی بڑی طاقت تھی کہ قریش کے لوگ اس کے پاس اپنے جھگڑے طے کرنے کے لیے آتے تھے۔

□ وہ مکہ کے ان چند لوگوں میں سے تھے جو لکھنا پڑھ سکتے تھے۔

□ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسی ہیبت ناک شخصیت تھے کہ ان کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں نے کعبہ شریف میں

کھلے عام نماز ادا کرنا شروع کر دی۔

اس سے پہلے مسلمان کفار کے نقصان کے خوف سے چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم عمر رضی اللہ عنہ کے بعد معزز ہوئے۔

اسلام قبول کرنا۔ " 110

اسلام قبول کرنے کے بعد کی زندگی

□ پہلی وحی کے چھ سال بعد اسلام قبول کیا۔ ایک دن وہ تلوار لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادے سے گھر سے نکلا۔ راستے میں جب اسے اپنی بہن اور بھابھی کے اسلام قبول کرنے کی خبر ملی تو اس نے پہلے ان سے نمٹنے کا فیصلہ کیا اور ان کے گھر چلا گیا۔ وہاں اس نے سورہ ظہ کی تلاوت سنی اور اس سے اسلام کی حقیقت ان کے دل میں صاف ہو گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

□ دوسرے مسلمانوں کے برعکس اس نے عوامی ہجرت کی اور کسی کو اس کا راستہ روکنے کی ہمت نہ ہوئی۔

□ آپ نے اسلام کی تمام جنگوں میں شرکت کی۔

□ ہر موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔

غزوہ تبوک کے موقع پر آپ نے اپنا آدھا مال اللہ کی راہ میں دے دیا .

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقع پر وہ اس قدر مشتعل ہوئے کہ تلواریں لے کر مسجد میں کھڑے ہو گئے اور کہا کہ جس نے کہا کہ میں نے دنیا پر پردہ ڈال دیا ہے میں اس کی گردن اڑا دوں گا . یہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بے پناہ محبت کی وجہ سے تھا .

ثقیف بنی ساعدہ میں سب سے پہلے آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خلیفہ اول کی بیعت کی .

اس کی عزتیں اور تسبیحات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی دعا فرمائی . "اے اللہ! اسلام کو ان دو آدمیوں میں سے سب سے زیادہ محبوب کے ذریعے عزت عطا فرما: ابوجہل کے ذریعے یا عمر بن الخطاب کے ذریعے." 111

اسلام قبول کرنے کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا کہ یہاں کے رہنے والے عمر کے اسلام قبول کرنے پر آسمان بھی بہت خوش تھا .

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا جنت 112

□حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جس راستے پر چل رہے تھے شیطان اسے چھوڑ دیتا تھا . رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابن الخطاب! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! شیطان آپ کو کبھی کسی راستے پر نہیں پاتا بلکہ وہ آپ کے راستے کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کرتا ہے." 113

□رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوگا تو وہ عمر ہوگا." 114دوسری جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "پہلی امتوں میں محدثین اور الہام تھے . میری امت میں اگر کوئی محدث اور الہام ہے تو وہ عمر ہے."

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل پر حق رکھ دیا ہے کہ وہ صرف سچ بولتے ہیں .

□رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فتنوں کا دروازہ

جب تک یہ شخص (عمر) تمہارے درمیان ہے بند رہے گا .

□جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: عمر کو سلام کہو اور جان لیں کہ ان کا غصہ غالب ہے اور ان کے پاس لذت اور حکمت ہے .

اولیاء عمر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں بہت سے اچھے کام شروع کیے جنہیں "اولیاء عمر رضی اللہ عنہ" کہا جاتا ہے . ان میں سے کچھ اعمال ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں:

•حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت عمر نے ہجری کیلنڈر شروع کیا .

•حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عدلیہ کو انتظامیہ سے الگ کر دیا .

•بیت المال کا صحیح نظام قائم کیا . اس سلسلے میں انہوں نے کئی اصلاحات کیں .

•فوج کا محکمہ قائم کیا اور رضاکار "مجاہدین" کی تنخواہیں مقرر کیں .

•حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ، بصرہ، موصل، فوستات وغیرہ جیسے نئے شہر بسائے .

•مردم شماری کرائی گئی .

•مکہ اور مدینہ کے درمیان مسافروں کے لیے سرائے قائم کریں .

111	جامع الترمذی، حدیث 4045
112	صحیح بخاری، حدیث 3680، 3679
113	صحیح بخاری، حدیث 3683
114	جامع الترمذی، حدیث 3686
115	صحیح بخاری، حدیث 3689

• نئی نہریں کھودیں اور آبپاشی کا بندوبست کریں۔

• "اماموں" اور "مؤذنوں" کی تنخواہیں مقرر کریں

• انہوں نے قرآن، حدیث اور فقہ کی تعلیم کے لیے دینی درسگاہیں قائم کیں۔

ان میں تنخواہ دار اساتذہ مقرر کئے۔

معارفِ عمر

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق قرآن کریم کے بے شمار احکام اور آیات نازل ہوئیں جن کو "مؤلفات عمر" کہا جاتا ہے جو درج ذیل

ہیں:

۱۵ اس شخص کو قتل کرنا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو نہیں مانتا

۱۶ مقام ابراہیم پر نماز پڑھنے کا حکم

۱۷ مسلم خواتین کے پردے کا حکم

۱۸ شراب کی ممانعت

۱۹ بدر کے قیدیوں کو قتل کرنے کی رائے

۲۰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی اور معصومیت کا اظہار

اس موقع پر جب اس پر جھوٹا الزام لگایا گیا۔

۲۱ گھروں میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کا حکم

۲۲ آیت کا نزول: "جو کوئی اللہ اور اس کے فرشتوں اور رسولوں کا دشمن ہے جبرائیل اور میکائیل کا تو اللہ کافروں کا دشمن ہے"۔

۲۳ اس آیت کا نزول: "پس اللہ بابرکت ہے جو سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔" 117

۲۴ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ جو کہ بائبل کے بہت بڑے عالم تھے، ایک بار فرمایا کہ آسمانوں کا بادشاہ زمین کے بادشاہ سے پچھتا رہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لیکن وہ اس بادشاہ پر افسوس نہیں کرتا جو اپنے آپ کو دبائے رکھتا ہے۔ پھر کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے

کہا کہ اللہ کی قسم تورات میں بھی یہی الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت

وفات سے پہلے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے صحابہ کرام (حضرت عبدالرحمن بن عوف، عثمان بن عفان، اسید بن حضیر، سعید طلحہ

بن عبید اللہ وغیرہ) سے مشاورت کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ مسلمانوں کا خلیفہ مقرر ہوا۔ جب انؓ اپنی بن

زید،

سے کہا گیا کہ حضرت عمر بہت سخت ہیں تو آپ اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے کیا کہیں گے؟ اس نے کہا: میں کہوں گا: اے اللہ میں نے تیرے

بہترین بندے کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔

۱ تمام لوگوں نے بغیر کسی اختلاف کے حضرت عمر فاروقؓ کے خلیفہ ثانی کی بیعت کی۔

۲ خلیفہ مقرر ہونے کے بعد آپ نے خطبہ دیا۔ اس نے کہا: اے اللہ! میں سخت ہوں، مجھے نرم کر، میں کمزور ہوں، مجھے طاقت دے، میں کنجوس

ہوں، مجھے سخی بنا دے۔

پھر فرمایا: اللہ نے مجھے آپ کے ذریعے اور آپ کے بعد اور میرے دونوں ساتھیوں کے ذریعے آزمایا ہے۔

اللہ کی قسم! میں آپ کے سامنے آپ کا مسئلہ حل کروں گا اور اس مسئلہ کے لیے مضبوط اور قابل اعتماد حضرات مقرر

کروں گا جو مجھ سے دور ہوں گے۔ اللہ کی قسم! اگر لوگ میرے ساتھ اچھا سلوک کریں گے تو میں ان کے ساتھ اچھا سلوک

کروں گا۔ اور اگر لوگ میرے ساتھ برا سلوک کریں گے تو میں انہیں سخت سزا دوں گا۔

دور فاروقی کے اہم اقدامات

البد
قرة
:
98
ال
هو
منذ
خون
:
14

بہت سے علاقے (دمشق، حمص، بعلبیک، بصرہ، الہ، اردن، تبریاس، ابواز، مدین، تکریت، قنصر، حلب، انطاکیہ، منج، سروج، قرقیس، نیشاپور، حلوان، سمسات، حران، نصیبی، موصل، قیصر مصر، اسکندریہ، زار، نہاوند، آذربائیجان، ڈینور، مسبدان، بعدان، طرابلس، مغرب، رے، عسکر، قم، کرمان، سجستان، مکران، اسبھان) فتح ہوئے۔

لاریونیو ڈیپارٹمنٹ، پولیس، جیل، عدلیہ قائم کیا۔

لوگوں کی فلاح و بہبود کے لیے رات کو گشت شروع کر دیا۔

زمینوں کی پیمائش کی گئی۔

ہجری تاریخ شروع ہوئی۔

مسجد نبوی کی توسیع کی گئی اور پتھر کا فرش بنایا گیا۔ اس نے کعبہ کی توسیع بھی کی اور طواف کرنے اور نماز پڑھنے والوں کی سہولت کے لیے وہاں سے تھوڑے فاصلے پر بیت اللہ سے متصل مقام ابراہیم کو بھی بٹا دیا۔

مسلمانوں کے خلیفہ کے لیے امیر المومنین کا لقب اختیار کیا گیا۔

لوگوں میں رقم کی تقسیم کے لیے باقاعدہ فہرستیں رکھیں۔

بصرہ، کوفہ جیسے نئے شہروں کے قیام اور آباد کاری پر توجہ دی گئی۔

اور Fustat.

خلافت فاروقی کی اہم خصوصیات

انتظام شوری کی پیروی کی گئی۔ تمام اہم معاملات میں کبار اور اہل الرائے صحابہ کرام سے مشورہ کیا جاتا تھا۔ بدر صحابہ کی رائے کو خاص اہمیت دی گئی۔ کونسل میں بزرگوں کے ساتھ ساتھ نوجوانوں کو بھی شامل کیا گیا تاکہ وہ تربیت یافتہ ہو کر مستقبل میں ہم ذمہ داری نبھانے کے قابل ہو سکیں۔ تاہم اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ مشاورتی اجلاس میں تمام شرکاء قرآن حفظ کریں۔

حکمرانوں کے لیے شرط یہ تھی کہ وہ ترکی کے گھوڑے پر سوار نہ ہوں۔ اچھا کھانا نہ کھاؤ، پتلے کپڑے نہ پہنوں۔ ضرورت مندوں کے لیے دروازے ہمیشہ کھلے رکھیں۔ ہر گورنر کی تقرری کے وقت اس کے اثاثوں کی تفصیلات لکھ کر خزانے میں جمع کی جاتی تھیں۔

فاروقی دور میں عوام کو بہت آزادی دی گئی۔ انہیں صبح و شام کسی بھی وقت سفر کرنے کی اجازت تھی، رہائش اور جائیداد کی حرمت، اظہار رائے کی آزادی اور غیر مسلموں کے لیے مذہبی آزادی۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں جب بہت سے علاقے فتح ہوئے تو مفتوحہ علاقوں میں باقاعدہ فوجی بیرکیں قائم کی گئیں جہاں ایک محفوظ فوج تعینات تھی اور ضرورت پڑنے پر کمک فراہم کی جاتی تھی۔

لوگوں کے حقوق کا خیال رکھا گیا۔ لوگوں کو اطلاع دینے اور مدد کرنے کے لیے رات کو گشت کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کو جو بھی نقصان پہنچتا ہے اس کا ذمہ دار میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ہوں۔

لیکچر نمبر: 29 تاریخ اسلام III -

خلیفہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ 3rd

تعارف

کنسیتشنا ابوی عکبہ (ابن النضر) غنلقی (ابن النضر) کنی (اراسم مکیں بدہو بیتٹیپاییسنه عثرمایچکیحا) نور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

قبیلہ: بنو امیہ

والد کا نام: عفان بن ابی الوعاء، ناناؤم: لاعد: روه: یبینیتے ذ (رعیطہ اللہ، عبد اللہ الاصغر، عمار، خالد، عمر، ابان، ولید، سعید،

عبد المالك)

7 بیٹیاں (مریم، ام سعید، ام ابان، ام عمار، عائشہ، مریم بنت نائلہ، ام البنین)

پیدائش: بائیسویں سال کے 6 سال بعد پیدا ہوا۔

وفات: 18 ذوالحجہ 35 ہجری کو شہید ہوئے۔

ذاتی خصوصیات اور مراعات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہ واحد شخص ہیں جنہوں نے ایک نبی کی دو بیٹیوں سے نکاح کیا۔

PBUH

اسلام لانے سے پہلے بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اچھے اخلاق کے مالک تھے اور قریش ان کی صفات کی وجہ سے ان سے بہت محبت کرتے تھے۔ اس زمانے میں عرب عورتیں اپنے بچوں کو ان الفاظ میں لوری گاتی تھیں کہ میں تم سے اتنی ہی محبت کرتی ہوں جتنی قریش عثمان سے کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح نظر آتے ہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑوں کو دوبارہ ترتیب دیا اور فرمایا کہ میں اس شخص سے کیوں نہ شرمائوں جس سے فرشتے بھی شرماتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح نظر آتے ہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق حضرت لوط علیہ السلام کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑوں کو دوبارہ ترتیب دیا اور فرمایا کہ میں اس شخص سے کیوں نہ شرمائوں جس سے فرشتے بھی شرماتے ہیں۔

وآپ ان کے نام کی تبدیلی کی۔ دوں میں (حضرت ابوبکر، علی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بعد) چوتھے تھے۔ تبدیلی کے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سخاوت بے مثال تھی۔ اسی لیے وہ رہا ہے۔

غنی کا لقب دیا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد کی زندگی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اللہ کی راہ میں دو مرتبہ ہجرت کی۔ ایک بار حبشہ اور دوسری مرتبہ

مدینہ کو

غزوہ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ کی شدید علالت کی وجہ سے وہ بدر کی جنگ میں شریک نہ ہو سکے۔

□ آپ صلی اللہ علیہ وسلم "بیعت رضوان" کا سبب تھے اور اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دوسرے ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا اور ان کی طرف سے بیعت بھی کی۔

غزوہ تبوک کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں اتنا مال خرچ کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ آج کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کا کوئی عمل انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

□ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا شمار اہم ترین وزیروں اور مشیروں میں ہوتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زیادہ تر اہم معاملات میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو محرم کے مہینے سے ہجری سال شروع کرنے کا مشورہ دیا۔

اس کی عزتیں اور تسبیحات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس دنیا میں رہتے ہوئے دو بار جنت خریدی۔ ایک بار اس نے "روما کا کنواں" خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی "روما کا کنواں" خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کرے گا، اس کے لیے جنت ہے، 120 دوسری بات یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے لیے زمین کا ایک ٹکڑا وقف کیا جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو خریدے گا۔ ایک زمین اور اسے مسجد میں شامل کرے تو اسے جنت میں بہتر جگہ ملے گی۔

□ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت کی بشارت ملی
PBUH.121

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ میں عثمان رضی اللہ عنہ عادات اور اخلاق میں مجھ سے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔

□ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنہ (فتنہ) کے دوران حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور ان کی نیکی کی خبر دی۔ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فتنے کا ذکر فرمایا، اسی دوران حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص اس دن ظلم سے مارا جائے گا۔ اور فرمایا: اس دن یہ شخص نیک ہو جائے گا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت

4 محرم 24 ہجری کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تدفین کے تیسرے دن صحابہ کرام نے باہمی مشاورت سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو تیسرا خلیفہ مقرر کیا اور نماز فجر کے بعد بیعت کی۔

□ خلیفہ سنبھالنے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے گورنروں اور کمانڈروں کو خطوط لکھے اور کچھ نصیحتیں کیں۔

118	صحیح بخاری، حدیث 3698
119	الشمس المشرقة
	120 صحیح بخاری، کتاب 62، باب 7 (ترجمہ الباب)
121	صحیح بخاری، حدیث 3695

اس کے دور حکومت میں بہت سے علاقے (رے، اکثر روم، صبور، جرجان، دارابازرو، اندلس، استخار، قمر، جور، خراسان، طوس، سورخ، مروہ، بیک) فتح ہوئے۔

26 ہجری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد حرام کی توسیع کی۔

26 ہجری میں اہل مکہ کی درخواست پر جدہ کی ایک نئی بندرگاہ تعمیر کی گئی۔
شعبہ کی پرانی بندرگاہ کا مقام۔

29 ہجری میں آپ نے مسجد نبوی کی توسیع کی اور اس میں کچھ آرائش کا انتظام کیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دارالقضاء بنوایا، جب کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مسجد میں فیصلے ہوتے تھے اور اس مقصد کے لیے کوئی علیحدہ عمارت نہیں تھی۔

عثمانی دور کے اہم اقدامات

تمام مسلمانوں کو قرآن پاک کی ایک تلاوت پر جمع کیا۔

اس نے نماز کے لیے اذان دینے والوں کی تنخوابیں مقرر کیں۔

سرکاری جانوروں کے لیے گھاس کے میدان مختص۔

مالی معاملات میں کچھ اصلاحات کی گئیں، جیسے کہ جمع کرنا اور تقسیم کرنا
زکوٰۃ۔ لوگوں کو اپنی زکوٰۃ خود ادا کرنے کی اجازت تھی۔

پولیس کا سربراہ مقرر کیا گیا۔

زمینوں کی نجی ملکیت کا قانون نافذ کیا گیا۔

اسلامی فوج کا پہلا بحری بیڑا عثمانی دور اور قبرص میں تشکیل پایا۔

اس بحری بیڑے کی مدد سے فتح کیا گیا۔

خلافت عثمانیہ کی اہم خصوصیات

انتظام شوری کی پیروی کی گئی۔ تمام اہم معاملات میں عقلمند اور عاقل صحابہ کرام خصوصاً بدر میں شریک صحابہ سے مشورہ کیا جاتا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران قرآن و سنت کے احکام اور پھر سابقہ خلفائے راشدین کے طریقہ کار کو برقرار رکھا۔ نظام شوری، عدل و انصاف کی پاسداری، آزادی رائے کا احترام اور احتساب کا تقاضا تھا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بہت زیادہ دولت پیدا ہوئی۔

بعض مورخین کے مطابق عثمانی دور آرام و آسائش کا زمانہ تھا، جیسا کہ

دولت کی فراوانی تھی اور وہ خود بھی شریف تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مفتوحہ علاقوں میں غیر کاشت شدہ زمینوں کی آباد کاری کے نظام پر بہت زیادہ توجہ دی۔ اس سلسلے میں انہوں نے بہت سے لوگوں کو غیر کاشت شدہ زمینیں دی ہیں تاکہ اسے آباد کر کے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ چنانچہ مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان زمینوں کا سالانہ منافع 9 ہزار درہم تھا جو عثمانی دور میں بڑھ کر 50 ہزار درہم سالانہ ہو گیا۔

لیکچر نمبر: 30 تاریخ اسلام - چہارم

ویں

4 خلیفہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

تعارف

نام: علی، اسد (بہ نام ان کی والدہ نے پیدائش کے وقت رکھا تھا) کنیت: ابو تراب، ابوالحسن لقب: امیر المومنین قبیلہ: بنو ہاشم

والد کا نام: عبد مناف بن عبد المطلب والد کی کنیت: ابو طالب

والدہ کا نام: فاطمہ بنت اسد وہ بنو ہاشم کی پہلی خاتون ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور ہجرت کی)

اولاد: 15 بیٹے (حسن، حسین، محمد اکبر (محمد ابن حنفیہ)، عبید اللہ، ابوبکر، عباس اکبر، عثمان، جعفر اکبر، عبد اللہ، یحییٰ عوف، عمر الاوسط اور محمد الاصغر) 17 بیٹیاں (زینب الکبرا، ام کلثوم الکبرا، ام العسن، رملہ الکبرا، ام ہانی، میمونہ، زینب الصغرا، رملہ الصغرا، ام کلثوم الصغرا، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الکرام، ام سلمہ، ام جعفر، جمانہ اور نفیسہ)

پیدائش: پہلی وحی سے 10 سال پہلے پیدا ہوئے۔

وفات: ایک خارجی باغی عبدالرحمن بن ملجم کے ہاتھوں رمضان 40ھ میں شہید ہوئے۔

ذاتی خصوصیات اور مراعات

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بنی ہاشم کے پہلے شخص تھے جو حضور میں پیدا ہوئے۔

کعبہ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے نوجوان تھے جنہوں نے 10 سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا کا بوجہ ہائٹنے کے لیے انہیں اپنی نگرانی میں لے لیا تھا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی براہ راست تربیت میں رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت عقلمند اور فیصلے کرنے میں ماہر تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت بہادر، دلیر اور مضبوط تھے۔ تمام معرکوں میں اس نے جرأت اور بہادری کے جوہر دکھائے۔ خاص طور پر خیبر

کی جنگ میں آپ نے بڑی بہادری اور دلیری سے لڑا اور جیتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ عربی قواعد کے ماہر تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے عربی زبان کے گرامر کے اصول وضع کیے تاکہ لوگوں کے لیے عربی

فقروں خصوصاً قرآن پاک کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی شہادت کی خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو آدمی سب

سے زیادہ بدبخت ہیں۔ ایک وہ جس نے ثمود کی اونٹنی کو ذبح کیا اور دوسرا وہ جو تیرے سر پر تلوار مارے گا اور تیری داڑھی خون سے تر ہو جائے

گی۔

اسلام قبول کرنے کے بعد کی زندگی

انہوں نے کم عمری میں اسلام قبول کر لیا۔

ہجرت کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنے بستر پر کھیل اوڑھ کر سونے اور لوگوں کی امانتیں واپس کرنے کے لیے منتخب فرمایا۔

غزوہ بدر، احد اور احزاب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قریش کے مشہور اور بہادر سرداروں کو قتل کیا۔

ﷺ معاہدہ حدیبیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھا

ﷺ جنگ خیبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خصوصی طور پر چن لیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمائی۔ اسی جنگ میں اس نے مشہور یہودی جنگجو اور کمانڈر مرہب کو قتل کر دیا۔

ﷺ لفتح مکہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قبیلہ بنی طائی کے بت "قلاس" کو توڑ دیا۔

ﷺ غزوہ تبوک کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں آپ کو اپنا ماتحت مقرر فرمایا اور فرمایا کہ تمہارا مجھ سے وہی تعلق ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھا۔

ﷺ 9 ہجری میں جب مسلمانوں نے پہلا حج کیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو خصوصی طور پر مکہ بھیجا تاکہ بت پرستی اور شرک کے مکمل بائیکاٹ کا اعلان کریں اور سورہ توبہ کی ابتدائی آیات کی روشنی میں ان کے خلاف اعلان جنگ کریں۔

ﷺ 10 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قاضی اور مبلغ اسلام بنا کر یمن بھیجا۔

ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے 100 میں سے 63 اونٹ خود ذبح کیے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بقیہ 37 اونٹ ذبح کرنے کا حکم دیا۔

اس کے اعزازات اور تسبیحات

ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس دنیا میں ہی حضور سے جنت کی بشارت ملی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

ﷺ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے شادی کی تھی۔

ﷺ تاوہ اپنے سفر میں ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے۔

ﷺ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علی بھی اس کے محبوب ہیں جس سے میں محبت کرتا ہوں۔

ﷺ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مومن تم سے محبت کرے گا۔

ﷺ منافق تم سے نفرت کرے گا۔

ﷺ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔

ﷺ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سینے پر مارا اور ان کے دل میں نور اور زبان میں استقامت کی دعا فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن کے بعد مجھے معاملات طے کرنے میں کبھی کوئی شک نہیں ہوا۔

ﷺ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ وہ سب سے بڑے قاضی ہیں۔ امت۔

ﷺ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کو اپنا نبی قرار دیا۔ خاندان

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت

19 ذی الحجہ 35 ہجری کی صبح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں خلیفہ چوتھے کی بیعت کی۔ تمام صحابہ نے متفقہ طور پر آپ کو خلیفہ منتخب کیا۔

ﷺ خلافت سنبھالنے کے بعد آپ نے خطبہ خلافت دیا جس میں آپ نے لوگوں کو نیکی کو اختیار کرنے اور برائی کو ترک کرنے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی، حرام و حلال کا خیال رکھنے اور آخرت کا خیال رکھنے کی تلقین کی۔ معاملہ۔

بعد میں اس نے گورنروں کو خطوط لکھے جس میں انہیں حکومتی امور، اخلاقیات اور لوگوں کے ساتھ معاملات کے بارے میں مشورہ دیا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں 36 ہجری میں جنگ جمل، 37 ہجری میں جنگ صفین اور 38 ہجری میں جنگ نہروان لڑی گئی۔

خلافت کا دارالخلافہ تبدیل کر دیا گیا۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مملکت مختلف صوبوں اور ریاستوں (مکہ، مدینہ، بحرین اور عمان، یمن، شام، جزیرہ، بصرہ، کوفہ، مصر، فارس، خراسان، آذربائیجان) میں تقسیم تھی۔

وہ لوگ جو سب سے زیادہ قابل احترام ہوں اور جن کے فیصلے عوام کے لیے قابل قبول ہوں، انہیں قاضی مقرر کیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے قاضیوں میں عبد اللہ ابن عباس، شریح ابن حارث، ابو موسیٰ اشعری، عبید اللہ ابن مسعود، عثمان بن حنیف، قیس بن سعد، عمارہ ابن شہاب، قطامہ ابن عباس، جدہ شامل تھے۔ ابن پیبرہ، خالد بن کبرہ یربوعی۔ ابو الاسود الدولہ، سعید بن نمران ہمدانی، عبد اللہ ابن عتبہ ابن مسعود، عبیدہ السلمانی، محمد بن یزید بن خالدہ الشیبانی۔

دور خلافت کے اہم اقدامات

سارکیت میں اصلاحات کا نظام قائم کیا گیا۔ اس نظام کے تحت بازاروں میں لوگوں کے درمیان تعلقات اور خرید و فروخت کے معاملات اسلامی قوانین کے پابند تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بازاروں میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نصیحتیں فرماتے۔

ایک جیل "مکھیس" قائم کی گئی اور قیدیوں کے لیے لباس اور خوراک کا حساب رکھا گیا۔

پولیس انسپکٹرز کا تقرر کیا گیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وظائف اور خیرات کی تقسیم میں مساوات کا نظام تھا۔

دوبارہ مسلط

صوبوں کو خود مختاری دی گئی۔ سردار اور گورنر اپنے علاقے کے انتظامی معاملات میں آزاد تھے جیسے خراج وصول کرنا، خزانے سے فلاحی اسکیموں کی تکمیل یا خراج کی رقم۔ اس کے علاوہ، گورنروں کو اپنے وزیروں اور مشیروں کو منتخب کرنے اور سرکاری ملازمین کی تقرری، فوجیں بنانے اور خارجہ پالیسی بنانے کا اختیار حاصل تھا۔

خلافت علوی کی اہم خصوصیات

نظام شوری کی پیروی کی گئی۔ تمام اہم معاملات میں کبار اور اہل الرائے صحابہ سے مشورہ کیا جاتا تھا۔ اہل البدر صحابہ کی رائے کو خصوصی اہمیت دی گئی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قرآن کریم کی پیروی، سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین (حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کی پیروی سب سے اہم تھی۔

دریغ۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کا خاص اہتمام فرمایا۔

خلافت علوی میں انصاف کو بہت اہمیت دی جاتی تھی۔

تقتنوں اور فسادات کے باوجود لوگوں کی شخصی آزادی کو برقرار رکھا گیا۔

سخیروں کو گورنروں اور اہلکاروں کی نگرانی کے لیے مقرر کیا گیا تھا تاکہ ان کی نگرانی کی جا سکے۔

کارکردگی